شیعہ

اور

دوسرے اسلامی فرقے

خصوصاً تصوف و عرفان

قرآن و حدیث اور تاریخ کی نظر میں

تالیف

سید محمد حسین زیدی برستی

ناشر

ادارہ انتشارات حقائق الاسلام

لاہوری گیٹ چنیوٹ ضلع جھنگ

شیعہ

اور

دوسرے اسلامی فرقے

خصوصاً تصوف و عرفان

قرآن و حدیث اور تاریخ کی نظر میں

تالیف

سید محمد حسین زیدی برستی

ناشر

ادارہ انتشارات حقائق الاسلام

لاہوری گیٹ چنیوٹ ضلع جھنگ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب — شیعہ اور دوسرے اسلامی فرقے
خصوصاً تصوف وعرفان
(قرآن وحدیث وتاریخ کی نظر میں)

نام مولف — سید محمد حسین زیدی برستی

ناشر — ادارہ انتشارات حقائق الاسلام
محلہ لاہوری گیٹ۔ چنیوٹ ضلع جھنگ

تعداد — ایک ہزار

طبع — معراج دین پرنٹنگ پریس۔ لاہور

کمپوزنگ — خالد کمپوزنگ سنٹر۔ لاہوری گیٹ چنیوٹ
فون وفیکس آفس۔ 0466-332910

احقر

سید محمد حسین زیدی برستی۔ فون نمبر 331446

نزد ڈاکخانہ لاہوری گیٹ۔ چنیوٹ (پوسٹل کوڈ۔35400) ضلع جھنگ

تاریخ = کمپوزنگ۔ 24 جولائی 2000

پیش لفظ

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ ان الدین عند اللہ ۔ الاسلام ۔ بیشک دین خدا کے نزدیک اسلام ہے ۔ اور پیغمبر اکرم صلعم نے جس دین کو لوگوں کے سامنے پیش کیا وہ اسلام ہی ہے ۔ جو خدا کی توحید ۔ انبیاء کی نبوت ورسالت ۔ اور قیامت پر صحیح صحیح ایمان لانا ہے ۔ پیغمبر ساری زندگی ان ہی عقائد کی تبلیغ کرتے رہے ۔ اور آنحضرت کی زندگی میں سارے کلمہ گو مسلمان ہی کہلاتے تھے ۔ لیکن پیغمبر اکرم کے اس دار فانی سے رخصت ہو جانے کے بعد مسلمان بے شمار فرقوں میں بٹ گئے ۔ بلال زبیری کی کتاب فرقے اور مسالک کے مطابق ۵ فقہی مذاہب ۔ حنفی مذہب ۔ مالکی مذہب شافعی مذہب ، حنبلی مذہب اور جعفری مذہب بنے ۔ ان فقہی مذاہب کے علاوہ مسلمانوں میں معتزلہ کے ۳۱ فرقے ہوئے صوفیوں کے ۳۲ فرقے بنے ، مرجیہ کے ۱۴ فرقے بنے ، خوارج کے ۳۱ فرقے بنے ، شیعہ امامیہ کے ۳۸ فرقے بنے اور پھر شیعہ امامیہ میں سے اسماعیلیوں کے علیحدہ سے ۲۵ فرقے بنے ۔ اور متفرقات میں جن میں نجدی ، قادیانی ، احمدی لاہوری ، اہل قرآن ، اہلحدیث ، بریلوی دیوبندی مودودیت اور پرویزیت کو بھی شمار کیا ہے ۵۸ فرقے بنے ان فرقوں میں سے کوئی بھی فرقہ ایسا نہیں ہے جو خود کو باطل سمجھتا ہو ۔ سب ہی خود کو حق پر سمجھتے ہیں اور قرآن نے ان کے اس خیال کی یوں ترجمانی کی ہے کہ : : ہر گروہ اور ہر فرقہ اپنے عقیدہ پر فرحاں و نازاں اور خوش ہے جو اس نے اپنا لیا ہے ۔ اور ہر فرقہ دوسرے فرقہ کو نہ صرف باطل قرار دیتا ہے بلکہ دوسروں پر طرح طرح کے الزام بھی لگاتا ہے ۔ ہم نے اس کتاب میں غیر جانبدارانہ طور پر مسلمانوں میں تمام بڑے بڑے فرقوں کی پیدائش کے اسباب کی تحقیق پیش کی ہے اور آخر میں نجات آخرت کا قرآنی وحدیثی نسخہ بھی پیش کیا ہے

اظہار تشکر

یہ کتاب کافی عرصہ سے تالیف شدہ طباعت کی منتظر تھی۔
دسمبر 1999 میں ہمارے ایک عزیز نے وعدہ فرمایا کہ وہ اس کتاب کی طباعت کا سالم خرچہ برداشت کرینگے۔ مگر وہ وعدہ پر وعدہ ہی کرتے رہے۔ آخر میں نے خود اپنے پاس سے ہی اس کتاب کی کمپوزنگ کرانے کے لئے کمپوٹر سنٹر کو دے دی۔ اور یہ کتاب 24 جولائی 2000 کو کمپوز ہو کر پایہ تکمیل کو پہنچ گئی۔ اس وقت سے اب تک عزیز موصوف ہر مہینہ وعدہ ہی کرتے رہے۔ کہ یہ کتاب میں ہی چھپواؤ نگا۔ مگر جب سال ہوتے کو آیا اور بعض احباب کا اسرار بڑھا۔ تو فرزند عزیز سید نیاز حسین محمود اور ایک اور مومن نے اس کتاب کی طباعت کے مصارف برداشت کر کے اسے چھپوانے کی پیش کش کی۔ چنانچہ ان کے تعاون سے یہ کتاب طبع ہو کر اس قابل ہوئی۔ کہ عوام اور مومنین کے ہاتھوں میں پہنچے۔ خداوند تعالیٰ ان کے اس عطیہ کو قبول و منظور فرمائے اور ان کی تمام دینی و دنیاوی جائز حاجات کو محمدؐ و آل محمدؐ کے صدقے میں پورا فرمائے ﴿آمین﴾

احقر

سید محمد حسین زیدی برستی

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔
الحمد للہ رب العالمین والصلواۃ والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین وآلہ الطیبین الطاہرین المعصومین اما بعد فقد قال اللہ تبارک و تعالیٰ فی کتابہ المجید و فرقانہ الحمید۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم، سلام علی نوح فی العالمین، انا کذالک نجزی المحسنین، انہ من عبادنا المومنین، ثم اغرقنا الآخرین وان من شیعتہ لابراھیم ۱۰ صفت ۷۹ تا ۸۳
ترجمہ۔ نوح پر تمام عالمین میں اسلام ہو، ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں بیشک وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا، پھر ہم نے دوسرے تمام (کافر) لوگوں کو ڈبو دیا۔ اور بیشک ابراہیم اس (نوح) کی پیروی کرنے والوں میں سے تھا۔

حضرت ابراھیمؑ حضرت نوحؑ کے شیعہ تھے

خداوند تعالیٰ نے مذکورہ آیات سے پہلے حضرت نوحؑ کی توحید کی تبلیغ انکا بتوں اور بت پرستوں کے خلاف مبارزہ اور شرک کے خلاف ان کے جہاد کو بیان کرنے کے بعد انکی نیکی کی جزا کا بیان کر کے یہ کہا ہے کہ ساری دنیا جہان کے لوگ ان کے کارناموں کو یاد رکھیں گے۔ اور انہیں انکی کارکردگی پر سلام پیش کرتے رہیں گے۔ اور ان کے ایمان کی گواہی دیتے ہوئے یہ کہا ہے کہ وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا۔ اور ہم نے ان کو اور ان پر ایمان لانے والوں کو نجات دے کر باقی اور تمام کافروں کو غرق کر دیا تھا۔ اس کے بعد حضرت ابراہیمؑ کی توحید کی تبلیغ اور ان کے ستارہ پرستوں، قمر پرستوں، سورج پرستوں اور بت پرستوں کے خلاف مبارزہ اور شرک کے خلاف جہاد کرنے کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ کہا ہے۔ کہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے اس عمل میں حضرت نوحؑ کی منہاج اور ان کے طریقہ کی پیروی کی ہے جیسا کہ تفسیر التبیان میں بیان ہوا ہے کہ "وقیل من شیعۃ نوح یعنی انہ علی منھاجہ وسنتہ فی التوحید والعدل واتباع الحق"

(التبیان جلد ۸ صفحہ ۵۰۷)

"یعنی ابراہیم کو نوح کا شیعہ کہا گیا ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ ابراہیمؑ توحید اور عدل اور حق کی پیروی کرنے میں نوحؑ کی منہاج، انکی سنت اور انکے طریقہ پر چلنے والے تھے" قرآن کریم میں خدا نے ابراہیمؑ کو جو نوحؑ کا شیعہ کہا ہے تو اسکا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس زمانے میں شیعہ فرقے کے نام سے کوئی فرقہ موجود تھا اور حضرت ابراہیمؑ اس فرقے کے ایک فرد تھے

بلکہ اسکا واضح مطلب اور صاف معنی یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ توحید کی تبلیغ اور شرک کے خلاف مبارزہ کرنے میں حضرت نوحؑ کے طریقہ پر چلنے والے تھے۔ جس طرح حضرت نوحؑ نے توحید کی تبلیغ کی اسی طرح حضرت ابراہیمؑ نے بھی توحید کا پرچار کیا اور جس طرح حضرت نوحؑ نے بت پرستوں کے خلاف مبارزہ اور جہاد کیا اسی طرح حضرت ابراہیمؑ نے نہ صرف بتوں اور بت پرستوں کے خلاف مبارزہ اور جہاد کیا۔ بلکہ ساری زندگی تمام اصناف شرک سے جہاد میں مصروف رہے۔ پس خدا نے حضرت ابراہیمؑ کو حضرت نوحؑ کی پیروی کرنے۔ انکی منہاج اور طریقہ پر چلنے اور انکی سنت کے مطابق عمل کرنے کی وجہ سے انکا شیعہ کہا ہے اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی کی منہاج اور طریقہ پر چلے اور کسی کی سنت کی پیروی کرے وہ اسکا شیعہ یعنی پیروی کرنیوالا کہلاتا ہے۔ جیسا کہ تفسیر التبیان میں بیان ہوا ہے کہ فاشیعۃ التابع لرئیس لھم، فصاروا بالمعروف عبارۃ عن شیعۃ علی علیہا السلام الذین معہ علی اعدائہ۔

(التبیان جلد ۸ صفحہ ۵۰۷)

یعنی شیعہ اس گروہ کو کہتے ہیں جو اپنے رہبر و رہنما اور رئیس و سردار کا پیرو ہو اور پھر یہ لفظ شیعیان علی کے ساتھ مخصوص ہو گیا ہے۔ یعنی وہ لوگ جو حضرت علیؑ کے دشمنوں کیخلاف انکے طرفدار اور ساتھ تھے۔ پس لفظ شیعہ کا استعمال اب تک دو طریقوں سے معلوم ہوا۔
نمبر ۱۔ وہ شخص جو کسی کی اس کے عمل اور فعل میں پیروی کرے اور کسی کی سنت۔ منہاج اور طریقہ پر چلے وہ معنوی اعتبار سے اسکا شیعہ ہے جس کی اس نے اس کے فعل و عمل میں پیروی کی ہے اور جس کی سنت منہاج اور طریقہ پر وہ چلا ہے۔
نمبر ۲۔ شہرت کے لحاظ سے یہ لفظ ان لوگوں کے ساتھ منسوب ہو گیا جنہوں نے حضرت علیؑ کے دشمنوں کے خلاف ہو کر حضرت علیؑ کا ساتھ دیا۔ راغب اصفہانی نے اپنی لغت مفردات القرآن میں شیعہ کے معنی اسطرح لکھے ہیں۔
الشیعہ :۔ وہ لوگ جن سے انسان قوت حاصل کرتا ہے۔ اور وہ اس کے اردگرد پھیلے رہتے ہیں اس سے بہادر کو "مشیع" کہا جاتا ہے۔
"شیعہ" کی جمع شیع و اشیاع آتی ہے قرآن میں ہے :ان من شیعتہ لابراھیم۔ (۳۷ ـ ۸۳)
اور ضرور ان ہی (یعنی نوحؑ) کی پیروی کرنے والے ابراہیمؑ تھے۔

ھذا من شیعتہ وھذا من عدوہ :(۲۸ ـ ۱۵)
ایک تو موسیٰ کی قوم کا ہے اور دوسرا اس کے دشمنوں میں سے تھا۔

حضرت موسیٰ کا شیعہ

راغب اصفہانی نے اپنی لغت۔ "مفردات القرآن" میں شیعہ کا معنی بتانے کے لئے قرآن کریم کی دو آیتوں کا حوالہ دیا ہے پہلی آیت کی رو سے ہر وہ شخص جو کسی کے قول و فعل اور عمل میں پیروی کرے اور انکی سنت، منہاج اور طریقہ پر چلے وہ انکا شیعہ ہے۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم نے توحید کی تبلیغ کی اور شرک بت پرستی کے خلاف جہاد کیا ان کے پہلے یہی عمل حضرت نوحؑ نے انجام دیا تھا گویا نوحؑ کے بعد اسی طرح کا عمل انجام دینے میں انکی سنت منہاج اور طریقہ کی حضرت ابراہیم نے پیروی کی لہذا قرآن میں خدا نے یہ کہا ہے کہ ابراہیم نوحؑ کے شیعہ تھے۔ اسکا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اس وقت شیعہ نام کا کوئی فرقہ تھا اور حضرت ابراہیمؑ اس فرقے کے ایک فرد تھے۔ دوسری آیت میں حضرت موسیٰ کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو سورۃ القصص میں اسطرح ہے کہ :
ودخل المدینۃ علی حین غفلۃ من اھلھا فوجد فیھا رجلین یقتتلان ھذا من شیعتہ وھذا من عدوہ فاستغاثہ الذی من شیعتہ علی الذی من عدوہ فوکزہ موسیٰ فقضیٰ علیہ۔ القصص۔ ۱۴ ـ ۱۵
ترجمہ :اور جب موسیٰ اپنی پوری قوت کو پہنچ گئے اور اچھی طرح سے طاقتور ہو گئے تو وہ شہر کے اندر اس وقت داخل ہوا۔ جب کہ وہاں کے لوگ بے خبر سوئے ہوئے تھے پس اسے وہاں دو آدمی لڑتے ہوئے ملے۔ ان میں سے ایک تو ان کے شیعوں میں سے تھا اور دوسرا ان کے دشمنوں میں سے تھا۔ پس اس شخص نے جو ان کے شیعوں میں سے تھا موسیٰ سے فریاد کی۔ پس موسیٰ نے اس کو ایک مکا مارا، مکا کھاتے ہی وہ شخص مر گیا"
اس آیت میں دو مرتبہ لفظ شیعہ آیا ہے، اور اسکو موسیٰ کی طرف منسوب کیا ہے، "شیعہ" یعنی موسیٰ کا شیعہ اور یہ لفظ دونوں دفعہ لفظ عدو کے مقابل میں آیا ہے۔ اور عدو کے معنی ہیں دشمن یا مخالف، لہذا اس کے مقابلہ میں لفظ شیعہ کا معنی ہو گا دوست اور طرفدار، اور اسی وجہ سے راغب اصفہانی نے مفردات القرآن میں اسکا معنی موسیٰ کی قوم سے لکھا ہے۔ قرآن اور روایات و تاریخ سے جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ، اس واقعہ سے پہلے نہ تو موسیٰ نے دعوائے نبوت کیا تھا۔ نہ انہوں نے ابھی تک کوئی ایسا کام کیا تھا جسکی پیروی کی وجہ سے اسرائیلی کو

موسیٰ کا شیعہ کہا گیا، اور نہ ہی شیعہ نام کا کوئی فرقہ تھا۔ بلکہ قبطی کی یہ دشمنی اور مخالفت اور اسرائیلی کی یہ دوستی اور طرفداری موسیٰ کی پیدائش سے پہلے سے چلی آرہی تھی۔ بنی اسرائیل کو فرعون نے اپنا غلام بنایا ہوا تھا۔ اور فرعون اور اسکی قوم قبطی ان پر ظلم ڈھانے میں مصروف تھے۔ اور بنی اسرائیل فرعون اور اسکی قوم قبطیوں کے ظلم سے نجات پانے کے لئے ایک نجات دہندہ کا انتظار کر رہے تھے۔ یہ لوگ موسیٰ کے آنے کو دوست رکھتے تھے اور اسطرح سے اس کے طرفدار تھے۔ اس کے برخلاف کاہنوں اور نجومیوں نے فرعون کی قوم کو یہ بتلایا ہوا تھا کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو فرعون کے دین اور اسکی سلطنت کا خاتمہ کردے گا۔ لہذا فرعون اور اسکی قبطی قوم موسیٰ" کے پیدا ہونے سے پہلے ہی اس کے دشمن بن چکے تھے۔ اور فرعون نے اس کا یہ انتظام کیا تھا کہ ہر اسرائیلی عورت پر ایک دایہ نگرانی کے لئے مقرر کردی تھی، جو بنی اسرائیل میں پیدا ہونے والے لڑکے کی اطلاع فرعون کے پاسبانوں کو دیتی تھی اور فرعون کے حکم سے وہ لڑکا قتل کردیا جاتا تھا۔ اس طرح فرعون کے حکم سے بنی اسرائیل کے لڑکے تو قتل کئے جاتے رہے اور لڑکیوں کو زندہ چھوڑا جاتا رہا۔ اس قتل عام کے دوران مادر موسیٰ کو حمل قرار پا گیا۔ مگر خدا نے مادر موسیٰ پر مقرر کردہ دائی کے دل میں مادر موسیٰ کی محبت جاگزین کردی۔ ایک دن مادر موسیٰ کی دائی نے دیکھا کہ مادر موسیٰ کے چہرے کا رنگ خوف کی وجہ سے زرد پڑ گیا ہے تو دائی نے پوچھا کہ تمہارا یہ کیا حال ہے، مادر موسیٰ نے جواب دیا کہ میرا یہ حال کیوں نہ ہو کیونکہ میرے جو فرزند پیدا ہوگا اسے قتل کردیا جائے گا۔ دایہ نے کہا کہ تم کوئی خوف نہ کرو۔ میں پاسبانان فرعون سے اسکی پیدائش کو مخفی رکھوں گی۔ پس جب موسیٰ پیدا ہوئے تو دایہ نے موسیٰ کو اٹھایا اور کپڑے میں لپیٹ کر ایک جگہ چھپا دیا۔ اور باہر آکر فرعون کے پاسبانوں سے یہ کہہ دیا کہ اس کے کوئی فرزند پیدا نہیں ہوا بلکہ ایک خون کا لوتھڑا ساقط ہوا ہے۔ اس موقع پر خداوند تعالیٰ نے مادر موسیٰ کی طرف وحی کی کہ "واوحینا الی ام موسیٰ ان ارضعیہ فاذا خفت فالقیہ فی الیم فلا تخافی ولا تحزنی انا رادوہ الیک وجاعلوہ من المرسلین (القصص)

یعنی ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف وحی کی کہ اس کو دودھ پلاؤ۔ پھر جب تمہیں (راز کے کھل جانے کا) خوف ہو تو اسے دریا میں ڈال آؤ اور نہ ہی ڈرو اور نہ حزن و ملال کرو، بیشک ہم اسے تیرے پاس واپس لوٹا دینگے اور اسے اپنا رسول بنائیں گے۔ مادر موسیٰ نے ایک صندوق بنا کر

اس میں موسیٰ کو لٹایا اور اس صندوق کو دریائے نیل کے حوالے کردیا۔ وہ صندوق بہتا ہوا فرعون کے محل کے قریب پہنچا۔ جب صندوق کو دریا سے نکلوا کر کھولا گیا تو اس میں ایک حسین و جمیل لڑکا برآمد ہوا خدا نے آسیہ زوجہ فرعون کے دل میں اسکی ایک عظیم محبت پیدا کردی اور اس نے فرعون سے کہا کہ اسے قتل نہ کرنا ہم اسے اپنا بیٹا بنا لینگے، لہذا فرعون بھی کچھ پس و پیش کرنے کے بعد اسے اپنا بیٹا بنانے پر راضی ہو گیا۔ موسیٰ کو دودھ پلانے کے لئے دائیوں کا انتظام کیا گیا۔ مگر موسیٰ نے کسی کا دودھ نہ پیا۔ خداتعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے!

وحرمنا علیہ المراضع

اور ہم نے موسیٰ پر تمام دائیوں کا دودھ حرام کردیا:

مگر جب موسیٰ کی والدہ کو لایا گیا تو موسیٰ انتہائی اشتیاق کے ساتھ ماں کی چھاتیوں سے چمٹ گئے اور خوب سیر ہو کر دودھ پیا۔

اسطرح موسیٰ نے فرعون اور آل فرعون کے گھر میں پرورش پائی اور انکی والدہ اور ان کی بہن اور ان کی دائی نے اس امر کو قطعی طور پوشیدہ رکھا یہاں تک کہ موسیٰ کی والدہ اور ان کی دائی نے وفات پائی۔ اور موسیٰ فرعون اور آل فرعون کے درمیان پرورش پا کر جوان ہو گئے لیکن نہ تو بنی اسرائیل کو ابھی تک کوئی خبر تھی کہ ان کو نجات دلانے والا پیدا ہو چکا ہے اور نہ ہی فرعون اور قبطیوں کو کوئی علم تھا کہ یہ ہی وہ اسرائیلی لڑکا ہے جو ان کی سلطنت کا خاتمہ کرے گا۔ ایک دن موسیٰ" شہر میں اس حالت میں نکلے کہ شہر کے تمام لوگ غافل اور بے خبر ہوئے تھے اس وقت موسیٰ" نے دیکھا کہ ان کی قوم کا ایک مرد فرعون کی قوم کے ایک قبطی سے لڑ رہا ہے۔ قرآن نے موسیٰ" کی قوم کے اس آدمی اور فرعون کی قوم کے اس شخص کا ان الفاظ میں ذکر کیا ہے۔

ھذا من شیعتہ وھذا من عدوہ

یعنی ایک ان میں سے موسیٰ" کے شیعوں میں سے تھا اور دوسرا ان کے دشمنوں میں سے تھا راغب اصفہانی نے یہاں "من شیعتہ" کا ترجمہ موسیٰ" کی قوم سے "کیا ہے۔ کیونکہ ابھی تک موسیٰ" نے دعوائے نبوت کیا تھا اور نہ ہی ابھی تک کوئی ایسا عمل یا فعل انجام دیا تھا جس کی بنی اسرائیل پیروی کر رہے ہوں اور نہ ہی شیعہ نام کا اس وقت کوئی فرقہ موجود تھا۔ اور نہ ہی اس قبطی نے فی نفسہ اصالتاً موسیٰ" کے ساتھ کسی دشمنی کا اظہار کیا تھا چونکہ وہ قبطی اس قوم

سے تعلق رکھتا تھا جو موسیٰؑ کے آنے سے پہلے ہی اس کی دشمن بنی ہوئی تھی اور اس کے مقابلہ میں وہ اسرائیلی موسیٰؑ کی قوم سے تھا جو اپنی نجات وعدہ کی حیثیت سے انتظار کر رہی تھی راغب اصفہانی نے اسی وجہ سے مفردات القرآن میں شیعہ کا معنی موسیٰؑ کی قوم کیا ہے جو عدو یعنی دشمن اور مخالف کے مقابلہ میں دوست اور طرف دار کے معانی دیتا ہے قرآن کریم میں لفظ شیعہ ایک اور معانی میں بھی استعمال ہوا جہاں وہ فرعون کے مقابلہ میں کہتا ہے کہ:

ان فرعون علا فی الارض وجعل اھلھا شیعا یستضعف طائفۃ منھم یذبح ابناءھم ویستحی نساءھم انہ کان من المفسدین" القصص۔۴

چونکہ فرعون زمین میں غلبہ کر کے سرکش ہو گیا تھا اور اس کے باشندوں کو اس نے گروہوں میں بانٹ دیا تھا۔ ان میں سے ایک گروہ کو وہ کمزور بنائے ہوئے تھا۔ وہ ان کے بیٹوں کو توذبح کرا دیتا تھا اور ان کی لڑکیوں کو زندہ رہنے دیتا تھا۔ اس آیت میں لفظ شیعہ مطلقاً استعمال ہوا ہے اور گروہ کے معنی دیتا ہے۔ پس قرآن میں لفظ شیعہ تین طرح سے استعمال ہوا ہے۔

نمبر ۱: اگر یہ لفظ مطلقاً استعمال ہو اور کسی کی طرف منسوب نہ ہو تو اسکے معنی گروہ کے ہوتے ہیں۔

نمبر ۲: اور اگر یہ لفظ کسی کی طرف اس طرح منسوب ہو کہ اس کے دشمن اور مخالف کے مقابلہ میں بولا جائے جیسا کہ حضرت موسیٰ کے قصہ میں بیان ہوا کہ: ھذا من شیعتہ وھذا من عدوہ یعنی ایک تو موسیٰؑ کے شیعوں میں سے تھا اور دوسرا موسیٰ کے دشمنوں میں سے تھا۔ تو اس صورت میں شیعہ کے معنی دشمنوں اور مخالفوں کے مقابلہ دوستوں اور طرفداروں کے معنی میں ہو گا۔

نمبر ۳: اور اگر کسی شخص کی طرف یہ لفظ اس طرح سے منسوب ہو کہ وہ اس کے فعل و عمل کی پیروی کرنے والا اور اسکی سنت اسکی منھاج اور اسکے طریقہ پر چلنے والا ہو، تو وہ اس کی پیروی کرنے اور اس کی سنت اور اسکی منھاج اور طریقہ پر چلنے کی وجہ سے، معنوی اعتبار سے اسکا شیعہ کہلائے گا یعنی اس کی سنت اس کی منھاج اور اس کے طریقہ پر چلنے والا اور اسکی پیروی کرنے والا۔ اور اس سے کوئی فرقہ مراد نہیں ہو گا۔ بلکہ یہ اکیلا شخص بھی اسکا پیرو ہو گا جس کی اس نے پیروی کی ہے

پیغمبر گرامی اسلام کے زمانے کا حال

قرآن کریم احادیث معصومین اور تواریخ و سیرت کی کتابوں کے مطالعہ سے جو بات معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ پیغمبر گرامی اسلام کے زمانہ حیات تک نہ تو کوئی شیعہ نام کا فرقہ تھا۔ اور نہ ہی کوئی سنی نام کا فرقہ تھا۔ خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنے دین کا نام اسلام بتلایا تھا: "ان الدین عند اللہ الاسلام" یعنی دین خدا کے نزدیک صرف اسلام ہے۔ لہذا تمام انبیاء اسی خدائی دین کو پہچانے کا فریضہ ادا کرتے رہے۔ اور دوسرے تمام انبیاء کی طرح پیغمبر گرامی اسلام صلعم نے بھی اسی دین خدا کو لوگوں تک پہنچایا۔ اور وہ دین خداوندی یا دین اسلام تین عقائد پر مشتمل تھا۔

نمبر ۱: عقیدہ توحید۔

نمبر ۲ عقیدہ نبوت و رسالت

نمبر ۳ عقیدہ قیامت یا معاد:

عقیدہ توحید۔ اولاد آدم خدا کے وجود کی تقریباً کبھی بھی منکر نہیں ہوئی۔ لیکن اکثر اولاد آدم شرک میں مبتلا ہوتی رہی لہذا جتنے بھی نبی آئے وہ سب کے سب توحید کا پیغام لیکر آئے۔ یعنی یہ کہ اسکی ذات میں اسکی صفات میں اس کے افعال میں اور اس کی عبادت میں کسی کو شریک قرار نہ دیا جائے۔

عقیدہ نبوت و رسالت۔ آدمؑ سے لیکر خاتم الانبیا صلعم تک جتنے بھی نبی آئے وہ سب کے سب اپنے سے پہلے انبیاء کی تصدیق کرتے ہوئے آئے اور اپنے بعد آنے والے نبی کی خبر دینے کے ساتھ آخری رسول کی بشارت دیتے ہوئے آئے۔ لہذا ہر نبی کی امت اپنے زمانے کے نبی پر ایمان لاتی تھی۔ اپنے نبی سے پہلے کے انبیاء کی تصدیق کرتی تھی۔ اور اپنے نبی کے بعد آنے والے پیغمبر کے انتظار میں رہتی تھی، اور یہ سلسلہ اسی طرح سے چلتا رہا یہاں تک کہ وہ آخری رسول صلعم تشریف لے آئے جن کے بعد کسی اور رسول نے نہیں آنا تھا، تو اب صرف پہلے گذرے ہوئے پیغمبروں کی تصدیق، انکی لائی ہوئی کتابوں پر ایمان، اور یہ کہ آخری کتاب قرآن پہلی تمام کتابوں کی محافظ ہے، اور اب کوئی اور نبی و رسول نہیں آئے گا اب قیامت تک پیغمبر آخر الزمان پر نازل شدہ احکام ہی نافذ العمل ہیں اور انکی شریعت اور انکی نبوت و رسالت قیامت تک کے لئے ہے، یہ سب مسلمانوں کا عقیدہ ہے۔

عقیدہ قیامت یا معاد۔ تیسرا عقیدہ جس کی تمام انبیاء تبلیغ کرتے رہے۔ اور پیغمبر گرامی اسلام نے بھی اس عقیدہ کی کثرت کے ساتھ اور بڑی وضاحت کے ساتھ تبلیغ کی وہ قیامت کا عقیدہ ہے جسے معاد بھی کہا جاتا ہے۔ یعنی ایک دن ایسا آنے والا ہے۔ جس دن خداتعالیٰ تمام مُردوں کو اپنے اسی جسم عنصری کے ساتھ دوبارہ زندہ کرے گا اور انہیں میدان محشر میں حساب وکتاب کے لئے لایا جائے گا اور پھر اس کے عقیدہ و اعمال کے مطابق یا وہ جنت میں رہے گا۔ یا دوزخ میں رہے گا۔ جو شخص ان تینوں نظریات کا عقیدہ رکھتا تھا اور ان مذکورہ تینوں عقائد کا اقرار کرلیتا تھا۔ وہ مسلمان کہلاتا تھا۔ لہذا زمانہ پیغمبر (ص) میں سب ایمان لانے والے صرف مسلمان کہلاتے تھے۔ اور آنحضرت صلعم کے زمانہ میں نہ تو کوئی شیعہ نام کا فرقہ تھا۔ اور نہ ہی سنی نام کا کوئی فرقہ تھا۔ اور جو شخص صرف زبان سے مذکورہ عقائد کا اقرار کرلیتا تھا اسکا جان و مال اور عزت و آبرو محفوظ ہو جاتے تھے۔ اور وہ اسلام کے دامن میں پناہ لے لیتا تھا۔ پس جو شخص مذکورہ تینوں عقائد میں سے کسی ایک بھی عقیدہ کا منکر ہو وہ نہ تو وہ شیعہ ہے اور نہ ہی وہ سنی ہے چاہے وہ حضرت علی کو خلیفہ بلا فصل کہتا رہے اور چاہے حضرت ابوبکر کو پہلا خلیفہ کہتا رہے۔ چاہے وہ خود کو شیعہ کہتا رہے یا وہ خود کو سنی کہتا رہے۔ وہ ہر حال میں کسی طرح بھی مسلمان نہیں ہے۔ کیونکہ شیعہ ہونا یا سنی ہونا متفرع ہے اسلام پر۔ اگر وہ اسلام کا عقیدہ ہی نہیں رکھتا تو پھر وہ نہ شیعہ ہے اور نہ ہی سنی ہے۔ البتہ اسلام اور مسلم کے معنی کے اعتبار سے مسلمانوں کی درجہ بندی پیغمبر گرامی اسلام کے زمانہ میں بھی تھی اور اس حقیقت کو جاننے کے لئے ہمیں اسلام اور مسلم کے معنی میں غور کرنا ہوگا۔

ازروئے لغت اسلام اور مسلم کے معنی

راغب اصفہانی اپنی لغت "مفردات القرآن" میں لکھتے ہیں

الاسلام: اس کے معنی "سلم" (صلح) میں داخل ہونے کے ہیں اور صلح کے معنی یہ ہیں کہ فریقین باہم ایک دوسرے کی طرف سے تکلیف پہنچنے سے بے خوف ہو جائیں۔ اس کے بعد وہ لکھتے ہیں کہ:

شرعاً اسلام کی دو قسمیں ہیں۔ کوئی انسان محض زبان سے اسلام کا اقرار کرے۔ دل سے معتقد ہو یا نہ ہو۔ اس سے انسان کا جان و مال اور عزت محفوظ ہو جاتی ہے مگر اسکا درجہ ایمان سے کم ہے اور آیت: "قالت الاعراب آمنا قل لم تومنوا ولکن قولوا اسلمنا" (۴۹_۱۴)

"دیہاتی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے۔ کہ دو کہ تم ایمان نہیں لائے بلکہ یوں کہو اسلام لائے ہیں"

میں اسلمنا سے یہی مراد ہے۔ دوسرا درجہ اسلام کا وہ ہے جو ایمان سے بھی بڑھ کر ہے اور وہ یہ ہے کہ اعتراف کے ساتھ دلی اعتقاد بھی ہو اور عملاً اس کے تقاضوں کو پورا کرے مزید برآں یہ کہ ہر طرح سے قضاو قدر الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کردے جیسا کہ آیت:

"اذ قال لہ ربہ اسلم قال اسلمت لرب العالمین" (۲_۱۳۱)

جب ان (ابراہیم) سے ان کے پروردگار نے فرمایا کہ اسلام لے آؤ تو انہوں نے عرض کی میں رب العالمین کے آگے سر اطاعت خم کرتا ہوں" میں حضرت ابراہیم کے متعلق مذکور ہے اور فرمایا "ان الدین عند اللہ الاسلام" (۳،۱۹) کہ "دین تو خدا کے نزدیک اسلام ہے" اور آیت: "وتوفنی مسلما" (۱۲_۱۰۱)

"تو مجھے اپنی اطاعت کی حالت میں اٹھائیو" کا مفہوم یہ ہے کہ مجھے ان لوگوں میں داخل کیجیو جو تیری رضا کے تابع ہیں۔ اور بعض نے اس کے معنی یہ بیان کئے ہیں کہ، مجھے شیطان کے پنجے سے آزاد کردے جیسا کہ شیطان نے کہا تھا:

لاغوینھم اجمعین الا عبادک منھم المخلصین، (۳۸_۸۳)

"میں ان سب کو بھٹکاتا رہوں گا سوا ان کے جو تیرے خالص بندے ہیں" اور آیت "ان تسمع الا من یومن بآیتنا فھم المسلمون" (۳۰_۵۳)

"تم تو انہیں لوگوں کو سنا سکتے ہو جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں سو وہی فرمانبردار ہیں" میں مسلمون" سے مراد وہ لوگ ہیں جو حق کے تابع اور فرمانبردار ہیں" اور آیت

"یحکم بھا النبیون الذین اسلموا" (۵_۴۴) اسی (توریت) کے مطابق انبیاء جو (خدا کے) فرمانبردار تھے .... حکم دیتے رہے"

میں وہ انبیاء مراد ہیں جو اگرچہ اولوالعزم پیغمبروں کے تابع تھے۔ لیکن حکم الٰہی سے ہدایت پاتے تھے اور مستقل شرائع لے کر مبعوث ہوئے تھے۔

مفردات القرآن راغب اصفہانی صفحہ (۳۹۴_۳۹۵)

راغب اصفہانی نے "اسلام" اور "مسلم" کا معنی بتلانے میں جن آیات کا حوالہ دیا ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی آیات قرآن میں ایسی آئی ہیں جن میں اسلام کے معنی ایمان سے بڑھ کر

مراد لئے گئے ہیں۔ مثلاً حضرت ابراھیم کا کہنا کہ:

"ربنا واجعلنا مسلمین لک و من ذریتنا امۃ مسلمۃ لک" اے ہمارے پروردگار ہم دونوں (ابراھیم و اسماعیل) کو اپنا مطیع و فرمانبردار قرار دے۔ اور ہم دونوں کی اولاد میں بھی ایک گروہ کو (ہم جیسا ہی) اپنا مطیع و فرمانبردار بنائے رکھ" اس آیت میں مسلمین لک" اور امۃ مسلمۃ لک" سے مراد یہ ہے کہ وہ سراسر ہر طرح سے قضاو قدر الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کرنے والے رہیں۔ اور آیت فلما اسلما وتلہ للجبین پ ۲۳ ع ۷ والصٰفٰت۔ "یعنی جب ان دونوں (ابراھیم و اسماعیل) نے قضاو قدر الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا (اور حکم الٰہی کی تعمیل کے لئے آمادہ ہو گئے) اور اس (ابراھیم) نے اسے (اسماعیل) کو ذبح کرنے کے لئے ماتھے کے بل لٹایا"" اس آیت میں بھی "اسلما" کے معنی قضاو قدر الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کر دینا، اور ہمہ تن اطاعت کے لئے تیار ہونا ہے" پس لغت کے اعتبار سے تو اسلام "سلم" سے ہے جس کے معنی صلح میں داخل ہونا ہے۔ جس سے فریقین باہم ایک دوسرے سے بے خوف ہو جاتے ہیں اور شرع کی رو سے اسلام کی دو قسمیں ہیں۔ ایک یہ کہ انسان محض زبان سے اقرار کرے دل سے معتقد ہو یا نہ ہو۔ اس سے انسان کا جان و مال اور عزت و آبرو محفوظ ہو جاتی ہے۔ لیکن اس کا درجہ ایمان سے کم ہے۔ اور دوسرا درجہ اسلام کا وہ ہے جو ایمان سے بھی بڑھ کر ہے اور وہ یہ ہے کہ زبان سے اعتراف کے ساتھ دلی اعتقاد بھی ہو اور عملاً اس کے تقاضوں کو پورا کرے۔ اور ہر طرح سے قضاو قدر الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کر دے۔ اسی کو اصطلاح شریعت میں "عصمت" کہتے ہیں۔ پس پیغمبر گرامی اسلام کی حیات طیبہ میں وہ سب لوگ جو ایمان کا اقرار رکھتے تھے وہ سب کے سب "مسلمان" ہی کہلاتے تھے۔ البتہ ان کے مذکورہ لحاظ سے درجے ضرور تھے یعنی جو صرف زبان سے اقرار کرتا تھا وہ بھی مسلمان ہی کہلاتا تھا۔ جو زبان کے ساتھ دل سے بھی عقیدہ رکھتا تھا وہ بھی مسلمان ہی کہلاتا تھا۔ اور جو ہر طرح سے قضاو قدر الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کرتا تھا اور خدا اور رسول کی اطاعت سے سر مو انحراف نہیں کرتا تھا وہ بھی مسلمان ہی کہلاتا تھا۔

مسلمانوں کی ایک اور قسم کا بیان

مسلمانوں کی ان مذکورہ اقسام کے علاوہ ایک اور قسم بھی اس زمانے میں موجود تھی، جن کے زبان سے اقرار کر لینے کے باوجود خدا نے اور قرآن نے ان کے مسلمان ہونے کو تسلیم نہیں

کیا۔ اور ان کا نام خدا نے قرآن میں منافق رکھا ہے چنانچہ ان کے ایمان لانے کا اقرار کرنے کے باوجود خدا تعالیٰ نے قرآن میں یوں فرمایا ہے:

"ومن الناس من یقول آمنا باللہ وبالیوم الآخر وما ھم بمومنین یخدعون اللہ والذین آمنوا وما یخدعون الا انفسھم وما یشعرون، فی قلوبھم مرض فزادھم اللہ مرضا ولھم عذاب الیم":

البقرہ: ۸ تا ۱۰

ترجمہ: اور لوگوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور یوم آخر پر ایمان لائے ہیں حالانکہ وہ فی الحقیقت ایمان نہیں لائے وہ اللہ کو اور مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت میں تو وہ خود اپنے آپ کو ہی دھوکہ دیتے ہیں لیکن وہ اس بات کو سمجھتے نہیں ہیں۔ ان کے دلوں میں مرض ہے۔ پس اللہ بھی انکو انکے مرض میں بڑھا دیتا ہے اور انکے لئے سخت عذاب ہے،،

پھر اس سے آگے انہیں لوگوں کے لئے فرماتا ہے کہ:

واذا لقوا الذین آمنو قالو آمنا واذا خلوا الی شیٰطینھم قالوا انا معکم انما نحن مستھزءون،،

البقرہ۔ ۱۳۔ ۱۴۔

اور جب وہ مسلمانوں سے ملتے ہیں تو وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں۔ اور جب وہ اپنے شیطانوں سے تنہائی میں ملاقات کرتے ہیں تو وہ ان سے یہ کہتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں مسلمانوں سے تو ہم (یونہی) مذاق کر رہے تھے۔ اور سورہ منافقین میں انکی طرف سے رسالت کی گواہی دینے کو جھٹلاتے ہوئے کہتا ہے۔

اذا جاءک المنٰفقون قالوا نشھد انک لرسول اللہ واللہ یعلم انک لرسولہ واللہ یشھد ان المنٰفقین لکاذبون۔ ترجمہ "یعنی جب منافق لوگ تیرے پاس آتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ تو اللہ کا رسول ہے اور اللہ اچھی طرح جانتا ہے کہ تو اللہ کا رسول ہے لیکن اللہ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ یہ منافقین اپنے اس اقرار میں جھوٹے ہیں"

یہ گروہ جنگ بدر میں اسلام کی فتح سے مرعوب ہو کر ظاہراً ایمان لایا تھا اور زبانی اقرار اس نیت سے کیا تھا تاکہ وہ اپنے کفر و الحاد اور بغض و عناد کو چھپائے رکھیں اور جب موقع ملے تو اسلام کو [illegible] کر دیں لہذا خدا نے اور قرآن نے ان کے زبانی اسلام کے اقرار اور رسالت کی گواہی کو تسلیم نہیں کیا اور یہ لوگ مدینہ اور اس کے گرد و نواح کے علاقے اور

دیہات میں اچھی خاصی تعداد میں موجود تھے جیسا کہ سورہ توبہ میں بیان کیا ہے
"وممن حولکم من الاعراب منافقون و من اھل المدینۃ مردوا علی النفاق لا تعلمھم نحن نعلمھم
سنعذبھم مرتین ثم یردون الی عذاب عظیم" (التوبہ۔۱۰۱)

ترجمہ: اور اے پیغمبر تمہارے اردگرد دیہات کے رہنے والوں میں سے بہت سے منافق ہیں اور مدینے کے رہنے والوں میں سے بھی کچھ لوگ نفاق پر اڑے ہوئے ہیں۔ تم تو ان کو نہیں جانتے۔ لیکن ہم ان کو دوبارہ عذاب دینگے اس کے بعد وہ بڑے عذاب کی طرف لوٹائے جائینگے۔ یہاں پر دوبار عذاب سے کیا مراد ہے۔ ہو سکتا ہے کہ پہلی مرتبہ حالت احتضار کا عذاب مراد ہو اور دوسری دفعہ قبر کا عذاب مراد ہو۔ یا پہلی دفعہ قبر کا عذاب مراد ہو اور دوسری دفعہ عالم برزخ کا عذاب مراد ہو۔ لیکن بڑے عذاب سے مراد یقیناً آخرت کا عذاب ہے۔ جس کے بارے میں سورہ نساء میں اسطرح فرمایا ہے۔

"ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار"

النساء۔۱۴۵

ترجمہ: بیشک منافق لوگ جہنم کے سب سے نچلے طبقہ میں ہونگے،،

مذکورہ آیات کے علاوہ اور بھی بہت سی آیات قرآن کریم میں آئی ہیں جن میں مسلمانوں کے اس گروہ کو منافقین کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ لیکن یہ منافقین بھی باوجود اسکے کہ خدا انکی تصدیق رسالت اور اسلام کے اقرار کو جھوٹ کہتا ہے۔ مسلمانوں کے ساتھ رہتے ہوئے مسلمان ہی کہلاتے تھے اور انکا بھی اس وقت منافق کے نام سے کوئی علیحدہ فرقہ نہیں کہلاتا تھا یہاں تک کے خدا واضح الفاظ میں کہتا ہے کہ: لا تعلمھم نحن نعلمھم:

ترجمہ: تم انکو نہیں جانتے البتہ ہم انکو جانتے ہیں،،

اسلئے وہ ان تمام حقوق سے استفادہ کرتے تھے جن سے دوسرے مسلمان استفادہ کرتے تھے انکا مال اور جان اور عزت و آبرو اسی طرح محفوظ تھی جس طرح دوسرے مسلمانوں کی لیکن مسلمانوں کی پہلے بیان کردہ تینوں قسموں کے علاوہ یہ چوتھی قسم تھی اور یہ سب کے سب مسلمان کہلاتے تھے اور ان میں سے کوئی بھی علیحدہ فرقہ شمار نہیں ہوتے تھے اور نہ ہی اس وقت کوئی شیعہ نام کا فرقہ تھا اور نہ ہی سنی نام کے کسی فرقے کا اس وقت کوئی وجود تھا۔

پیغمبر اکرمؐ کے زمانے کے مسلمانوں کی حالت

منافقین تو جنگ بدر کے بعد مسلمانوں کی فتح سے مرعوب ہو کر ظاہری طور پر مسلمان ہوئے تھے۔ لہذا جنگ بدر میں منافقین کا کوئی کردار نہیں ہے اس جنگ میں کفار قریش ایک ہزار کی تعداد میں مدینہ پر حملہ کیلئے آئے تھے چونکہ اس موقع پر مدینہ کا دفاع ضروری تھا لہذا وحی الہی حرکت میں آئی اور خداتعالی نے مسلمانوں پر قتال و جہاد کو واجب قرار دے دیا جیسا کہ

ارشاد خداوندی ہے کہ:

کتب علیکم القتال و ھو کرہ لکم و عسی ان تکرھوا شیئا و ھو خیر لکم و عسیٰ ان تحبوا شیئا و ھو شر لکم واللہ یعلم وانتم لا تعلمون،، البقرہ۔۲۱۶

اے مسلمانوں تم پر جہاد و قتال واجب قرار دیا گیا ہے اور وہ تم کو ناپسند و ناگوار ہے اور قریب ہے کہ ایک چیز تم کو ناگوار ہو لیکن وہ تمہارے لئے اچھی ہو اور قریب ہے کہ ایک چیز کو تم پسند کرتے ہو اور وہ تمہارے لئے بری ہو اور اللہ جانتا ہے مگر تم نہیں جانتے،،

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ جب خدا کی طرف سے مسلمانوں کو حکم قتال ملا تو کچھ مسلمانوں نے اسے پسند نہ کیا اور ان میں بہت سے مسلمانوں کو یہ بات ناگوار گزری اور وہ نہیں چاہتے تھے کہ کفار کے لشکر کے ساتھ جنگ ہو بلکہ ان کی پسند اور محبوب چیز اور تھی مگر جو چیز مسلمانوں کو پسند تھی وہ خدا اور اس کے رسول کو پسند نہیں تھی اور جو چیز خدا اور اس کا رسول چاہتے تھے وہ بعض مسلمانوں پر گراں گزر رہی تھی۔ اور اس کی کئی وجوہات تھیں۔ ان میں سب سے اہم وجہ یہ تھی کہ مسلمان چونکہ تعداد میں کم تھے۔ اور ان کا خیال یہ تھا۔ کہ اگر ابوسفیان کے قافلہ تجارت سے مڈ بھیڑ ہو جائے تو بہتر ہے ایک تو گنتی کے چند آدمیوں سے مقابلہ دشوار نہ ہوگا دوسرے مال فراواں آسانی کے ساتھ ہاتھ آجائیگا۔ لہذا اس آیت میں وہ بات بھی بیان کر دی گئی ہے جو مسلمان پسند نہیں کرتے تھے۔ اور وہ بات بھی بیان کر دی گئی ہے۔ جو مسلمان چاہتے تھے لہذا خداتعالی نے مسلمانوں کو جہاد و قتال کے واجب کرنے کے ساتھ ہی ایک واضح دستور العمل دیا اور ارشاد فرمایا:

فاذا لقیتم الذین کفروا فضرب الرقاب حتی اذا اثخنتموھم فشدوا الوثاق فاما منا بعد و اما فداء حتی تضع الحرب اوزارھا،، محمد۔۴

پس جب تمہاری کفار سے مڈ بھیڑ ہو جائے تو انکی گردنیں اڑاؤ یہاں تک کہ جب تم انہیں

خوب قتل کر چکو تو کس کس کر مشکیں باندھ لو۔ پھر اس کے بعد یا تو احسان کرنا ہے۔ یا فدیہ لے لینا ہے۔ جب تک کہ لڑائی اپنے ہتھیار نہ ڈالے۔

پیغمبر اکرمؐ پر ایک غلط الزام اور مسلمانوں کا حال

تمام مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے۔ کہ سورہ محمد کی مذکورہ آیت جس میں مسلمانوں کو کافروں سے قتال کا حکم دیا گیا ہے۔ جنگ بدر سے پہلے نازل ہوئی ہیں اور سورہ انفال کی آیت نمبر ۵ تا ۷ جو آگے نقل ہوگی اس بات پر شاھد ہیں کہ پیغمبر اکرم صلعم اپنے گھر سے خدا کا حکم قتال ملنے کے بعد نکلے تھے۔ اور پیغمبر کے گھر سے نکلنے کو خدا نے اپنے حکم سے نکلنا کہا ہے۔ مگر بعض مورخین نے، بنی امیہ کے حکمرانوں کے حکم سے گھڑی ہوئی روایات پر اعتماد کر کے یہ لکھ ڈالا کہ پیغمبر اکرمؐ ابو سفیان کے قافلے کو لوٹنے کے ارادے سے نکلے تھے۔ چنانچہ اہل سنت کے معروف عالم و سیرت نگار علامہ شبلی اپنی کتاب "الفاروق" میں اس الزام کو رد کرتے ہوئے یوں تحریر فرماتے ہیں۔ "عام مورخین کا بیان ہے کہ رسول صلعم کا مدینہ سے نکلنا صرف قافلہ کو لوٹنے کی غرض سے تھا۔ لیکن یہ امر محض غلط ہے۔ قرآن مجید جس سے زیادہ کوئی قطعی شہادت نہیں ہو سکتی۔ اس میں جہاں اس واقعہ کا ذکر ہے یہ الفاظ ہیں۔

کما اخرجک ربک من بیتک بالحق وان فریقا من المسلمین لکارھون، یجادلونک فی الحق بعد ما تبین کانما یساقون الی الموت وھم ینظرون واذ یعدکم اللہ احدی الطائفتین انھا لکم و تودون ان غیر ذات الشوکۃ تکون لکم"

ترجمہ: جیسا کہ تجھ کو تیرے پروردگار نے گھر (مدینہ) سے سچائی پر نکالا۔ اور بیشک مسلمانوں کا ایک گروہ ناخوش تھا وہ تجھ سے سچی بات پر جھگڑتے تھے۔ بعد اس کے کہ سچی بات ظاہر ہو گئی گویا کہ وہ موت کی طرف ہانکے جاتے ہیں اور وہ اس کو دیکھ رہے ہیں اور جب کہ خدا دو گروہوں میں سے ایک کا تم سے وعدہ کرتا تھا اور تم چاہتے تھے کہ جس گروہ میں کچھ زور نہیں ہے وہ ہاتھ آئے ان آیتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ:

جب آنحضرت نے مدینہ سے نکلنا چاہا تو مسلمانوں کا ایک گروہ ہچکچاتا تھا اور سمجھتا تھا کہ موت کے منہ میں جانا ہے

نمبر ۲: مدینہ سے نکلنے کے وقت کافروں کے دو گروہ تھے۔ ایک "غیر ذات الشوکۃ" یعنی ابو

سفیان کا کاروان تجارت اور دوسرا قریش مکہ کا گروہ جو مکہ سے حملہ کرنے کے لئے سر و سامان کے ساتھ نکل چکا تھا۔

اس کے علاوہ ابو سفیان کے قافلہ میں چالیس آدمی تھے اور حضرتؐ مدینہ سے تین سو بہادروں کے ساتھ نکلے تھے۔ تین سو آدمی چالیس آدمیوں کے مقابلہ کو کسی طرح موت کے منہ میں جانا نہیں خیال کر سکتے تھے۔ اسی لئے اگر آنحضرت قافلہ کو لوٹنے کے لئے نکلتے تو خدا ہرگز قرآن مجید میں یہ نہ فرماتا کہ مسلمان ان کے مقابلہ کو موت کے منہ میں جانا سمجھتے تھے"

(الفاروق ص ۸۴_۸۵)

اہل سنت کے معروف عالم اور سیرت نگار علامہ شبلی نعمانی نے اپنے مذکورہ بیان میں بہترین علمی استدلال کیا ہے۔ اور مذکورہ الزام کا قرآن کریم سے رد و ابطال کیا ہے۔ اور قرآن کریم کی آیت سے بہترین استدلال کیا ہے اور یہ ثابت کر دیا ہے کہ پیغمبر اپنے گھر مدینے سے ابو سفیان کا قافلہ تجارت لوٹنے کے لئے نہیں نکلے تھے بلکہ خدا کے حکم سے کفار قریش کے اس لشکر سے مدینہ کا دفاع کرنے کے لئے جنگ کے ارادے سے نکلے تھے جو مکہ سے مدینے پر حملہ کرنے کے لئے روانہ ہو چکا تھا۔ مگر قرآن کی اس آیت اور علامہ شبلی کے اس بیان سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ پیغمبرؐ پر واقعاً یہ الزام لگایا گیا اور یہ الزام لگانے والے مسلمان ہی تھے۔ اور غیر جانبدار محقق یہ سوچے بغیر نہیں رہ سکتا کہ آخر مسلمانوں نے پیغمبرؐ پر یہ الزام کیوں لگایا اور اگر غیر جانبدار اور نہ طریقہ سے تحقیق کرے گا تو اسے معلوم ہو گا کہ سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۱۶ اور سورہ الانفال کی آیت نمبر ۵ تا ۷ میں یہ بیان ہوا ہے کہ خود مسلمانوں میں سے بعض لوگوں کی یہ خواہش تھی کہ انہیں ابو سفیان کا قافلہ تجارت ہاتھ لگے اور جب انھیں یہ معلوم ہوا کہ پیغمبر گھر سے کفار قریش کے لشکر سے لڑنے اور جنگ کرنے کے لئے جا رہے ہیں تو وہ خود پیغمبر سے جھگڑنے لگے اور ان کفار سے لڑنے کو ناپسند کیا اور اسے موت کے منہ میں جانا سمجھا۔ لہذا پیغمبر پر مذکورہ الزام لگانے والوں نے پیغمبر کے ان ساتھیوں کی ایسی ایسی باتوں پر تو پردہ ڈالا اور ان کی ناپسندیدہ باتوں کو پیغمبر کے کھاتے میں ڈال دیا اور پیغمبر (ص) پر اکثر لگائے گئے الزامات اسی نوعیت کے ہیں کہ اس الزام سے جس کے مرتکب آنحضرت کے ساتھی ہوئے تھے وہ پیغمبر کی گردن میں ڈال دیا گیا ہے۔

چنانچہ سورہ الانفال کی آیت نمبر ۵ تا ۷ میں واضح طور پر یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس وقت پیغمبر

اکرم حکم خدا کے مطابق مدینے سے کفار قریش سے لڑنے کے لئے نکلے تو کچھ مسلمانوں نے اس بات کو ناپسند کیا قرآن کریم کے الفاظ یہ ہیں: "ان فریقاً من المسلمین لکارہون" مسلمانوں میں سے ایک گروہ یعنی کچھ لوگ کفار قریش سے جنگ کرنے پر ناخوش تھے۔ فریقاً من المسلمین کے الفاظ بتلاتے ہیں جو کفار قریش سے جنگ کرنا پسند نہیں کرتے تھے اور "یجادلونک فی الحق بعد ما تبین" یعنی یہ حق بات ظاہر ہو جانے کے بعد کہ آپ کفار سے جنگ کرنے کے لئے جا رہے ہیں نہ صرف یہ کہ وہ مسلمان اس بات سے ناخوش تھے بلکہ وہ اس کی مخالفت میں پیغمبر سے لڑنے جھگڑنے لگ گئے۔ یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ منافقین کا گروہ اس وقت تک پیدا نہیں ہوا تھا، وہ تو جنگ بدر کے بعد اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ اور اس جنگ کو ناپسند کرنے والے اور اس بات پر پیغمبر سے لڑنے جھگڑنے والے وہ مسلمان تھے جنہیں "بدری" کہا جاتا ہے، لیکن وہ سب کے سب مسلمان ایسے نہیں تھے بلکہ قرآن کے الفاظ میں "فریقاً من المومنین" مسلمانوں میں سے ایک گروہ تھا یعنی صرف کچھ لوگ ایسے تھے، جو کفار قریش سے جنگ کو ناپسند کرتے ہوئے پیغمبر سے لڑتے جھگڑنے لگ گئے تھے۔ مسلمانوں کے اس گروہ کا کفار قریش سے جنگ کرنے کو ناپسند کرنے، اور پیغمبر سے اس بات پر لڑنے جھگڑنے کا سبب یہ تھا کہ کفار قریش میں تمام سرداران قریش اکٹھے ہو کر آئے تھے۔ اور ان مسلمانوں میں سے وہ مسلمان جو مکہ سے ہجرت کر کے آئے تھے۔ زمانہ جاہلیت میں وہ سرداران قریش ان کے سردار تھے لہذا یا تو ان سرداران قریش کی کچھ نہ کچھ عزت ان کے دلوں میں باقی تھی یا وہ ان سے ابھی تک کچھ نہ کچھ عقیدت و مودت و محبت اور قلبی تعلق رکھتے تھے، یا زمانہ جاہلیت میں انکے ماتحت رہنے کی وجہ سے ان کی طاقت سے مرعوب تھے، اور یہ سمجھتے تھے کہ ان کے مقابلہ میں جانا موت کے منہ میں جانا ہے اور یہ بات قرآن کے ان الفاظ سے ظاہر ہے۔

"کانما یساقون الی الموت وھم ینظرون"

گویا کہ وہ موت کی طرف ہانکے جاتے ہیں اور وہ اس کو دیکھ رہے ہیں

کچھ مسلمانوں کی طرف سے اس ناخوشی اور پیغمبر سے جھگڑنے کا اظہار کب اور کیسے ہوا تو تاریخوں اور حدیث کی کتابوں سے جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ:

چونکہ یہ کفر و اسلام کے درمیان پہلا معرکہ تھا۔ مسلمان اسلحہ جنگ کے لحاظ سے کمزور اور

کفار کی تعداد سے بہت کم یعنی ایک تہائی سے بھی کم تھے، اس لئے پیغمبر صلعم نے ضروری خیال کیا کہ انصار و مہاجرین کا عندیہ معلوم کریں کہ وہ کہاں تک عزم و ثبات کے ساتھ دشمن کا دفاع کر سکتے تھے، چنانچہ آنحضرت کے استفسار پر لوگوں نے مختلف جوابات دیے۔ کچھ ہمت شکن تھے اور کچھ حوصلہ افزا۔ صحیح مسلم کے مطابق مہاجرین کے سرکردہ افراد نے جو کچھ جواب دیا اسے سن کر آنحضرت نے ان کی طرف سے منہ پھیر لیا صحیح مسلم نے مہاجرین کے ان سرکردہ افراد کے نام بھی لکھے ہیں جو کفار قریش سے جنگ کرنے کے خلاف پیغمبر سے جھگڑتے رہے اور یہ وہی حضرات تھے جو زمانہ جاہلیت میں ابو جہل اور عکرمہ جیسے کفار قریش کو اپنا سردار مانتے تھے، لیکن مہاجرین میں سے ہی ان حضرات نے جن کا کفار قریش سے کوئی رشتہ اور تعلق نہ تھا حوصلہ افزا جواب دیا۔ چنانچہ مقداد ابن اسود نے جب پیغمبر کے چہرے پر تکدر کے آثار دیکھے تو کہا کہ: "یا رسول اللہ ہم بنی اسرائیل نہیں ہیں جنہوں نے حضرت موسیٰ سے کہا تھا کہ: اے موسیٰ (دشمنوں سے لڑنے کے لئے) تم جاؤ اور تمہارا خدا۔ اور تم دونوں ہی لڑو۔ ہم تو یہیں بیٹھے ہیں، اس ذات گرامی کی قسم جس نے آپ کو خلعت رسالت پہنایا ہے۔ ہم آپ کے آگے پیچھے اور دائیں بائیں رہ کر لڑیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ آپ کو فتح و نصرت عطا کرے اس جواب سے پیغمبر کا تکدر جاتا رہا۔ اور آپ نے مقداد کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ پھر آپ نے انصار کی طرف رخ کر کے پوچھا کہ تم لوگوں کی کیا رائے ہے؟ سعد بن معاذ انصاری نے بڑی گرم جوشی سے کہا کہ یا رسول اللہ ہم [illegible] اور اطاعت کا عہد و پیمان کیا۔ لہذا ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ اگر آپ سمندر [illegible] تو ہم آپ کے ساتھ پھاند پڑیں گے اور کوئی چیز ہماری راہ میں حائل نہ ہوگی [illegible] کہ ہم (یعنی انصار) میں کی ایک فرد بھی پیچھے نہیں [illegible]

[illegible] اس جواب پر انتہائی خوش ہوئے اور فرمایا:

"[illegible] الی مصارع القوم" (تاریخ طبری جلد ۲ ص ۱۴۰)

"[illegible] کی جگہوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں"

[illegible] ہوئے۔ اس جنگ میں ۷۰ سرداران قریش مارے گئے [illegible] اور بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا۔ خاتمہ جنگ کے بعد [illegible] میں جھگڑنے لگے۔ جنہوں نے مال لوٹا تھا وہ اس بات کے

دعویدار تھے کہ سارا مال ہمارا ہے۔ جو لڑنے والے تھے وہ یہ کہتے تھے کہ یہ ہمارا حق ہے۔ خدا وند تعالیٰ نے ان کے بارے میں جو کچھ فرمایا وہ یہ ہے کہ :

"تریدون عرض الدنیا واللہ یرید الآخرۃ"

"تم لوگ مال دنیا کے طلبگار ہو۔ اور اللہ یہ چاہتا ہے کہ تم آخرت کیلئے کام کرو"

زمانہ پیغمبر کے کچھ مسلمانوں کی مالِ دنیا سے محبت کا حال علامہ شبلی نعمانی نے جس طرح سے لکھا ہے ہم اسے بلفظہ یہاں پر نقل کرتے ہیں، وہ لکھتے ہیں کہ :

"سب سے بڑی مشکل یہ تھی کہ مال غنیمت کے ساتھ لوگوں کو اس قدر شغف تھا کہ لڑائیوں کا سب سے بڑا سبب یہی ہوتا تھا۔ اس کی اصلاح میں نہایت تدریج سے کام لینا پڑا۔ جاہلیت میں تو غنیمت محبوب ترین چیز تھی تعجب یہ جو کہ اسلام میں بھی ایک مدت تک اس کو ثواب کی چیز سمجھتے تھے۔ ابوداؤد میں ہے کہ ایک شخص نے آنحضرتؐ سے پوچھا :

"رجل یرید الجہاد فی سبیل اللہ وھو یبتغی عرضا من عرض الدنیا، فقال النبیؐ اجر لہ فاعظم ذالک الناس، و قالوا الرجل عد لرسول اللہ صلعم فلعلک لم تفھمہ"

(ابوداؤد باب فیمن یغزو و یلتمس الدنیا)

"ایک شخص خدا کی راہ میں جہاد کرنا چاہتا ہے۔ لیکن کچھ دنیاوی فائدہ بھی چاہتا ہے۔ آپ صلعم نے فرمایا اسکو کچھ ثواب نہیں ملے گا۔ یہ امر لوگوں کو بہت عجیب معلوم ہوا۔ اور لوگوں نے اس شخص سے کہا کہ پھر جا کر پوچھو۔ غالباً تم نے آنحضرت کا مطلب نہیں سمجھا۔ بار بار لوگ دوبارہ دریافت کرنے کے لئے بھیجتے تھے۔ اور انکو یقین نہیں آتا تھا کہ آنحضرتؐ نے ایسا فرمایا ہوگا۔ بالآخر جب آپ نے تیسری دفعہ بھی یہی فرمایا کہ "لا اجر لہ"، کہ اس کو کچھ نہیں ملے گا تب لوگوں کو یقین آیا

(سیرت النبی شبلی جلد ا صفحہ ۶۱۳)

اس کے بعد علامہ شبلی نے ایک واقعہ اپنے مذکورہ بیان کے ثبوت میں تحریر فرمایا ہے کہ : ایک دفعہ آنحضرت ﷺ نے چند صحابہ کو ایک مقابلہ کیلئے بھیجا۔ ان میں سے ایک صاحب صف سے آگے نکل گئے۔ قبیلہ والے روتے ہوئے آئے انھوں نے کہا۔ لا الہ الا اللہ، کہو تو بچ جاؤ گے۔ لوگوں نے اسلام قبول کر لیا اور حملہ سے بچ گئے۔ اس پر ساتھیوں نے ان پر ملامت کی کہ تم نے ہم لوگوں کو غنیمت سے محروم کر دیا ابوداؤد میں صحابی کا قول ان الفاظ مذکور ہیں۔ فلامنی "اصحابی و قالوا حرمتنا الغنیمۃ"، ابوداؤد باب مایقول اذا اصبح کتاب الادب"،

ترجمہ : مجھ کو میرے ساتھیوں نے ملامت کی تم نے ہم لوگوں کو غنیمت سے محروم کر دیا"، سیرۃ النبی شبلی جلد ا صفحہ ۶۱۳

"قرآن مجید میں غنیمت کی نسبت متاع دنیوی کا لفظ آتا تھا اور اسکی طرف انہماک اور وارفتگی پر ملامت کی جاتی تھی۔ جنگ احد میں اس بنا پر شکست ہوئی کہ کچھ لوگ کفار کا مقابلہ چھوڑ کر غنیمت میں مصروف ہو گئے تو یہ آیت اتری منھم من یرید الدنیا و منھم من یرید الآخرۃ تم میں سے کچھ لوگ دنیا کے طلب گار تھے اور کچھ آخرت کے "جنگ بدر میں لوگوں نے جب اجازت سے پہلے غنیمت لوٹنی شروع کر دی یا بقول بعض مفسرین فدیہ کی خواہش سے لوگوں کو گرفتار کیا تو آیت اتری"

"تریدون عرض الدنیا واللہ یرید الآخرۃ" الانفال تم لوگ دنیا کو نجی چاہتے ہو۔ اور خدا آخرت چاہتا ہے"

سیرت النبی شبلی جلد صفحہ ۶۱۵

"جنگ بدر اسلام کی سب سے پہلی جنگ تھی کہا جا سکتا تھا کہ ابھی تک شروع شروع کی بات تھی۔ ہو سکتا ہے آخر میں عربوں کی اس عادت کی اصلاح ہو گئی ہو لیکن علامہ شبلی لکھتے ہیں کہ عربوں کی یہ عادت آخر تک نہ بدلی۔ جنگ حنین اسلام کی تقریباً سب سے آخری بڑی جنگ تھی اس کے بارے میں علامہ شبلی تحریر فرماتے ہیں کہ !

"باوجود ان تمام تصریحات اور بار بار کی تاکید کے غزوہ حنین میں جو ۸ ھ میں واقع ہوا تھا۔ اس وجہ سے شکست ہوئی کہ لوگ غنیمت کے لوٹنے میں مصروف ہو گئے۔ صحیح بخاری غزوہ حنین کے ذکر میں ہے۔ فاقبل المسلمون علی الغنائم واستقبلون بالسھام"

مسلمان تو مال غنیمت پر ٹوٹ پڑے اور کافروں نے ہم کو تیروں پر رکھ لیا"

سیرت النبی شبلی جلد ا صفحہ ۶۱۵

جنگ احد میں مسلمانوں کی تعداد ایک ہزار تھی اور کفار تین ہزار کی تعداد میں تھے مسلمانوں میں سے عبداللہ ابن ابی تین سو منافقین کے ساتھ رستے سے ہی مڑ گیا۔ اور اس نے یہ بہانہ بنایا کہ جب میرا مشورہ مدینہ شہر میں رہ کر جنگ کرنے کا نہیں مانا تو میں اپنے ساتھیوں کو مروانا نہیں چاہتا۔ ۳۰۰ منافقین کے لشکر اسلام سے نکل کر چلے جانے کے بعد اب خالص مسلمانوں کی تعداد صرف ۷۰۰ رہ گئی تھی۔ جنہیں منافق گروہ سے پاک لوگوں کا لشکر قرار دیا جا سکتا ہے

اپنے لشکر کی قلت کو دیکھتے ہوئے پیغمبر اکرم صلعم نے ایسے مقام کو منتخب کیا جہاں دشمن کو ہر سمت سے حملہ کرنے کا موقع نہ ملے۔ لہذا آنحضرت نے ایک قدرتی رکاوٹ کوہ احد کو اپنے پس پشت رکھا لیکن کوہ احد کے وسط میں ایک درہ تھا۔ جس کی وجہ سے یہ احتمال تھا کہ کہیں دشمن چکر کاٹ کر اس درہ کے ذریعہ لشکر اسلام کے پیچھے سے حملہ نہ کردے۔ لہذا آنحضرت نے ۵۰ کمانڈروں کا ایک دستہ عبداللہ ابن جبیر کی زیر نگرانی اس درہ میں کھڑا کردیا۔ اور اسے تاکید کی کہ خواہ ہمیں فتح ہو یا شکست جب تک اسے حکم نہ دیا جائے، کسی حالت اور کسی صورت میں اپنا مورچہ نہ چھوڑے۔ صحیح بخاری میں آیا ہے کہ پیغمبر اکرم صلعم نے فرمایا:

"اگر تم دیکھو کہ پرندے ہمیں اچک اچک کرلے جارہے ہیں تو تم پھر بھی اپنی جگہ سے نہ ہلنا جب تک کہ میں تمہیں اجازت نہ دوں۔ اور اگر تم یہ دیکھو کہ ہم نے دشمن کو شکست دے دی ہے تو بھی تم اس مقام پر جمے رہنا جب تک کہ تمہیں میرا حکم نہ پہنچے"

تاریخ خمیس جلد ۱ صفحہ ۴۲۳ حوالہ صحیح بخاری

جب لڑائی میں دشمن کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اور دشمن شکست کھا کر میدان چھوڑنے پر مجبور ہو گیا تو مسلمان مال غنیمت پر ٹوٹ پڑے۔ درہ کوہ کے محافظوں نے جب مال غنیمت لٹتے دیکھا تو ان سے رہا نہ گیا۔ عبداللہ ابن جبیر نے انہیں پیغمبر کا حکم یاد دلایا۔ مگر دس سے بھی کم آدمیوں کے علاوہ کسی نے بھی اس کی بات نہ سنی اور نہ مانی اور مال غنیمت لوٹنے کے لئے دوڑ پڑے ابن جریر طبری لکھتے ہیں کہ

"جعلوا یقولون الغنیمة الغنیمة فقال عبداللہ مهلا اما علمتم ما عهد الیکم رسول اللہ صلعم فابوا فانطلقوا"

تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۱۹۳

یعنی ان لوگوں نے غنیمت غنیمت پکارنا شروع کردیا۔ عبداللہ نے کہا ٹھہرو۔ کیا تمہیں رسول اللہ صلعم کا فرمان یاد نہیں ہے۔ مگر انہوں نے ٹھہرنے سے انکار کردیا اور مال غنیمت لوٹنے کے لئے چل دیئے۔ درہ کو خالی دیکھ کر خالد ابن ولید جو اس وقت کفار کے لشکر میں شامل تھا۔ چکر کاٹ کر درہ پر پہنچ گیا۔ اور درہ پر موجود محافظوں کو قتل کرکے جھنڈے لہراتا ہوا میدان احد میں وارد ہو گیا یکایک دشمن کو آتے ہوئے دیکھ کر مسلمانوں نے راہ فرار اختیار کرلی۔ صرف حضرت علی، حضرت حمزہ، مصعب ابن عمیر اور چند انصار حضور کے سامنے اپنی جان نثاری کا ثبوت دیتے

رہے اور [illegible] مسلمان آنحضرت کے سامنے داد شجاعت دیتے ہوئے شہید ہوگئے جن میں [illegible] آنحضرت کے رشتہ دار بنی ہاشم سے تعلق رکھتے تھے اور باقی سب انصار تھے۔ لیکن [illegible] مسلمانوں نے بھاگتے ہوئے مڑ کر بھی نہیں دیکھا۔ ابن جریر طبری لکھتے ہیں۔

"[illegible] اصحابه ودخل بعضهم المدينة وانطلق بعضهم فوق الجبل الى الصخرة فقاموا عليها وجعل رسول الله يدعو الناس الى عباد الله الى عباد الله" (تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۲۰۱)

آنحضرت کے ساتھی آپ کو چھوڑ کر چل دیئے ان میں سے کچھ تو مدینہ پہنچ گئے۔ کچھ پہاڑ کے اوپر چڑھتے چلے گئے۔ اور سب سے اوپر چٹان پر جاکر کھڑے ہو گئے اور پیغمبر صلعم انہیں آوازیں دیتے رہے: اے بندگان خدا میرے پاس آؤ اے اللہ کے بندو میرے پاس آؤ"

قرآن مجید میں بھی پہاڑ پر چڑھنے والے ان مسلمانوں کا تذکرہ ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے"

"اذ تصعدون ولا تلوون على احد والرسول يدعوكم في اخراكم" (آل عمران۔ ۱۵۳)

اور اس وقت کو یاد کرو جب تم پہاڑ پر چڑھے چلے جارہے تھے اور رسول تمہیں آوازیں دے رہے تھے اور تمہیں پکار کر بلا رہے تھے مگر تم کسی کو مڑ کر بھی نہ دیکھتے تھے۔

طبری نے پہاڑ کی چوٹی پر چڑھنے والے مسلمانوں کی باہمی گفتگو بھی اپنی تاریخ میں نقل کی ہے اور پہاڑ کی چوٹی پر بیٹھے ہوئے افراد کے نام بھی لکھے ہیں وہ لکھتے ہے۔

"قال بعض اصحاب الصخرة ليت لنا رسولا الى عبد الله ابن ابي فياخذ لنا امنة من ابي سفيان يا قوم ان محمد قد قتل فارجعوا الى قومكم قبل ان ياتوكم فيقتلوكم" (تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۲۰۱)

[illegible] والوں میں سے کچھ لوگوں نے کہا کاش ہمیں کوئی قاصد مل جاتا جسے ہم عبداللہ ابن ابی کے پاس بھیجتے جو ہمارے لئے ابو سفیان سے امان کی درخواست کرتا۔ اے لوگو محمد تو [illegible]

ہو گئے۔ اب اپنی قوم (قریش کے دین) کی طرف واپس چلو قبل اس کے کہ وہ آئیں اور ہمیں قتل کردیں۔ قرآن کریم میں بھی خدا نے انکی باتوں کو اپنے الفاظ میں اس طرح سے بیان کیا ہے کہ:

"ثم انزل عليكم من بعد الغم امنة نعاسا يغشى طائفة منكم، وطائفة قد اهمتهم انفسهم يظنون بالله غير الحق ظن الجاهلية" (آل عمران ۱۵۴)

پھر خدا نے (اس شکست اور) رنج کے بعد تم پر اطمنان کی حالت طاری کی جس سے ایک گروہ

کو (جو سچے ایماندار تھے) گہری نیند آگئی۔ اور ایک گروہ کو جس کو اس وقت بھی اپنی جان کے لالے پڑے ہوئے تھے۔ (خواہ مخواہ) خدا کے ساتھ زمانہ جاہلیت کی ایسی بدگمانیاں کرنے لگے اور اس سے پہلے واضح طور پر بیان کیا گیا کہ وہ مسلمان محمدؐ کے قتل کا بہانہ کر کے دین سے پھر جانے کی سوچ رہے تھے چنانچہ فرماتا ہے کہ :

ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم، و من ینقلب علی عقبیہ فلن یضر اللہ شیأ یجزی اللہ الشاکرین" آل عمران ۱۴۴

محمدؐ تو ہر حال میں رسول ہیں۔ ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں پس اگر وہ مر جائیں یا قتل کر دیئے جائیں تو کیا تم اپنے پچھلے پاؤں پلٹ جاؤ گے (یعنی سابقہ دین اختیار کر لو گے) اور جو اپنے پچھلے پاؤں پلٹ جائے گا اور (دین اسلام سے پھر جائیگا) تو وہ خدا کا تو کچھ نہ بگاڑیگا اور عنقریب خدا شکرا دا کرنے والوں کو جزا دیگا۔ قرآن کریم کی ان آیات سے واضح طور پر ثابت ہے کہ طبری نے جو پہاڑ کی چوٹی پر کھڑے ہوئے مسلمانوں کی گفتگو نقل کی ہے اور عبداللہ ابن ابی کے ذریعے ابو سفیان سے پناہ لینے کی خواہش ظاہر کی ہے اور یہ کہ "اے لوگو محمد تو قتل ہو گئے اب اپنی قوم قریش کی طرف واپس چلو" اس سے مراد اگی یہ تھی کہ اسلام کو چھوڑ کر اپنا پچھلا دین اختیار کر لو۔ اگر مسلمان پیغمبر کی اطاعت سے انحراف نہ کرتے اور پیغمبر کے حکم کی تعمیل کرتے رہتے اور مال دنیا کے لالچ میں غنیمت کے لوٹنے میں مصروف نہ ہو جاتے اور درہ کے محافظ بھی اپنا مورچہ نہ چھوڑتے۔ تو شکست کا کوئی امکان ہی نہیں تھا۔ یہ سب کچھ مال دنیا کی محبت نے انہیں یہ دن دکھایا۔ چنانچہ قرآن مجید میں خدا نے ان کے دنیا طلب ہونے کو واضح الفاظ میں بیان کیا ہے۔ "ومنکم من یرید الدنیا ومنکم من یرید الآخرہ" تم میں سے کچھ لوگ تو صرف دنیا کے طلبگار ہیں۔ اور کچھ لوگ آخرت کے خواستگار ہیں اس آیت میں زمانہ پیغمبر میں مسلمانوں کی دونوں قسموں کا بیان ہو گیا۔ ان کا بھی جو دنیا کے طالب تھے اور انکا بھی جو آخرت کے خواستگار تھے۔ چنانچہ مورخ شہیر طبری نے ابن مسعود کے حوالہ سے ان کی دنیا طلبی کو بیان کرتے ہوئے اسطرح لکھا ہے انہوں نے فرمایا:

"ماشعرت ان احد من اصحاب النبی کان یرید الدنیا و عرضھا حتی کان یومئذ"

تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۱۹۳

یعنی مجھے اس بات کا خیال تک بھی نہیں تھا کہ پیغمبر کے ساتھیوں میں سے کوئی دنیا کا طالب اور

مال دنیا کا پرستار بھی ہو سکتا ہے۔ یہاں تک کہ یہ احد کا دن دیکھنے میں آیا۔ پس ثابت ہو گیا کہ پیغمبر کے زمانے میں منافقین کے علاوہ دوسرے مسلمانوں میں بھی اس قسم کی تقسیم تھی کہ کچھ مسلمان دنیا کے طالب اور مال دنیا کے پرستار تھے اور کچھ مسلمان پورے خلوص کے ساتھ آخرت کے خواستگار تھے اور کچھ مسلمان سراسر قضا و قدر الہی کے آگے سر تسلیم خم کر دینے والے تھے۔ لیکن مذکورہ اقسام کے علاوہ نہ تو آنحضرتؐ کے زمانے میں کوئی سنی نام کا فرقہ موجود تھا اور نہ ہی کوئی شیعہ نام کا فرقہ موجود تھا اور مسلمان کی یہ چاروں اقسام منافقین سمیت سب کی سب مسلمان ہی کہلاتی تھیں البتہ پیغمبر اکرمؐ اپنے زمانہ حیات میں اکثر حضرت علی کو مخاطب کر کے فرمایا کرتے تھے کہ :

اے علی تم اور تمہارے شیعہ ہی کامیاب ہونے والے ہیں۔

اے علی تم اور تمہارے شیعہ ہی جنت میں جانے والے ہیں۔

اے علی تم اور تمہارے شیعہ ہی خیر البریہ ہیں۔ اور اسکی تفصیل آگے آتی ہے۔

اسلام میں سب سے پہلے شیعہ نام کس نے رکھا

ہمارے اب تک کے بیانات سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ پیغمبر اکرم صلعم کی زندگی کے آخری دن تک مسلمانوں میں نہ تو کوئی سنی نام کا فرقہ تھا۔ اور نہ ہی کوئی شیعہ نام کا کوئی فرقہ تھا بلکہ سب کے سب کلمہ گو مسلمان کہلاتے تھے۔ البتہ سارے مسلمان اپنے طرز عمل اور قلبی کیفیت کی بنا پر وہ سب مسلمان کہلاتے کے باوجود کوئی منافق تھا کوئی دنیا کا طالب اور مال دنیا کا طلبگار تھا کوئی آخرت کا خواستگار تھا اور کوئی قضاء و قدر والہی کے آگے سراسر، سر تسلیم خم کرنے والا تھا۔ لیکن پیغمبر گرامی اسلام کی زبان مبارک سے بیان کردہ بہت سی صحیح احادیث ہیں جو ہم تک پہنچی ہیں ان میں کئی بار اور اکثر مقامات پر پیغمبر اکرمؐ نے حضرت علی سے مخاطب ہو کر یہ فرمایا تھا کہ :

"یا علی انت وشیعتک ھم الفائزون فی الجنۃ"

اے علی تم اور تمہارے شیعہ ہی جنت میں جائیں گے۔ یہ احادیث پیغمبر صلعم متفق علیہ ہیں اور کئی طریقوں سے وارد ہوئی ہیں اور اکثر بزرگ علمائے اہل سنت نے انکو اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے ہم نمونہ کے طور پر صرف چند احادیث جو مختلف طریقوں سے بیان ہوئی ہے ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

نمبر ۱: معروف عالم اہل سنت ابن حجر عسقلانی اپنی کتاب صواعق محرقہ میں لکھتے ہیں کہ:
"اخرج احمد فی المناقب انہ قال لعلی، اما ترضی انک معی فی الجنۃ والحسن والحسین وذریتنا خلف ظہورنا وازواجنا خلف ذریتنا وشیعتنا من ایماننا وشمائلنا"

صواعق محرقہ جلد ۱ صفحہ ۱۵۹

یعنی امام احمد حنبل نے اپنی کتاب مناقب میں یہ روایت نقل کی ہے کہ پیغمبرؐ نے حضرت علی سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کیا تمہیں یہ بات پسند نہیں ہے کہ تم اور حسن اور حسین جنت میں میرے ساتھ ہونگے اور ہماری ذریت ہمارے پیچھے پیچھے ہوگی۔ اور ہماری ازواج ہماری ذریت کے پیچھے پیچھے ہونگی اور ہمارے شیعہ ہمارے دائیں بائیں۔

نمبر ۲"۔ اخرج الدیلمی۔ یا علی ان اللہ قد غفر لک ولذریتک ولولدیک ولاھلک ولشیعتک"
یعنی دیلمی نے آنحضرت سے اسطرح روایت کی ہے کہ آپ نے حضرت علی سے فرمایا اے علی خدا تعالیٰ نے تجھے، اور تیری ذریت کو اور تیری اولاد کو اور تیرے اہل کو اور تیرے شیعوں کو بخش دیا ہے۔

نمبر ۳۔ ابن حجر عسقلانی ایک آیت کی تفسیر کے ذیل میں لکھتے ہیں
"الایۃ الحادیہ عشرۃ قولہ تعالیٰ: ان الذین آمنوا و عملوا الصلحات اولئک ہم خیر البریۃ
اخرج الحافظ جمال الدین الذرندی عن ابن عباسؓ ان ھذہ الایۃ لما نزلت قال (ص) لعلی۔ ھو انت وشیعتک"

گیارھویں آیت خدا کا یہ ارشاد ہے: کہ بیشک جو لوگ ایمان لائے۔ اور انہوں نے نیک عمل کئے وہ "خیر البریۃ" ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی تو پیغمبر (ص) نے حضرت علیؑ سے فرمایا (اے علی) "خیر البریۃ" (بہترین آدمی) تم اور تمہارے شیعہ ہیں

نمبر ۴ علامہ جلال الدین سیوطی اپنی تفسیر الدر المنثور میں مذکورہ آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں
"واخرج ابن عساکر عن جابر بن عبداللہ قال کنا عند النبی (ص) فاقبل علی، فقال النبی (ص) والذی نفسی بیدہ ان ھذا وشیعتہ لھم الفائزون یوم القیامۃ۔ ونزلت ان الذین آمنوا و عملوا الصلحات اولئک ھم خیر البریۃ۔ فکان اصحاب النبیؐ اذا اقبل علی قالوا جاء خیر البریۃ"

صواعق محرقہ جلد ۱ صفحہ ۱۵۹

یعنی بزرگ صحابی پیغمبر جابر ابن عبداللہ انصاری فرماتے ہیں کہ ہم پیغمبر صلعم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ علی تشریف لائے پیغمبر اکرم صلعم نے فرمایا۔ اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے یہ علی اور اس کے شیعہ ہی روز قیامت نجات پانے والے ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ بیشک جو ایمان لائے اور عمل صالح انجام دیئے وہ خیر البریہ ہیں اس کے بعد جب بھی علی آتے ہوئے دکھائی دیتے تو اصحاب پیغمبر کہتے کہ خیر البریہ آرہے ہیں۔

نمبر ۵۔ واخرج ابن مردویہ عن علی قال قال الی رسول اللہ ص الم تسمع قول اللہ: ان الذین آمنو و عملوا الصلحات اولئک ھم خیر البریہ۔ انت وشیعتک، وموعدی و موعد کم الحوض۔ اذا جئت الامم للحساب تدعون غرا محجلین"

"ابن مردویہ حضرت علی سے روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر اکرمؐ نے مجھ سے فرمایا کہ تم نے خدا کا یہ قول نہیں سنا: وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل صالح بجالائے وہ خیر البریہ ہیں۔ اے علی یہ خیر البریہ تم اور تمہارے شیعہ ہیں۔ اور میری اور تمہاری وعدہ گاہ حوض ہے۔ جب تمام امتیں قیامت کے دن حساب کے لئے لائی جائیں گی۔ اس دن میری اور تمہاری ملاقات حوض پر ہوگی اور تمہیں غرا محجلین یعنی سفید چہرے والے کہ کر پکارا جائے گا۔

مذکورہ تمام روایات اہل سنت کے طریقہ سے بیان کی گئی ہیں ان کے علاوہ اور بھی بہت سی روایات اہل سنت کے یہاں مختلف طریقوں سے روایت کی گئی ہیں۔ اور ہم نے بطور نمونہ مذکورہ چند روایات نقل کی ہیں۔ پس اس بات میں ذرا بھی شک نہیں ہے کہ لفظ شیعہ پیغمبر اکرم صلعم کی زبان مبارک سے بیان ہوا ہے اور اس لفظ کو خود آنحضرت نے پیروان علی کے لئے استعمال کیا ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ وہ ہستی جس نے پیروان علی کے لئے شیعہ کا لقب استعمال کیا وہ پیغمبر گرامی اسلام۔ ص۔ کی ذات گرامی تھی۔ اور یہ احادیث بزرگان اہل سنت کے نزدیک قطعی طور پر صحیح ہیں۔ اور انہوں نے ان احادیث کو نہ تو رد کیا اور نہ ہی جھٹلایا بلکہ یہ کہا کہ وہ شیعہ ہم یعنی اہل سنت ہیں چنانچہ ابن حجر عسقلانی نے اپنی کتاب صواعق محرقہ میں شیعوں کے فضائل میں مذکورہ روایات نقل کرنے کے بعد یہ لکھا ہے کہ:

"شیعۃ اہل البیت ھم اہل السنۃ"

یعنی اہل بیت کے شیعوں سے مراد اہل سنت ہیں۔ اور مدرسہ دیوبند کے رہنما مولانا رشید احمد گنگوہی نے یہ کہا ہے کہ:

مائم شیعہ اولیٰ واحادیث کہ در فضل شیعہ واردواند مورد آں ماہستیم نہ روافض،
یعنی شیعہ اولیٰ ہم ہیں۔ اور وہ احادیث جو شیعوں کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں۔ وہ ہماری شان میں بیان ہوئی ہیں۔ وہ رافضیوں کی شان میں بیان نہیں ہوئیں۔ اور اہل سنت کے بزرگ عالم شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے اپنی کتاب تحفہ اثنا عشریہ میں شیعوں کی اقسام بیان کرتے ہوئے ایک قسم شیعہ مخلصین کی بیان کی ہے اور خود کو ان شیعہ مخلصین میں سے قرار دیا ہے۔ البتہ وہ یہ کہتے ہیں کہ جب رافضیوں نے خود کو شیعہ کہلوانا شروع کر دیا تو ہم نے اپنا نام اہل سنت والجماعت رکھ لیا۔ اور اس بات کی تحقیق آگے چل کر بیان کی جائیگی لیکن وہ حضرات جو چیخ چیخ کر یہ بیان کرتے نہیں تھکتے کہ شیعہ فرقہ پیدا کردہ عبد اللہ بن سبا یہودی کا ہے۔ وہ دیکھیں گے کہ پیروان علی کا شیعہ نام عبد اللہ بن سبا یہودی نے نہیں بلکہ خود پیغمبر گرامی اسلام۔ ص۔ نے رکھا تھا۔ اور اس وقت عبد اللہ بن سبا یہودی کا کہیں نام و نشان تک نہ تھا۔ اس مقام پر ایک اور بات جو خاص طور پر قابل غور ہے وہ یہ ہے کہ اس وقت جب آنحضرتؐ نے یہ احادیث بیان فرمائیں۔ نہ تو شیعہ نام کا کوئی فرقہ موجود تھا اور نہ ہی سنی نام کا کوئی فرقہ تھا بلکہ اس وقت سب کے سب کلمہ گو مسلمان ہی کہلاتے تھے۔ زیادہ سے زیادہ کوئی اپنے طرز عمل اور قلبی حالت کی وجہ سے منافق تھا۔ کوئی اپنے طرز عمل اور قلبی رجحان کی وجہ سے دنیا کا طلبگار شمار ہوتا تھا۔ کوئی اپنے طرز عمل اور قلبی میلان کی وجہ سے آخرت کا چاہنے والا دکھائی دیتا تھا۔ اور کوئی سراسر قضا و قدر الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کرنے والا تھا۔ لیکن ظاہری طور پر کلمہ گو ہونے کی حیثیت سے سب کے سب مسلمان ہی کہلاتے تھے۔ پس آنحضرت کا حضرت علی سے "انت وشیعتک" کہنا نہ تو اس بناء پر تھا کہ اس وقت کوئی شیعہ نام کا فرقہ موجود تھا۔ اور نہ ہی کسی ایسے شیعہ نامی فرقہ کی پیشین گوئی تھا۔ جو من حیث الفرقہ، سارا کا سارا شیعہ نامی فرقہ، جنت میں جانے کا حقدار ہو بلکہ اس سے پیغمبر کی مراد حتمی طور پر معنوی اعتبار سے شیعہ یعنی پیرو تھا۔ جو، حضرت علی کی سنت ان کے طریقہ اور انکی منہاج پر چلے۔ خواہ وہ پیروی کرنے والا، انکی سنت، ان کے طریقہ اور انکی منہاج پر چلنے والا، ایک ہی شخص ہو۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے قرآن میں حضرت ابراہیم کو حضرت نوح کا شیعہ کہا ہے۔ " ان من شیعتہ لابراھیم "یعنی حضرت ابراہیمؑ حضرت نوح کے شیعوں میں سے تھے۔ تو جس طرح قرآن کی اس آیت میں "من شیعتہ" سے مراد کوئی شیعہ نام کا

فرقہ نہیں ہے بلکہ ایک اولوالعزم پیغمبر کی منہاج، انکی سنت اور ان کے طریقہ پر چلنے اور ان کے طرز عمل کی پیروی کرنے کی بناء پر خدا تعالیٰ نے قرآن میں حضرت ابراہیم کو حضرت نوح کا شیعہ کہا ہے۔ پس ان احادیث کے ذریعہ جن میں حضرت علی کے شیعوں کی نجات، انکے جنت میں جانے، روز قیامت کامیاب ہونے اور انکے خیر البریہ ہونے کو بیان کیا گیا ہے، آنحضرتؐ نے حضرت علی کی حیثیت کو اجاگر کیا ہے۔ اور اپنی امت کو یہ بتلایا ہے کہ میرے بعد ہدایت کے لئے انکی اطاعت، انکی اتباع اور انکی ہی پیروی واجب ہے کیونکہ پیغمبر اکرم کی زندگی میں تمام مسلمانوں پر پیغمبر۔ ص۔ ہی کی اطاعت۔ انکی ہی اتباع۔ انکی ہی پیروی واجب تھی۔ اور خود حضرت علی آنحضرتؐ کے سب سے زیادہ اطاعت گذار سب سے زیادہ تابع دار سب سے زیادہ فرمانبردار اور سب سے بڑھ کر پیروی کرنے والے تھے۔ جنہوں نے اپنے ایک خطبہ میں پر زور الفاظ میں یہ فرمایا ہے: کہ میں نے ایک چشم زدن کیلئے بھی پیغمبر گرامی اسلام کی نافرمانی نہیں کی۔ پس پیغمبر۔ ص۔ کی اس حدیث کا واضح مطلب دراصل امت کو یہ بتلایا تھا کہ میرے بعد امام امت اور ہادی خلق حضرت علی ابن ابی طالب ہیں۔ اور انکی پیروی اور انکی اطاعت موجب ہدایت ہے۔ اور جو ہدایت پر ہو اس سے بڑھ کر اور کامیابی کیا ہوگی۔ اور یہ ہدایت یافتہ ہونا اور ہدایت پر چلنا ہی تو ہے۔ جو جنت کی کلید ہے۔ اور پیغمبر گرامی اسلام صلعم نے اپنی زندگی میں حضرت علی کی اس حیثیت کو بار بار اکثر مقامات پر مختلف طریقوں سے امت کو پہنچا دیا ہے۔

پیغمبر صلعم نے اپنی امت کے سامنے حضرت علی کی ہادیانہ حیثیت کو کامل طور سے پہنچوادیا تھا

حضرت علی کی امامت وخلافت ووصایت اور پیغمبر کے بعد ان کی ہادیانہ حیثیت کو بیان کرنے والی احادیث فریقین یعنی اہل سنت والجماعت اور اہل تشیع کے یہاں اتنی زیادہ ہیں کہ ان کے بیان کیلئے ایک علیحدہ ضخیم کتاب کی ضرورت ہے۔ لیکن ہم نمونہ کے طور پر اس عنوان کے تحت صرف اہل سنت والجماعت کے یہاں بیان کردہ اس موضوع کی چند احادیث ذیل میں نقل کرتے ہیں:

آنحضرتؐ نے فرمایا "اوحی الی ثلاث انہ سید المسلمین وامام المتقین وقاعد المحجلین"
یعنی مجھے علی کے بارے میں تین باتیں بذریعہ وحی بتلائی گئی ہیں کہ علی مسلمانوں کے سردار

ہیں، متقین کے امام ہیں، اور روشن جبیں نمازیوں کے قائد ہیں اس حدیث کو امام حاکم نے مستدرک جلد ۳ صفحہ ۱۳۸ پر درج کیا۔ بار وردی۔ ابن قانع ابو نعیم نے بھی اسے نقل کیا اور علامہ متقی نے کنزالعمال میں جلد ۶ صفحہ ۱۵۱ حدیث نمبر ۲۶۲۸ میں لکھا ہے۔ اس حدیث کی اہم بات یہ ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ یہ جو کچھ میں نے بیان کیا ہے اس کی خدا نے مجھے وحی کی ہے

نمبر ۲:۔ آنحضرت نے فرمایا: "اول من یدخل من ھذا الباب امام المتقین و سید المسلمین و یعسوب الدین و خاتم الوصیین و قائد الغر المحجلین" یعنی پہلا وہ شخص جو اس دروازے سے داخل ہوگا وہ متقین کا امام۔ مسلمانوں کا سردار۔ دین کا امیر۔ اوصیاء کا خاتم اور روشن پیشانی والوں کا قائد ہے "سب سے پہلے حضرت علی آئے رسول اللہ صلعم نے دیکھا تو آپ کا چہرہ کھل گیا۔ دوڑ کر علی کو گلے سے لگالیا اور آپ کی پیشانی کا پسینہ پونچھتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے۔ تم میری طرف سے حقوق ادا کروگے۔ تم میرا پیغام لوگوں تک پہنچاؤگے اور میرے بعد جب اختلافات پڑیں گے تو تم ہی راہ حق واضح کروگے"

حلیۃ الاولیا ابو نعیم اصفہانی
و شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید معتزلی
جلد ۳ صفحہ ۴۵۰

نمبر ۳۔ آنحضرت نے فرمایا: "یا معشر الانصار الا ادلکم علی ما ان تمسکتم بہ لن تضلوا بعدہ ابدا ھذا فاحبوہ بحبی و اکرموہ بکرامتی فان جبرئیل امرنی بالذی قلت لکم عن اللہ عزوجل"
اے گروہ انصار میں تمہیں ایسی چیز نہ بتادوں کہ اگر تم اسے مضبوطی سے تھامے رہو تو کبھی گمراہ نہ ہو۔ دیکھو یہی علی وہ ہیں۔ تم مجھے جس طرح محبوب رکھتے ہو انہیں بھی اسی طرح محبوب رکھنا اور جس طرح میری عزت کرتے ہو ان کی بھی کرنا۔ یہ بات میں اپنے جی سے نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ امین وحی جبرئیل خدا کی طرف سے یہ حکم لے کر آئے ہیں۔

معجم کبیر طبرانی و
کنزالعمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۷ حدیث ۲۶۲۵
شرح ابن ابی الحدید جلد ۳ صفحہ ۴۵۰

کتنا واضح الفاظ میں پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ جب تک تم علی کا دامن پکڑے رہو گے گمراہ نہ ہو

گے۔ پیغمبر صلعم کا یہ جملہ انتہائی طور پر قابل غور ہے۔ کہ میں نے جو کچھ کہا ہے یہ اپنے جی سے نہیں ہے بلکہ اسکا حکم جبرئیل امین خدا کے یہاں سے لیکر آئے ہیں۔

نمبر ۴۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ "علی باب علمی و مبین من بعدی لامتی ما ارسلت بہ حبہ ایمان و بغضہ نفاق"
"علی میرے علم کا دروازہ ہیں اور میں جن چیزوں کو لیکر مبعوث ہوا ہوں، میرے بعد یہی ان چیزوں کو میری امت سے بیان کرینگے۔ ان کی محبت ایمان ہے اور انکا بغض نفاق ہے"

کنزالعمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۶

نمبر ۵۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ "من اطاعنی فقد اطاع اللہ و من عصانی عصی اللہ و من اطاع علیا فقد اطاعنی و من عصی علیا فقد عصانی"
"جس نے میری اطاعت کی اسنے خدا کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے خدا کی نافرمانی کی۔ اور جس نے علی کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے علی کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی"

مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۱۲۱ و صفحہ ۱۲۸

نمبر ۶۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ "ان اللہ قد فرض علیکم طاعتی و نھاکم عن معصیتی و فرض علیکم طاعۃ علی بعدی و نھاکم عن معصیتہ"
پیغمبرؐ نے فرمایا۔ تحقیق خدا نے تمام مسلمانوں کے اوپر میری اطاعت فرض کی ہے۔ اور میری نافرمانی سے منع کیا ہے۔ اور اسی طرح سے خدا نے میرے بعد علی کی اطاعت تمام مسلمانوں پر فرض کردی ہے۔ اور اس کی نافرمانی سے منع کیا ہے۔

ینابیع المودۃ الجزء الاول باب ۴ صفحہ ۱۲۳
ریاض النضرہ الجزء الثانی باب الرابع فصل سادس صفحہ ۱۷۲
ارجح المطالب باب ۴ صفحہ ۵۹۵

نمبر ۷۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ "من اراد ان یحیی حیاتی و یموت میتی و یسکن جنۃ الخلد التی وعدنی ربی فلیتول علی ابن ابی طالب فانہ لن یخرجکم من ھدی و لن یدخلکم فی ضلالۃ"
"یعنی جو شخص میرا جینا، جینا چاہے اور میری موت مرنا۔ اور جنت خلد میں رہنا چاہے، جس کا خدا نے مجھ سے وعدہ کیا ہے۔ تو وہ علی کو اپنا حاکم مانے۔ کیونکہ وہ ہدایت سے تمہیں باہر نہ کر

یگے۔ اور گمراہی میں تمہیں داخل نہ کریگے"

کنز العمال جلد ۵ صفحہ ۱۵۴

اس حدیث کو طبرانی نے معجم کبیر میں اور
ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں بھی نقل کیا ہے۔

نمبر ۸۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ "من سرہ ان یحیی حیاتی ویموت مماتی ویسکن جنت عدن غرسھا ربی فلیتول علیا من بعدی ولیتول ولیہ ولیقتد باھل بیتی من بعدی فانھم عترتی خلقوا من طینتی ورزقوا فھمی وعلمی فویل للمکذبین من امتی القاطعین فیھم صلتی"
طبرانی نے معجم کبیر میں اور امام رافعی نے اپنے مسند میں بسلسلہ اسناد ابن عباس سے روایت کی ہے۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ حضرت رسول۔ ص۔ نے فرمایا:
"وہ شخص جسے یہ پسند ہو کہ میرا جینا جئے اور میری موت مرے اور جنت عدن میں ساکن ہو۔ وہ علی کو میرے بعد اپنا حاکم مانے اور پھر انکے بعد ہونے والے وارث کو اپنا حاکم مانے اور میرے بعد میرے اہل بیت کی پیروی کرے۔ کیونکہ وہ میری عترت ہیں۔ اور میری طینت سے پیدا ہوئے ہیں اور انہیں میرا فہم اور میرا علم عطا ہوا ہے۔ ھلاکت ہو اس کے لئے جو ان کے فضل کو جھٹلائے۔ اور ان کو مجھ سے جو قرابت ہے۔ اسکا خیال نہ کرے۔ خدا ایسے لوگوں کو میری شفاعت نصیب نہ کرے۔

اس حدیث کو متقی نے کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۲۱۷ پر نقل کیا ہے۔ منتخب کنز العمال پر حاشیہ مسند احمد بن حنبل میں جلد ۵ صفحہ ۹۴ پر ہے ابن ابی الحدید نے اپنی شرح کی جلد ۲ صفحہ ۴۵۰ پر اور امام احمد بن حنبل نے اس حدیث کو اپنی مسند اور کتاب مناقب میں بھی نقل کیا ہے۔

نمبر ۹۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ "من احب ان یحیی حیاتی ویموت میتتی ویدخل الجنۃ التی وعدنی ربی وھی جنت الخلد فلیتول علیا وذریتہ من بعدہ فانھم لن یخرجوکم من باب ھدی ولن یدخلوکم باب ضلالۃ"
یعنی جو شخص یہ چاہتا ہو کہ میرا جینا جئے اور میری موت مرے اور اس جنت میں داخل ہو جس کا وعدہ مجھ سے میرے پروردگار نے کیا ہے۔ یعنی جنت الخلد۔ وہ علی کو اور علی کے بعد انکی اولاد کو اپنا حاکم مانے کیونکہ وہ ہرگز ہدایت کے دروازے سے تمہیں باہر کرنے والے نہیں

ہیں اور نہ گمراہی کے دروازے میں داخل کرنے والے ہیں۔

کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۵
منتخب کنز العمال بر حاشیہ مسند جلد ۵ صفحہ ۳۲

نمبر ۱۰۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ "انا منذر وعلیؑ ھاد وبک یا علی یھتدی المھتدون من بعدی"
منذر سے مراد میں ہوں اور ھادی سے مراد علی ہیں۔ اور اے علی میرے بعد تم سے ہدایت لینے والے ہدایت پائینگے۔

ابو نعیم فی ما نزل فی القرآن فی علی و
شبلنجی نور الابصار صفحہ ۷۰
علی المتقی کنز العمال جز ۶ صفحہ ۱۵۷ حدیث ۲۶۳۱ ۲۶۳۵
ابن کثیر دمشقی البدایہ والنھایہ فی التاریخ
الجزاء السابع صفحہ ۳۵۷۔۳۵۸
الحاکم مستدرک علی الصحیحین الجزاء الثالث صفحہ ۱۲۹۔۱۳۰
تفسیر در المنثور سیوطی الجزء الربع صفحہ ۴۵
ینابیع المودت باب ۵۶ ص ۹۹۔۱۰۰

نمبر ۱۱۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔
"آئمہ میرے فرزند سے پیدا ہونگے جس شخص نے ان آئمہ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی جس شخص نے ان آئمہ کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔ یہ حضرات مضبوط رسی ہیں اور اللہ کی طرف جانے کا وسیلہ ہیں:
اردو ترجمہ ینابیع المودت صفحہ ۷۳۱ حدیث نمبر ۱۳

نمبر ۱۲۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔
"من مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتۃ الجاھلیۃ"
مسند امام احمد بن حنبل جلد ۳ صفحہ ۹۶

"یعنی جو مر گیا اور اس نے اپنے زمانے کے امام کو نہ پہچانا وہ جاہلیت کی موت مرا۔
اہل سنت والجماعت کی حدیث کی معتبر و مستند کتابوں میں اس موضوع پر اتنی حدیثیں بیان کی گئی ہیں کہ ان کے ہوتے ہوئے ہمیں اہل تشیع کے یہاں کی بیان کردہ مزید حدیثوں کو نقل

کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ لہذا ہم مذکورہ بارہ احادیث پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔ ان احادیث سے بخوبی ثابت ہو گیا ہے۔ کہ پیغمبر گرامی اسلام نے اپنی امت کے سامنے حضرت علی اور انکے بعد آنے والے اماموں کی ہادیانہ حیثیت کو واضح طور پر پہنچوا دیا تھا۔ اور یہ بھی بتلا دیا تھا کہ انکی کل تعداد کتنی ہوگی جسکا بیان آگے آتا ہے۔

پیغمبر صلعم کے بارہ جانشینوں کی پیشین گوئی

خداوند تعالیٰ نے پیغمبر گرامی اسلام کے بعد امت کو بالکل ہی بے مہار نہیں چھوڑا بلکہ پیغمبر کو اپنے دربار میں بلانے سے پہلے اپنے پیغمبر کے ذریعہ ان کی ہدایت کا بندوبست فرمایا اور مسلمانوں کی ہدایت کے لئے ان کی قیادت کا اعلان کر دیا اور واضح الفاظ میں بیان فرمایا کہ میرے بعد میری طرف سے کار ہدایت انجام دینے والے، میرے بارہ جانشین، بارہ خلیفہ، بارہ امام وہادی و پیشوا ور ہنما ہونگے اور امت مسلمہ کی قیادت کے لئے موجود رہینگے۔ اور اس موضوع کی احادیث بکثرت ہیں چنانچہ کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۶۰، ۶۲، ۹۸ و ۲۰۰ پر اس مضمون کی بہت سی احادیث پیغمبر اکرم صلعم سے بیان کی گئی ہیں۔ ہم ان میں سے صرف چند ایک احادیث ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

نمبر ۱۔ "یکون لھذہ الامۃ اثنا عشر خلیفہ"
یعنی اس امت کے لئے بارہ خلیفہ ہونگے۔

نمبر ۲۔ اہل سنت کے معروف عالم امام احمد بن حنبل نے بھی پیغمبر کی یہ حدیث جابر بن سمرہ سے انہی الفاظ میں نقل کی ہے جو اسطرح ہے:

"عن جابر ابن سمرہ قال سمعت النبیؐ یقول۔ یکون لھذہ الامۃ اثنا عشر خلیفہ"
جابر ابن سمرہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسول خداؐ کو کہتے ہوئے سنا کہ اس امت میں بارہ خلیفہ ہونگے۔

نمبر ۳۔ اہل سنت کے ایک اور معروف عالم شیخ سلیمان قندوزی بلخی حنفی نے بھی اپنی کتاب ینابیع المودت میں اس مضمون کی بہت سی احادیث نقل کی ہیں ان میں سے ہم دو احادیث ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

مسلم بن قیس ھلالی سلمان فارسیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نبی صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا امام حسینؑ آپ کے زانوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ آنحضرتؐ آپ کی دونوں آنکھوں کو اور آپ

کے منہ پر بوسہ دے رہے تھے اور فرماتے تھے تو سردار ہے۔ تو سردار کا فرزند ہے۔ تو امام ہے تو امام کا فرزند ہے تو حجت ہے حجت کا بیٹا ہے۔ تو نو حجج کا باپ ہے۔ ان میں کا نواں قائم (عجل اللہ فرجہ) ہوگا۔
(اردو ترجمہ ینابیع المودت صفحہ ۳۱۶ حدیث نمبر ۵)

نمبر ۴۔ اور دوسری حدیث عبایہ سے اسطرح روایت ہے کہ:
عبایہ بن ربعیؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا: میں انبیا کا سردار ہوں اور علی اوصیاء کا سردار ہے۔ میرے بعد اوصیاء بارہ ہونگے ان میں پہلا علی ہوگا اور آخری قائم مھدی ہوگا
(اردو ترجمہ ینابیع المودت صفحہ ۳۱۶ حدیث نمبر ۷)

پیغمبر صلعم کی یہ حدیث کہ "میرے بعد بارہ جانشین، بارہ خلیفہ، بارہ وصی یا بارہ امام ہونگے" اہل سنت کی صحاح ستہ اور حدیث کی دوسری تمام معروف و مستند کتابوں میں اس کثرت سے نقل ہوئی ہیں۔ کہ اس کے لئے کسی میں بھی مجال انکار نہیں ہے۔ اور یہ حدیث اتنی مشہور، اتنی متواتر، اتنی صحیح اور اتنی مستند ہے کہ اہل سنت کے معروف عالم و مورخ و سیرت نگار مولانا شبلی نعمانی جیسے محقق و نقاد نے بھی اپنی کتاب سیرت النبی جلد سوم میں۔ جس میں انہوں نے پیغمبر کی طرف منسوب بہت سی احادیث و روایات پر جرح و تنقید کی ہے۔ اور ہر وہ حدیث جس پر انہیں انگلی رکھنے کی ذرا سی بھی گنجائش ملی ہے۔ اس پر تنقید و جرح اور رد و قدح کی ہے۔ لیکن اس حدیث کو انہوں نے بھی صحیح قرار دے کر اسے پیغمبر کی پیشین گوئیوں میں تحریر فرمایا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی کتاب سیرت النبی جلد ۳ میں ایک باب جو پیغمبر کی پیشن گوئیوں سے متعلق تحریر فرمایا ہے، اس باب میں "بارہ خلیفہ کی پیشن گوئی" کے عنوان کے تحت، صحیح مسلم اور ابی داؤد سے مختلف احادیث لکھنے کے بعد ان بارہ خلفا کا نام انہوں نے اس طرح لکھا ہے۔ "ابن حجر ابو داؤد کے الفاظ کی بناء پر خلفائے راشدین اور بنی امیہ سے جن کی خلافت پر امت کا اجماع رہا۔ یعنی نمبر ۱۔ حضرت ابو بکرؓ نمبر ۲۔ حضرت عمرؓ نمبر ۳۔ حضرت عثمانؓ نمبر ۴۔ حضرت علیؓ نمبر ۵۔ معاویہ۔ نمبر ۶۔ یزید۔ نمبر ۷ عبدالملک۔ نمبر ۸۔ ولید۔ نمبر ۹۔ سلیمان۔ نمبر ۱۰۔ عمر ابن عبدالعزیز۔ نمبر ۱۱۔ یزید ثانی۔ نمبر ۱۲۔ ہشام"

مذکورہ بارہ خلفا کا نام لکھنے کے بعد مولانا شبلی نعمانی طنز کے انداز میں لکھتے ہیں کہ:
"شیعہ فرقہ تو اس حدیث کی تشریح میں اپنے بارہ اماموں کو پیش کر دیگا۔"
سیرت النبی جلد ۳ صفحہ ۶۰۴۔۶۰۵

مولانا شبلی نعمانی نے یہ بالکل بجا اور صحیح فرمایا ہے کہ یہ پیغمبر اکرم صلعم کی ایک پیشین گوئی تھی۔ لیکن پیشین گوئی تو پیشین گوئی ہی ہوتی ہے۔ اور یہ جب ہی سچی کہلا سکتی ہے جب خلفاء تعداد میں صرف بارہ ہی ہوئے ہوں۔ نہ ایک کم ہو نہ ایک زیادہ ہو۔ کیونکہ اگر بارہ سے ایک بھی کم رہ جائے تب بھی یہی کہا جائے گا کہ پیغمبرؐ کی پیشین گوئی سچی ثابت نہیں ہوئی۔ اور اگر بارہ سے ایک بھی زیادہ ہو تب بھی پیغمبرؐ کی اس پیشین گوئی کو سچا نہیں کہا جا سکتا۔ در آنحالیکہ سینکڑوں ہی خلفاء کے نام سے حکومت کرنے والے بادشاہ ہوئے۔ اور اگر کسی مدعی نبوت کی کوئی پیشین گوئی سچی ثابت نہ ہو تو ہر کوئی جانتا ہے کہ دنیا کے تمام ارباب عقل و فہم اسے کیا کہتے ہیں۔ حق کی طرف سے آنکھیں بند کرنے کی اس سے بڑھ کر مثال اور کیا ہو گی۔ کہ اس کو پیغمبرؐ کی ایک پیشین گوئی بھی قرار دے رہے ہیں اور یہ کہتے ہیں اور مانتے ہیں کہ یہ پیغمبرؐ کی ایک پیشین گوئی ہے کہ میرے بعد میرے بارہ جانشین ہونگے۔ لیکن پیغمبرؐ کے حقیقی جانشینوں کو چھوڑ کر، جو امام برحق اور ہادی خلق تھے۔ سینکڑوں بادشاہوں اور حکمرانوں میں سے اپنی مرضی سے ایسے بارہ کو مان لیا۔ جن میں یزید جیسا فاسق و فاجر بھی شامل ہے۔ اور جن بادشاہوں کو چھوڑ دیا ان کے چھوڑ دینے کیلئے ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔ حالانکہ وہ سب کے سب بادشاہ یا حکمران خود کو خلیفہ ہی کہلاتے تھے۔ اور انکی حکومت میں رہنے والے مسلمان انہیں خلیفہ ہی کہتے تھے۔ اور ان میں سے کوئی بھی معصوم نہیں تھا۔ جس کے ہر حکم کی اطاعت واجب ہو۔ حالانکہ پیغمبرؐ کی اس حدیث میں جو اصبغ بن نباتہ سے مروی ہے۔ صاف بیان ہوا ہے۔ کہ وہ بارہ کے بارہ پاک اور معصوم ہیں وہ حدیث پیغمبرؐ اسطرح ہے۔

"اصبغ بن نباتہ عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلعم کو فرماتے ہوئے سنا: میں خود۔ علی، حسن، حسین اور حسین کے نو فرزند پاک اور معصوم ہیں۔

اردو ترجمہ ینابیع المودت صفحہ ۲۱۶ حدیث ۶

پیغمبر اکرم صلعم نے معصوم ہونے میں ان بارہ اماموں کے ساتھ خود کو بھی شامل کیا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ جیسا میں پاک و پاکیزہ، طاہر و مطہر اور معصوم ہوں۔ ایسے ہی وہ بارہ کے بارہ خلفاء و امام پاک و پاکیزہ طاہر و مطہر اور معصوم ہیں۔ اور آیہ تطہیر پیغمبرؐ کی اس حدیث کی تصدیق کرنے کیلئے کافی ہے۔ جو بالاتفاق اہل بیت کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اور انکی عصمت و طہارت کی گواہ ہے اور ان بارہ پاک اور معصوم اماموں کے نام حسب ذیل ہیں۔

نمبر ۱۔ حضرت علیؑ نمبر ۲۔ حضرت امام حسنؑ نمبر ۳ حضرت امام حسینؑ نمبر ۴۔ حضرت امام زین العابدینؑ نمبر ۵۔ حضرت امام محمد باقرؑ نمبر ۶۔ حضرت امام جعفر صادقؑ نمبر ۷۔ حضرت امام موسیٰ کاظمؑ نمبر ۸۔ حضرت امام علی رضاؑ نمبر ۹۔ حضرت امام محمد تقیؑ۔ نمبر ۱۰۔ حضرت امام علی نقیؑ۔ نمبر ۱۱۔ حضرت امام حسن عسکریؑ نمبر ۱۲۔ حضرت امام مہدی آخر الزماں۔ اہل سنت کی معتبر و مستند کتابوں میں ان بارہ اماموں کے بارے میں اتنی حدیثیں وارد ہوئیں کہ ان کے ہوتے ہوئے اہل تشیع کے یہاں سے کچھ نقل کرنے کی ضرورت نہیں ہے لہذا ہم ان ہی کی بیان کردہ صرف مذکورہ احادیث پر ہی اکتفا کرتے ہیں جنہیں ہم نے نمونے کے طور پر نقل کیا ہے

حضرت علیؑ کی حیثیت کے تعین کے بعد انکے شیعہ کا مطلب کیا ہے

جب ہم اچھی طرح سے غور کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے جو یہ فرمایا تھا کہ "اے علی تم اور تمہارے شیعہ ہی جنت میں جائیں گے" تو پیغمبرؐ کی اس سے مراد کوئی شیعہ نامی فرقہ نہیں تھا بلکہ اس سے مراد حضرت علیؑ کے لئے پیغمبرؐ کی بیان کردہ حیثیت کو تسلیم کر کے اور پیغمبرؐ کے بعد انکو جانشین پیغمبر، وصی رسول، امام برحق، اور معصوم عن الخطا، ہادی خلق مانتے ہوئے انکی اطاعت و پیروی کرتا تھا۔ اور ان کے طریقہ انکی سنت اور انکی منہاج پر چلتا تھا۔ چاہے انکو پیغمبرؐ کا حقیقی جانشین۔ پیغمبرؐ کے علوم کا وارث، وصی رسول، امام برحق اور معصوم عن الخطا ہادی خلق ماننے والا ایک ہی فرد ہو۔

پس اگر کچھ جلیل القدر اصحاب پیغمبرؐ نے آنحضرت صلعم کے ارشادات کو مانتے ہوئے حضرت علیؑ کی خلافت کو، ان کے پیغمبرؐ کا بلا فصل جانشین حقیقی ہونے کو، انکے وصی رسول ہونے کو، ان کو باب شہر علم نبی ہونے کو، انکو وارث علوم پیغمبرؐ ہونے کو، اور انکی امامت کو، اور انکے معصوم عن الخطا ہادی خلق ہونے کو مان لیا ہو۔ اور حضرت علیؑ کی سنت ان کے طریقہ اور انکی منہاج پر چلتے رہے ہوں، اور انکی اطاعت و اتباع کرتے رہے ہوں، تو اس میں کوئی بات خلاف عقل نہیں ہے۔ پس پیغمبر اکرم صلعم کے یہی جلیل القدر اصحاب جنہوں نے پیغمبرؐ کے ارشادات کے مطابق، پیغمبرؐ کے بعد حضرت علیؑ کو پیغمبرؐ کا جانشین حقیقی، وصی رسول، امام برحق اور ہادی خلق مانا اور انکے طریقہ انکی سنت انکی منہاج پر چلے یہی جلیل القدر اصحاب پیغمبر معنوی اعتبار سے شیعیان علیؑ تھے۔ ورنہ تاریخ گواہ ہے کہ بطور فرقہ کے

اس وقت بھی شیعہ فرقے کا بطور علیحدہ فرقہ کے کوئی وجود اور کوئی نام ونشان نہیں تھا اور نہ ہی اس وقت کوئی سنی نام کا فرقہ موجود تھا بلکہ سب ہی کلمہ گو مسلمان کہلاتے تھے۔

پیغمبر کے بعد قائم ہونے والی حکومت کی حیثیت

اہل سنت کے معروف مورخ طہٰ حسین مصری اپنی کتاب "الفتنۃ الکبریٰ" میں لکھتے ہیں کہ:
"قریش کی اکثریت بنی ہاشم سے خلافت اس خوف سے نکالنا چاہتی تھی کہ مبادا وہ انکی وراثت ہو جائے اور پھر قیامت تک قریش کے کسی دوسرے خاندان میں منتقل نہ ہو سکے"

کتاب حضرت عثمان ترجمہ الفتنۃ الکبریٰ صفحہ ۱۴۱

فاضل مصری مورخ کا مذکورہ بیان ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ اور اس مقصد کے لئے قریش کے سرکردہ افراد نے پیغمبر کی زندگی میں ہی کوششیں شروع کر دی تھیں۔ جس کا خود پیغمبر کو بھی علم تھا لہٰذا اسی وجہ سے حضرت علی کو اپنا خلیفہ، اپنا وصی، اپنا نائب، اپنے علم کا دروازہ امام برحق اور ھادی خلق مقرر کرنے کے باوجود آپ نے حضرت علی سے فرمایا تھا کہ:

"قال ضغائن فی صدور الاقوام لایبدو نھا لک الا من بعدی"

کنز العمال الجزء السادس صفحہ ۳۱۸

ریاض النضرہ الجزء الثانی الباب الرابع فصل ثامن صفحہ ۱۱۰

"یعنی اے علی لوگوں کے دلوں میں تیری طرف سے کینے اور عداوتیں بھری ہوئی ہیں جن کو وہ اب تو چھپائے ہوئے ہیں لیکن میرے بعد ظاہر کرینگے۔"

ایک اور حدیث میں آنحضرتؐ نے فرمایا۔ "یا علی ان الامۃ ستغدر بک من بعدی"

کنز العمال الجزء السادس صفحہ ۱۵۰

المستدرک علی الصحیحین حاکم الجزء الثالث صفحہ ۱۴۰۔۱۴۱

یعنی اے علی میرے فوراً بعد تمہارے ساتھ یہ امت دغا اور بغاوت کریگی۔

اسی قسم کی بہت سی احادیث پیغمبر اکرم صلعم سے مروی ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ پیغمبرؐ کو علم وہبی کے علاوہ قرائن و شواہد سے بھی یہ علم ہو چکا تھا کہ قریش کے سرکردہ افراد نے یہ کوششیں شروع کر دی ہیں کہ حکومت کو بنی ہاشم میں نہیں جانے دینگے۔

لیکن قابل غور بات یہ ہے کہ قریش کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ اگر بنی ہاشم میں حکومت و خلافت چلی گئی تو "پھر قیامت تک قریش کے کسی خاندان میں منتقل نہ ہو سکے گی"؟

اس سوال کا جواب انتہائی واضح ہے اور وہ یہ ہے کہ پیغمبر اکرم ص۔ نے بالفاظ واضح یہ بتلا دیا تھا۔ کہ ان کے بعد بارہ خلیفہ ہونگے۔ اور وہ پیغمبر کی عترت اہل بیت سے ہونگے۔ انکی اطاعت سب مسلمانوں پر فرض ہے اور انکی اطاعت و پیروی میں ہدایت ہے۔ اور یقینی طور پر اگر وہ پیغمبر کے بعد ان کے حقیقی جانشینوں، خلفاء اماموں اور ہادیوں کی اطاعت قبول کر لیتے تو ان کو ہدایت تو ملتی لیکن پھر ان کو حکومت نہیں مل سکتی تھی۔ جو بات طہٰ حسین مصری نے "الفتنۃ الکبریٰ" میں لکھی ہے یہی بات تاریخ طبری الجزء الخامس صفحہ ۳۸ و تاریخ حبیب السیر جلد اول جزء چہارم ص ۲۸ تاریخ ابی الفداء الجزء الاول صفحہ ۲۶ اور شرح ابن ابی الحدید معتزلی الجزء الثانی صفحہ ۴۰۹ میں بھی لکھی ہوئی ہے۔ قریش کا نظریہ مذکورہ تاریخوں میں اسطرح سے لکھا ہے کہ: "ان ولی علیکم بنی ہاشم لم تخرج منہا ابداً وما کانت فی غیرھم من قریش فدا ولتموھا بینکم" یعنی اگر بنی ہاشم تمہارے اوپر حاکم ہو گئے تو پھر یہ حکومت ان کے خاندان سے کبھی بھی نہیں نکلے گی۔ اور اگر ان کے علاوہ قریش میں سے کوئی اور حاکم ہوا تو یہ خلافت قریش میں ایک سے دوسرے کی طرف پھرتی رہے گی" تمام تاریخوں کے بیان سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ یہ صرف قریش تھے جنہوں نے پیغمبر اکرم ص۔ کے ارشادات کے باوجود یہ بات ٹھان لی تھی کہ چاہے کچھ ہو جائے بنی ہاشم میں حکومت نہیں جانے دیں گے اور اس کا مظاہرہ انہوں نے خود پیغمبر کے ساتھ اپنے طرز عمل سے شروع کر دیا تھا چنانچہ اہل سنت کے معروف عالم و مورخ و سیرت نگار مولانا شبلی نعمانی اپنی کتاب الفاروق میں لکھتے ہیں کہ:

"کتب سیر اور احادیث میں تم نے اکثر پڑھا ہوگا کہ بہت سے ایسے مواقع پیش آئے کہ جناب رسول اللہ صلعم نے کوئی کام کرنا چاہا یا کوئی بات ارشاد فرمائی تو حضرت عمر نے اس کے خلاف رائے ظاہر کی"

الفاروق شبلی حصہ دوم دوسرا مدنی ایڈیشن ۱۹۷۰ صفحہ ۵۳۶

مولانا شبلی کی اس عبارت سے جو باتیں معلوم ہوتی ہیں وہ یہ ہیں کہ:

۱۔ یہ بات سیرت اور احادیث کی اکثر کتابوں میں لکھی ہوئی ہے۔
۲۔ یہ بات ایک دو موقع کی نہیں بلکہ بہت سے مواقع ایسے پیش آئے ہیں۔
۳۔ کسی ایک بات یا کسی ایک کام پر نہیں بلکہ کوئی کام ہو یا کوئی بات ہو حضرت عمرؓ ہر بات پر

ہر کام پر مخالفت کرتے تھے۔

بہر حال اس کے بعد مولانا شبلی نعمانی کئی ایسے موارد کا ذکر کرنے کے بعد جن میں حضرت عمرؓ نے پیغمبر اکرم صلعم کے کسی کام یا کسی بات کی مخالفت کی تھی لکھتے ہیں کہ:

"ان تمام مثالوں سے تم خود اندازہ کر سکتے ہو کہ حضرت عمر ان باتوں کو منصب رسالت سے الگ سمجھتے تھے۔ ورنہ اگر اس امر کے علم کے کہ وہ باتیں منصب رسالت سے تعلق رکھتی تھیں ان میں دخل دیتے تو بزرگ ماننا تو در کنار۔ ہم ان کو اسلام کے دائرے سے بھی باہر سمجھتے۔ اس فرق مراتب کے اصول پر بہت سی باتیں جو مذہب سے تعلق نہیں رکھتیں اپنی رایوں پر عمل کیا"

الفاروق شبلی نعمانی حصہ دوم صفحہ ۵۳

دوسرا لندنی ایڈیشن ۱۹۷۰

علامہ شبلی نے صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت عمرؓ کے پیغمبرؐ سے اختلافات اور انداز گفتگو کے بارے میں صفائی دیتے ہوئے بھی اسطرح سے لکھا کہ:

حضرت عمرؓ کی یہ گفتگو اور خصوصا انداز گفتگو اگرچہ خلاف ادب تھا چنانچہ بعد میں ان کو سخت ندامت ہوئی اور اس کے کفارہ کیلئے روزے رکھے، نفلیں پڑھیں، خیرات دی، غلام آزاد کئے۔ تاہم سوال و جواب کی اصل بناء اس نکتہ پر تھی کہ رسول اللہ صلعم کے کونسے افعال انسانی حیثیت سے تعلق رکھتے ہیں اور کونسے رسالت کے منصب سے چنانچہ اس کی مفصل بحث کتاب کے دوسرے حصہ میں کرینگے۔

الفاروق شبلی نعمانی حصہ اول صفحہ ۹۸ ـ ۹۷

دوسرا لندنی ایڈیشن ۱۹۷۰

مولانا شبلی کی مذکورہ عبارت سے ثابت ہوا کہ حضرت عمرؓ پیغمبرؐ کی کسی بات یا کسی کام میں مخالفت کرتے ہوئے ادب کی حدود کو بھی پار کر جاتے تھے اور پھر کفارہ میں روزے رکھے اور نفلیں پڑھیں وغیرہ مگر مولانا شبلی یہ کہتے ہیں کہ اس کی اصل بناء اس نکتہ پر تھی کہ رسول اللہ صلعم کے کون سے افعال انسانی حیثیت سے تعلق رکھتے تھے اور کون سے رسالت کے منصب سے تھے۔ اور اس کتاب کے صفحہ نمبر ۵۳ پر جسے ہم نے اوپر نقل کیا ہے یہ لکھا ہے کہ۔ "حضرت عمرؓ ان باتوں کو منصب رسالت سے الگ سمجھتے تھے ورنہ اگر باوجود اس امر

کے علم کے کہ وہ باتیں منصب رسالت سے تعلق رکھتی تھیں ان میں دخل دیتے تو بزرگ ماننا تو در کنار ہم ان کو اسلام کے دائرے سے بھی باہر سمجھتے"

الفاروق شبلی حصہ دوم صفحہ ۵۳

حضرت عمرؓ کے پیغمبرؐ کے خلاف اکثر کاموں اور اکثر باتوں میں مخالفت کو دیکھتے ہوئے، علامہ شبلی نے اپنی اس کتاب الفاروق میں انکی صفائی کیلئے نبوت کا اسطرح سے تجزیہ کیا ہے "نبوت کی حقیقت کی نسبت عموما لوگ غلطی کرتے آتے ہیں اور اسلام کے زمانے میں بھی یہ سلسلہ بند نہیں ہوا۔ اکثروں کا خیال ہے کہ نبی کا ہر قول و فعل بھی خدا کی طرف سے ہوتا ہے بعضوں نے زیادہ ہمت کی تو صرف معاشرت کی باتوں کو مستثنےٰ کیا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ نبی جو حکم منصب نبوت کی حیثیت سے دیتا ہے وہ بے شبہ خدا کی طرف سے ہوتا ہے باقی امور وقت اور ضرورت کے لحاظ سے ہوتے ہیں تشریعی اور مذہبی نہیں ہوتے۔ اس مسئلہ کو جس قدر حضرت عمرؓ نے صاف اور واضح کر دیا کسی نے نہیں کیا۔ خراج کی تشخص، جزیہ کی تعین، ام ولد کی خرید و فروخت وغیرہ وغیرہ۔ مسائل کے متعلق امام شافعی نے اپنی کتابوں میں نہایت ادعا کے ساتھ احادیث سے استدلال کیا ہے۔ اور ان مسائل میں جہاں حضرت عمرؓ کا طرز عمل مختلف ہے بڑی دلیری سے ان پر قدح کی ہے۔ لیکن امام شافعی نے یہ نکتہ نظر انداز کیا کہ یہ امور منصب نبوت سے تعلق نہیں رکھتے"

الفاروق شبلی حصہ دوم ۵۰۳

دوسرا لندنی ایڈیشن صفحہ ۱۹۷۰

یہاں پر ایک سوال سامنے آتا ہے کہ بلاشبہ آنحضرت صلعم خدا کے برگزیدہ پیغمبر۔ خدا کے بھیجے ہوئے رسول۔ خاتم الانبیاء اور امام امت ہادی خلق تھے اور معصوم عن الخطاء تھے اور مدینہ آکر ظاہری اقتدار بھی آپکو حاصل ہو گیا تھا۔ گو اس میں بھی شک نہیں ہے کہ آپ ایک انسان اور بشر تھے۔ لیکن اگر ایک خدا کے برگزیدہ پیغمبر خدا کے مقرر کردہ رسول خاتم الانبیاء معصوم عن الخطاء، اور امام امت اور ہادی خلق کی محض اس بناء پر مخالفت جائز سمجھی جا سکتی ہے کہ ان کے خیال اور قیاس کے مطابق وہ کام یا وہ بات اس نے منصب نبوت و رسالت کی حیثیت سے نہیں کی تھی تو جو شخص نہ خدا کا مقرر کردہ نبی ہو، نہ رسول ہو اور نہ معصوم عن الخطاء ہو۔ اس غیر معصوم انسان کی کسی بات کو ماننے پر کسی کو کیسے مجبور کیا جا سکتا ہے اور مولانا

شبلی کی مذکورہ باتوں سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ ان کے خیال کے مطابق کہ حضرت عمرؓ پیغمبر صلعم کی جن باتوں اور جن کاموں کو منصب نبوت و رسالت سے الگ سمجھتے تھے ان باتوں اور ان کاموں میں پیغمبر کی اکثر مخالفت کیا کرتے تھے۔ پس چونکہ وہ حکومت کو منصب نبوت سے الگ سمجھتے تھے۔ اور اسے ایک عام انسان کی اور دوسری باتوں کی طرح کی ایک بات سمجھتے تھے لہذا انہوں نے اس بات کے باوجود کہ پیغمبرؐ نے علیؑ کی خلافت اور جانشینی کا اعلان کر دیا تھا اپنی جماعت کو یہ نعرہ دیا کہ وہ نبوت اور خلافت و حکومت کو ایک ہی خاندان میں نہیں جانے دینگے۔ اور اس نعرہ کی بدولت وہ خاندان نبوت سے حکومت نکالنے میں کامیاب ہو گئے۔ لہذا پیغمبر کے بعد قائم ہونے والی حکومت یقینی طور پر ایک دنیاوی حکومت تھی۔ جو انسانوں کی حکومت تھی اور انسانوں کی بنائی ہوئی تھی۔

پیغمبر صلعم کے بعد نئی حکومت قائم ہونے پر مسلمانوں کی تقسیم

پیغمبر اکرم صلعم کی رحلت کے بعد جب مسلمانوں نے اپنی حکومت قائم کر لی۔ تو مسلمانوں کی وہ تمام اقسام جو زمانہ پیغمبرؐ میں تھی وہ سب کی سب ختم ہو گئیں۔ یہاں تک کہ منافقین کا بھی کہیں کوئی نام و نشان نہ رہا اور سب کے سب لشکر اسلام کے مجاہدین میں شامل ہو گئے۔ البتہ اب دو قسم کے مسلمان معرض وجود میں آئے۔ ایک وہ جو حکومت کے طرف دار بن گئے اور دوسرے وہ جو حضرت علیؑ کو ارشادات پیغمبر کے مطابق حقیقی جانشین پیغمبر۔ خلیفہ رسول۔ وصی نبی۔ امام برحق اور ھادی خلق سمجھتے ہوئے ان کے دامن سے وابستہ رہے چاہے یہ کتنے بھی تھوڑے ہوں۔ بہر حال یہ بھی پیغمبر کے جلیل القدر اصحاب تھے۔ یہ صرف حضرت علیؑ کو ہی اپنا امام، رہبر، اپنا پیشوا مان کر ان کی پیروی کرتے رہے۔ اور ان کی سنت ان کی منہاج اور ان کے طریقہ کی پیروی کرتے رہے یہ معنوی اعتبار سے شیعیان علیؑ تو تھے۔ جیسا کہ حضرت ابراھیمؑ حضرت نوحؑ کے معنوی اعتبار سے شیعہ تھے۔ لیکن وہ شیعیان علیؑ اس زمانے میں دوسرے مسلمانوں کی طرح مسلمان ہی کہلاتے تھے اور انہوں نے علیحدہ سے نمایاں طور پر شیعہ فرقے کی حیثیت اختیار نہیں کی تھی۔ اور دوسرے مسلمان بھی جو حکومت کے ساتھ ہو گئے تھے اس وقت سنی نہیں کہلاتے تھے بلکہ جو مسلمان حکومت کے ساتھ ہو گئے تھے وہ بھی مسلمان ہی کہلاتے تھے اور جو حضرت علیؑ کو اپنا امام، اپنا رہبر، اپنا رہنما، اپنا پیشوا ھادی خلق مان کر ان کی پیروی کرتے تھے اور ان کی سنت، ان کی منہاج اور ان کے طریقے پر چلتے تھے وہ بھی مسلمان ہی کہلاتے تھے۔ حکومت کا ساتھ دینے والے حکومت کے اطاعت شعار اور طرف دار تھے اور حضرت علیؑ کو اپنا امام، اپنا رہبر، اپنا رہنما، اپنا پیشوا، ھادی خلق حقیقی جانشین پیغمبر اور وصی رسول مان کر ان کی سنت ان کی منہاج اور ان کے طریقہ کی پیروی کرنے والے خود حضرت علیؑ کی طرح گوشہ نشینی اختیار کر کے حضرت علیؑ کی منہاج اور ان کے طریقہ پر چلتے رہے۔ اور احکام شریعت میں ان کے فرمودات ان کے ارشادات اور ان کی ہدایات کے مطابق عمل کرتے رہے پس اس زمانہ میں حضرت علیؑ کی سنت ان کے طریقہ اور ان کی منہاج پر چلنا اور ان کے فرمودات ان

کے ارشادات اور ان کی ہدایات کے مطابق عمل کرنا ہی معنوی اعتبار سے شیعہ علیؑ ہونا تھا۔ ورنہ فرقے کے اعتبار سے اس وقت کوئی فرقہ شیعہ کے نام سے ظاہر طور پر پیدا نہ ہوا تھا اور نہ ہی حکومت کا ساتھ دینے والے اس وقت سنی یا سنت والجماعت کہلاتے تھے۔ یہ دونوں ہی گروہ اپنے اپنے مقام پر رہتے ہوئے مسلمان ہی کہلاتے تھے۔ جس طرح پیغمبر صلعم کی زندگی میں چاروں قسم کے مسلمان سب کے سب مسلمان ہی کہلاتے تھے۔

پیغمبر کے بعد قائم ہونے والی حکومت کے بارے میں حضرت علیؑ کی منہاج اور طریقہ کیا تھا؟

مسلمانوں کی تاریخ وحدیث کی اکثر معتبر و مستند کتابیں اس مضمون سے بھری پڑی ہے کہ پیغمبر نے اپنی حیات میں حضرت علیؑ کی جانشینی، ان کی خلافت ان کی وصایت، ان کی ولایت اور ان کی امامت کا اعلان کر دیا تھا۔ اور واضح الفاظ میں مسلمانوں کو اس بات سے آگاہ کر دیا تھا کہ جو علی اور ان کی ذریت میں ہونے والے آئمہ سے تمسک رکھے گا وہ کبھی گمراہ نہیں ہوگا۔ اور ان کی اطاعت اور پیروی میں وہ ہدایت پر رہے گا۔ اور تاریخ کی ہر مستند کتاب میں مرقوم ہے کہ پیغمبرؐ نے غدیر خم کے مقام پر ایک لاکھ سے زیادہ مسلمانوں کے مجمع میں حضرت علیؑ کی جانشینی اور انکی ولایت وامامت کا اعلان کیا تھا۔ اور تمام مسلمانوں نے حضرت علیؑ کو پیغمبر کا جانشین مقرر ہونے پر مبارک بادیاں دی تھیں۔ اور معروف شعراء نے اس واقعہ کو نظم کر کے اسی مجمع عام میں پیغمبرؐ کے سامنے سنایا تھا۔ اور جب پیغمبرؐ کے جلیل القدر صحابی حسان بن ثابت نے جو ایک معروف شاعر تھے اس واقعہ کو اشعار میں نظم کر کے آنحضرت کی خدمت میں پیش کیا تو آپ وہ اشعار سن کر بہت خوش ہوئے تھے۔ ہم ذیل میں حسان بن ثابت کے قصیدے کے چند اشعار نقل کرتے ہیں جو اس طرح ہیں۔

۱۔ ینادیھم یوم الغدیر نبیھم ☆ بخم واسمع بالرسول منادیا

۲۔ یقول فمن مولاکم وولیکم ☆ فقالوا ولم یبدو ھناک التعالیا

۳۔ الھک مولانا وانت ولینا ☆ ولم تر منافی الولایت عاصیا

۴۔ فقال قم یا علی فاننی ☆ رضیتک من بعدی اماما وھادیا

۵۔ فمن کنت مولاہ فھذا ولیہ ☆ فکونوا لہ انصار صدق موالیا

۶۔ ھناک دعا اللھم وال ولیہ ☆ وکن للذی عاد اعلیا معادیا

جن علماء کبار اور محققین باوقار نے حسان ابن ثابت کے اس قصیدے کو نقل کیا ہے انکی فہرست بہت طویل ہے۔ چنانچہ اہل سنت کے جن بزرگ علماء نے ان اشعار کو نقل کیا ہے ان میں۔ حافظ ابن نعیم اصفہانی۔ حافظ ابو عبداللہ مرزبانی۔ گنجی شافعی۔ جلال الدین سیوطی، سبط ابن جوزی اور صدر الدین حموی کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ترجمہ ان اشعار کا یہ ہے کہ:

۱۔ روز غدیر خم انکے نبی نے منادی کی۔ پس سنو رسول کیا کہتے ہیں خم کے مقام پر

۲۔ وہ کہتے ہیں کہ تمہارا کون مولا و آقا ہے۔ لوگوں نے جواب دیا اور کچھ دیر نہ لگائی

۳۔ کہ رسولؐ تمہارا خدا ہمارا مولا ہے اور تم ہمارے آقا ہو۔ اور تم ہم سے اطاعت میں کوتاہی نہ دیکھو گے۔

۴۔ پس آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے علی اٹھو۔ کیونکہ میں نے تم کو اپنے بعد امام اور ھادی منتخب کر لیا ہے۔

۵۔ پس جسکا میں مولا ہوں اسکا یہ علیؑ مولا ہے۔ صدق دل سے اس کی اطاعت کرو۔

۶۔ پھر دعا کی کہ یا اللہ دوست رکھ اسکو جو اسکو دوست رکھے۔ اور دشمن رکھ اسکو جو علیؑ کو دشمن رکھے۔ ان حالات میں ان مسلمانوں کا جو آخرت کے طلبگار تھے اور پیغمبر کے حکم کو واجب الاطاعت اور واجب الاتباع سمجھتے تھے۔ حضرت علیؑ کو اپنا امام، اپنا رہنما، اپنا پیشوا اور ھادی سمجھتے رہنا اور حضرت علیؑ کا خود کو پیغمبر کا جانشین حقیقی خلیفہ بلا فصل۔ امام برحق اور ھادی خلق سمجھنا ایک کھلی ہوئی حقیقت تھا اور جس کا کسی طرح سے بھی انکار ممکن نہیں تھا چنانچہ خود حضرت علیؑ نے غدیر خم کے اعلان کو اپنی امامت کا اعلان قرار دیا جیسا کہ آپ نے فرمایا:

کما ھارون من موسیٰ اخوہ ☆ کذاک انا اخوہ وذاک امی

کذاک اقامنی لھم اماما ☆ واخبرھم بہ بغدیر خم

(دیوان حضرت امیر المومنین)

یعنی جیسا کہ ھارون موسیٰ کے بھائی تھے۔ وہی منزلت مجھے پیغمبر سے حاصل ہے، اور میں انکا بھائی ہوں اور یہ میرا نام ہے اور جس طرح موسیٰ نے ھارون کو اپنا جانشین بنایا تھا اسی طرح پیغمبر اکرم صلعم نے مجھے امت کا امام بنایا ہے اور انہوں نے اسکا اعلان ان کے سامنے غدیر

خم کے مقام پر کر دیا تھا۔ پس حضرت علیؑ پیغمبر کے ان اعلانات کے مطابق اپنے آپ کو پیغمبر کا جانشین حقیقی۔ خلیفہ بلا فصل۔ امام برحق، وصی پیغمبر اور ہادی خلق سمجھتے تھے۔ اور چونکہ خدا صرف انکی اطاعت کا حکم دیتا ہے جنہیں وہ اپنی مخلوق کے لئے ھادی بناتا ہے جیسا کہ اس نے کہا ہے کہ:

"وان تطیعوہ تھتدوا"

اگر تم رسول کی اطاعت کروگے تو ہدایت پا جاؤ گے لہذا حضرت علیؑ جا طور پر خود کو مسلمانوں کے لئے واجب الاطاعت سمجھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب پیغمبرؐ کی رحلت کے بعد قائم ہونے والی حکومت نے حضرت علیؑ سے بیعت کا مطالبہ کیا تو آپ نے فرمایا:

"فقیل لہ بایع ابابکر فقال انا احق بھذا الامر منکم لا ابایعکم وانتم اولی بیعۃ لی اخذتم ھذا الامر من الانصار واحتججتم علیھم بالقرابۃ من النبی صلعم وتاخذوہ منا اھل البیت غصبا"

الامامت والسیاست باب لیایۃ علی کرم اللہ وجہہ بیعۃ ابی بکر رضی اللہ عنہ

ان (حضرت علیؑ) سے کہا گیا کہ ابوبکر کی بیعت کرو انہوں نے جواب دیا کہ بیعت کا میں تم سے زیادہ حق دار ہوں میں تمہاری ہرگز بیعت نہیں کروں گا۔ تم کو چاہیئے کہ تم میری بیعت کرو تم نے انصار سے یہ امر خلافت اس دلیل کے ساتھ لیا ہے کہ تم کو رسول اللہؐ سے قرابت ہے جو ان کو حاصل نہیں تھی۔ اور ہم اہل بیعت سے یہ امر خلافت غضب کر کے لیتے ہو۔ اور جب حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکر کی بیعت کے لئے سختی کے ساتھ مطالبہ کیا تو آپ نے فرمایا:

"قال واللہ یا عمر لا اقبل قولک ولا ابایعہ"

ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ دینوری کی الامامت والسیاست صفحہ ۱۹

یعنی اے عمر خدا کی قسم میں تمہاری بات نہیں مانوں گا۔ اور نہ ہی میں اسکی بیعت کرونگا"

پس حضرت علیؑ نے جو بات خدا کی قسم کھا کر کہہ دی تھی وہ اس پر قائم رہے اور خاموشی اختیار کر کے گوشہ نشین ہو گئے۔ ابن قتیبہ دینوری کی کتاب الامامت والسیاست کے علاوہ یہ واقعہ تاریخ کی تمام مستند کتابوں میں موجود ہے جن میں سے چند کے حوالے حسب ذیل ہیں"

تاریخ حبیب السیر جلد اجز ۳ صفحہ ۲

تاریخ طبری جز ۳ صفحہ ۱۹۹۔ ۲۰۲

شمس التواریخ صفحہ ۷۵۸

تاریخ ابو الفداء الجزء الاول صفحہ ۱۵۴

تاریخ ابن کثیر شامی الجزء الخامس صفحہ ۲۴۶

تاریخ الخمیس الجزء الثانی صفحہ ۱۸۵۔ ۱۸۶

و تاریخ کامل ابن اثیر وغیرہ وغیرہ۔

پیغمبرؐ کی رحلت کی بعد قائم ہونے والی حکومت کے تعلق سے یہ پہلی منہاج اور طریقہ تھا جو حضرت علیؑ نے اختیار کیا۔ لہذا آپ کے ماننے والوں آپکی اطاعت کرنے والوں آپ کی پیروی کرنے والوں آپ کی امامت پر ایمان رکھنے والوں آپ کو وصی رسول اللہؐ اور پیغمبر کا حقیقی جانشین اور خلیفہ بلا فصل ماننے والوں کے لئے حضرت علیؑ کی سب سے پہلی منہاج اور طریقہ بھی یہ ہوا کہ وہ حکومت کی طرف سے اپنا رخ موڑ کر اور حضرت علیؑ کی طرح خاموشی اختیار کر کے گوشہ نشین ہو جائیں۔ اور ان کے طرز عمل کی پیروی اور ان کے احکامات کی اطاعت کرتے رہیں۔ جب حضرت ابو بکرؓ نے مرتے وقت وصیت لکھ کر حضرت عمر کو خلیفہ بنا دیا تو اس وقت تو احتجاج کرنے کا موقع ہی نہ ملا لیکن تیسری مرتبہ جب حضرت عمرؓ نے خلیفہ کے تقرر کا معاملہ چھ آدمیوں میں قرار دے دیا۔ جن میں سے ایک حضرت علیؑ تھے۔ اس موقع پر جب حضرت علی نے دیکھا کہ عبدالرحمن بن عوف کا رجحان حضرت عثمان کی طرف ہے تو آپ نے بھرپور احتجاج کیا۔ اور اس مجلس شوریٰ سے ان تمام احادیث کا اقبال کرایا جو پیغمبر صلعم نے حضرت علیؑ کے حق میں بیان فرمائی تھیں۔ جس سے عبدالرحمن بن عوف سخت مشکل میں پھنس گئے۔ لہذا انہوں نے ایک بڑی خوبصورت ترکیب نکالی۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ حضرت علیؑ جنہوں نے کبھی شیخین کی حکومت کو تسلیم نہیں کیا وہ ہرگز سیرۃ شیخین کی پیروی قبول نہیں کریں گے لہذا انہوں نے خلافت کی بیعت کے لئے سیرت شیخین یعنی حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی سیرت کی پیروی کی شرط عائد کر دی اور حضرت علیؑ سے اقرار لینے کا آغاز کیا جو تاریخوں میں اسطرح سے بیان کیا گیا ہے:

"فبدا بعلی علیہ السلام وقال لہ ابایعک علی کتاب اللہ وسنۃ رسول اللہ وسیرۃ الشیخین ابی بکرؓ وعمرؓ فقال علی کتاب اللہ وسنۃ رسولہ واجتہاد رای فعدل عنہ الی عثمانؓ فعرض ذالک علیہ فقال نعم۔ فعاد الی علی علیہ السلام فاعاد قولہ فعل ذالک عبدالرحمن ثلاثا فلما رای ان علیا علیہ السلام غیر راجع عما قالہ وان عثمان ینعم لہ بالاجابۃ صفق علی ید عثمانؓ وقال السلام علیک یا

امیر المومنین"

ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ جز ۱ صفحہ ۶۳
تاریخ ابن خلدون بقیہ الثانی صفحہ ۱۲۶
شمس التواریخ صفحہ ۱۲۱۴
تاریخ طبری الجزء الخامس صفحہ ۳۷
تاریخ حبیب السیر جلد اول جز چہارم صفحہ ۲۷۔۲۸
تاریخ طبری الجزء الاول صفحہ ۱۶۵۔۱۶۶
تاریخ کامل الجزء الثالث صفحہ ۲۷

ترجمہ :۔ پس عبدالرحمن بن عوف نے حضرت علیؑ سے شروع کیا اور کہا میں آپکی بیعت اس شرط پر کرتا ہوں کہ آپ یہ وعدہ کریں کہ کتاب خدا اور سنت رسول اللہ سیرت شیخین ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ کی آپ پیروی کرینگے حضرت علی نے جواب دیا کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی پیروی تو منظور کرتا ہوں لیکن سیرت شیخین نہیں بلکہ میں اپنے اجتہاد اور رائے پر عمل کروں گا عبدالرحمن بن عوف نے اسطرح عثمان سے عہد لیا اور انھوں نے فوراً منظور کر لیا اسطرح تین تین دفعہ علیؑ و عثمانؓ سے پوچھا تینوں دفعہ حضرت علی نے سنت شیخین کی پیروی کرنے سے انکار کیا اور حضرت عثمان نے اقرار کیا اس پر عبدالرحمن نے عثمانؓ کے ہاتھ پر ہاتھ مارا اور کہا اسلام علیک یا امیر المومنین اور جب عبدالرحمن نے حضرت عثمانؓ کے ہاتھ پر بیعت کرلی تو حضرت علیؑ نے فرمایا:

لیس ھذا اول یوم تظاھر تم علینا فصبر جمیل واللہ المستعان علی ما تصفون

تاریخ طبری الجزء الخامس صفحہ ۳۷۔۳۸
تاریخ حبیب السیر جلد اول جزء چہارم صفحہ ۲۷۔۲۸
شرح ابن ابی الحدید الجزء الثانی صفحہ ۴۰۹
تاریخ ابی الفداء الجزء الاول صفحہ ۱۶۵۔۱۶۶

"یعنی یہ پہلا دن نہیں ہے کہ تم نے امر خلافت و حکومت میں ہمارے اوپر زیادتی کی ہے پس صبر جمیل ہی مناسب ہے اور خداوند تعالیٰ ہی مدد کرنے والا ہے اس پر جو تم کرتے ہو اور جس وقت چوتھے نمبر پر آپ سریر آرائے سلطنت و حکومت ہوئے تو آپ نے فرمایا:

"الآن اذرجع الحق الی اھلہ و نقل الی منتقلہ" نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۲

اب یہ وہ وقت ہے کہ حق اپنے اصل کی طرف لوٹ آیا اور جہاں اسے منتقل ہونا چاہیے تھا وہاں منتقل ہو گیا ہے" تو اسطرح پیغمبر گرامی اسلام کی رحلت سے لے کر حضرت علیؑ کے چوتھے نمبر پر خلیفہ بننے تک حضرت علیؑ کی منہاج اور ان کا طریقہ اور سنت ان سے پہلے کی حکومتوں کے بارے میں یہ ہوئی کہ :

نمبر ۱ :۔ میں تمھاری بیعت ہرگز نہیں کروں گا بلکہ میں اس بات کا تم سے زیادہ حق دار ہوں کہ میری بیعت کرو اور تم میرا یہ حق غصب کیے رہے ہو

نمبر ۲ :۔ جب تیسرے نمبر پر سیرت شیخین کی پیروی کی شرط پر خلافت و حکومت مل رہی تھی تو آپ نے سلطنت و حکومت کو ٹھکرا دی لیکن سیرت شیخین کی پیروی قبول نہیں کی

نمبر ۳ :۔ جب حضرت عثمانؓ کو خلیفہ بنا کر ان کی بیعت کرلی گئی تو آپ نے فرمایا یہ آج پہلا دن نہیں ہے کہ تم نے ہم پر زیادتی کی ہے پس ہم صبر کرتے ہیں اور اللہ سے ہی مدد چاہتے ہیں اس پر جو تم کر رہے ہو۔

نمبر ۴ :۔ اور جب چوتھے نمبر پر آپ کو خلافت و حکومت ملی تو آپ نے فرمایا کہ اب یہ وہ موقع ہے کہ حق اپنے اصل کی طرف لوٹ آیا ہے اور جہاں منتقل ہونا چاہیے تھا وہاں منتقل ہو گیا ہے

پس پیغمبر اکرم صلعم کے وہ جلیل القدر اصحاب جو ارشادات پیغمبر کے مطابق حضرت علیؑ کو پیغمبر کا جانشین حقیقی خلیفہ بلا فصل، امام بر حق، پیشوائے امت، وصی رسول، ہادی خلق، اور باب شہر علم نبی مانتے تھے، وہ آپ کے احکام کی پیروی کے علاوہ ان سے پہلے ہونے والی حکومتوں کے بارے میں آپ کی منہاج آپ کے طریقہ اور آپ کی سنت پر چلتے رہے۔ اور انہوں نے بھی حضرت علیؑ کی خلافت و ولایت و امامت و وصایت کے سواء اور کسی کی خلافت و حکومت کو تسلیم نہیں کیا۔ لہذا پیغمبر کے یہ جلیل القدر اصحاب حضرت علیؑ کے خلیفہ بننے اور حکومت ظاہری پر متمکن ہونے تک، معنوی اعتبار سے حضرت علیؑ کے شیعہ تھے۔

اور انہوں نے کسی فرضی عبداللہ بن سبا کے بہکاوے میں آکر حضرت علیؑ کو پیغمبر کا حقیقی جانشین، خلیفہ بلا فصل، امام بر حق پیشوائے امت، وصی رسول، ہادی خلق اور باب شہر علم نبی نہیں مانا بلکہ پیغمبر گرامی اسلام صلعم کے فرمودات اور ارشادات پر عمل کرتے ہوئے ان کی امامت و خلافت و ہادی خلق ہونے کو تسلیم کیا ہے۔ لیکن وہ دوسرے مسلمانوں کی طرح

مسلمان ہی کہلاتے تھے۔ اور اس وقت تک نہ تو کوئی شیعہ نام کا کوئی علیحدہ فرقہ پیدا ہوا تھا۔ اور نہ ہی سنی نام کا علیحدہ سے کوئی فرقہ بنا تھا بلکہ جس طرح پیغمبر صلعم کی حیات میں چار قسم کے مسلمان تھے اول منافقین۔ دوسرے دنیا کے طلبگار۔ تیسرے آخرت کے خواستگار اور چوتھے سراسر قضاوقدر الہی کے سامنے سر تسلیم خم کرنے والے اور اطاعت خدا ورسول سے ذرا بھی اختلاف وانحراف نہ کرنے والے۔ اسطرح پیغمبر اکرم صلعم کی رحلت کے بعد مسلمانوں کی مذکورہ قسمیں تو ختم ہو گئیں اور ان کی صرف دو قسمیں بن گئیں۔ ایک وہ جو حکومت وقت کے طرفدار تھے اور دوسرے وہ جو حضرت علیؑ کو اپنا امام، اپنا پیشوا، ہادی خلق، حقیقی جانشین رسول اور وصی پیغمبر اور باب شہر علم نبی مان کر ان کی پیروی کر رہا تھا اور ان کی سنت اور ان کے طریقے پر چل رہا تھا اگرچہ پیغمبر کے یہ جلیل القدر اصحاب معنوی اعتبار سے تو اسی طرح سے شیعیان علی تھے جس طرح حضرت ابراہیمؑ حضرت نوحؑ کے شیعہ تھے لیکن وہ دوسرے مسلمانوں کی طرح مسلمان ہی کہلاتے تھے اور حضرت علیؑ کے چوتھے نمبر پر خلیفہ بننے تک نہ علیحدہ فرقہ کے طور پر کوئی شیعہ کہلاتا تھا اور نہ علیحدہ فرقہ کے طور پر کوئی سنی کہلاتا تھا بلکہ حکومت کے طرفدار اور حضرت علیؑ کے پیروکار اس وقت تک سب کے سب مسلمان ہی کہلاتے تھے

شیعہ فرقے کی پیدائش بطور فرقہ

اب تک کے بیان سے ثابت ہو گیا ہے کہ حضرت علیؑ کے برسر اقتدار آنے تک ظاہری طور پر شیعہ نام کا کوئی فرقہ موجود نہ تھا اور نہ اس وقت تک سنی نام کا کوئی فرقہ وجود میں آیا تھا البتہ پیغمبر صلعم کی رحلت کے بعد مسلمان چار اقسام کی بجائے دو قسموں میں منحصر ہو گئے تھے۔ اکثر مسلمان حکومت کے طرفدار تھے، اور معدودے چند اصحاب پیغمبرؐ حضرت علیؑ کو اپنا امام اپنا رہبر، اپنا پیشوا، اور ہادی خلق مان کر آپ کی پیروی کرنے والے، اور ان کی سنت ان کے طریقہ اور ان کی منہاج پر چلنے والے تھے، لیکن حکومت کے طرفدار اور حضرت علیؑ کے پیروکار بھی دونوں کے دونوں مسلمان ہی کہلاتے تھے۔ اور اب تک کسی فرقے کی بنیاد نہیں پڑی تھی۔ کتاب "حضرت معاویہؓ واستخلاف یزید جواب "تحقیق مزید علی خلافت معاویہ ویزید" کے مصنف اپنی مذکورہ کتاب میں شیعہ فرقے کی ابتداء کا حال اسطرح سے تحریر فرماتے ہیں "کتب سیر و تاریخ کے تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد خلافت علیؑ میں خانہ جنگیوں کے دوران

امت دو حصوں میں منقسم ہو گئی ایک گروہ شیعیان عثمان کہلاتا تھا اور دوسرا گروہ شیعیان علی پھر رفتہ رفتہ پہلے گروہ کا نام "عثمانی" پڑ گیا اور دوسرے گروہ کا نام "شیعہ"

کتاب "حضرت معاویہ واستخلاف یزید صفحہ ۲۰

یہی بات امام اہل سنت امام ابن تیمیہ نے لکھی ہے وہ اپنی کتاب منہاج السنۃ میں لکھتے ہیں کہ "وکان الناس فی الفتنۃ صاروا شیعتین شیعۃ عثمانیہ وشیعۃ علویہ"

منہاج السنۃ امام ابن تیمیہ جلد ۲ صفحہ ۱۴۲

کتاب حضرت معاویہؓ واستخلاف یزید صفحہ ۲۰

ترجمہ : "وہ لوگ فتنہ میں دو گروہ ہو گئے ایک شیعہ عثمانیہ اور دوسرا شیعہ علویہ"

پھر مذکورہ کتاب "حضرت معاویہ واستخلاف یزید" کے مصنف شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی کتاب تحفہ اثنا عشرہ کے ترجمہ ہدیہ مجیدیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ :

"شاہ عبدالعزیزؒ لکھتے ہیں" : "شیعہ اولی کو دو فرقوں میں اعتبار کرتے ہیں اول فرقہ مخلصین کہ اہل سنت والجماعت ہیں صحابہ و تابعین کہ ہمیشہ جناب امیر کی صحبت میں رہے اور ان کی خلافت کے ناصر و مددگار جتنے اخیار مہاجرین وانصار میں سے تھے سب کا یہی مذہب تھا کہ حضرت امیر امام برحق ہیں بعد شہادت حضرت عثمان کے ان کی اطاعت کافہ انام پر فرض تھی اور اپنے وقت میں یہ سب سے افضل تھے جو کوئی خلافت کے معاملہ میں ان سے خلاف ہو وہ خطاکار باغی ہے اور جو ان کو لائق خلافت نہ جانے وہ بیہودہ و گمراہ

کتاب حضرت معاویہؓ واستخلاف یزید صفحہ ۲۱

حوالہ ہدیہ مجیدیہ ترجمہ تحفہ اثنا عشریہ صفحہ ۱۵

پھر اس مذکورہ کتاب کے مصنف ہدیہ مجیدیہ ہی کے حوالہ سے لکھتے :

حضرت شاہ صاحب موصوف ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ مہاجرین وانصار اور ان کے تابعین جو متبعین حضرت علی مرتضی تھے ان کو شیعہ مخلصین کہتے ہیں اور یہ لقب ان کا ۳۷ھ میں ہوا۔ پھر دو برس بعد شیعہ تفضیلی پیدا ہوئے ۔

کتاب حضرت معاویہؓ واستخلاف یزید صفحہ ۲۱

حوالہ ہدیہ مجیدیہ ترجمہ تحفہ اثنا عشریہ جلد اول صفحہ ۳۲

ان مذکورہ بیانات سے صاف ثابت ہے کہ زمانہ خلافت امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ

میں جو خانہ جنگیاں ہوئیں ان میں امت ظاہری طور پر دو فرقوں میں تقسیم ہوئی۔ ان میں سے ایک گروہ شیعہ عثمانیہ کہلاتا تھا اور دوسرا گروہ شیعیان علیؑ کہلاتا تھا۔ اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تحفہ اثنا عشریہ کے مطابق وہ شیعہ جو امیر المومنینؑ کو چوتھا خلیفہ مان کر ان کے ساتھ تھے وہ موجودہ اہل سنت والجماعت کے اسلاف تھے۔ اور وہ حضرت علیؑ کو اپنا چوتھا خلیفہ مانتے اور عثمانی شیعوں کے مقابلہ میں حضرت علیؑ کا ساتھ دینے کی وجہ سے شیعیان علیؑ کہلاتے تھے۔

آیئے اب یہ دیکھتے ہیں کہ وہ فتنہ جو امت میں پیدا ہوا۔ اور وہ خانہ جنگیاں جن میں امت تقسیم ہو کر شیعیان عثمانؓ اور شیعیان علیؑ کہلانے لگی کیسے برپا ہوئیں اور یہاں شیعیان عثمانؓ اور شیعیان علیؑ سے کیا مراد ہے۔

حضرت علیؑ کے زمانے کی خانہ جنگیاں اور ان کے اسباب

حضرت علیؑ کے زمانہ خلافت ظاہری میں تین بڑی جنگیں ہوئیں۔ ان میں سے سب سے پہلی جنگ جمل ہے۔ جس میں طلحہ و زبیر حرم پیغمبر حضرت عائشہ کو ہمراہ لے کر حضرت علیؑ کے مقابلہ میں آئے۔ دوسری جنگ صفین ہے جس میں معاویہ اپنے لشکر کے ساتھ حضرت علیؑ کے مقابلہ میں آیا اور تیسری جنگ نہروان ہے جو خوارج کے ساتھ ہوئی۔ ان جنگوں میں سب سے پہلے جنگ جمل میں مسلمان شیعان عثمان کے نام سے حضرت علیؑ کے مقابل میں آئے انھوں نے خود کو شیعیان عثمان کیوں کہا۔ اور اس کے اسباب کیا تھے۔ تاریخوں میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں۔ جس کا دل چاہے وہ مستند تاریخوں کی طرف رجوع کرے ہم اپنے موضوع کی مناسبت سے مختصر اور خلاصہ کے طور پر کچھ بیان کریں گے۔

بعض دوسری شکایات کے علاوہ مملکت اسلامی کے اکثر صوبوں میں مسلمانوں کو حضرت عثمانؓ کے مقرر کردہ عاملوں سے بھی شکایات تھیں، وہ اکثر حضرت عثمانؓ سے انکی زیادتیوں اور بد اعمالیوں کی شکایت کرتے رہتے تھے اور ان کو معزول کرنے کا مطالبہ کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ مختلف شہروں کے وفود حضرت عثمانؓ کے پاس آتے رہے۔ اور ان کے عمال کی زیادتیاں ان کے گوش گذار ہوتی رہیں۔ اور وہ ہر دفعہ ان کی شکایات دفع کرنے کے وعدے کرتے رہے۔ مگر یہ وعدے کبھی پورے نہ ہوئے۔ جب انھیں وعدے یاد دلائے گئے اور ان کے عمال کی بد طرفی پر زور دیا گیا تو انھوں نے یہ جواب دیا:

"ان کنت مستعملا من اردتم وعازلا من کرہتم فلست فی شئی والامر امرکم"

تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ ۸۰

یعنی جسے تم چاہو اسے میں عامل مقرر کر دوں اور جسے تم نہ چاہو اسے معزول کروں تو اس کے معنی یہ ہوئے میں تو کوئی چیز ہی نہیں۔ اور حکم چلتا ہے تو تمھارا چلتا ہے"

ایک دفعہ ایک مصری وفد کی شکایت پر وہاں کے گورنر کے بدلنے کا حکم دیا اور محمد بن ابی بکر کو مصر کا گورنر مقرر کر کے بھیجا مگر پیچھے سے سابقہ گورنر کے برقرار رہنے اور محمد بن ابی بکر کے قتل کر دینے کا حکم بھیج دیا جو راستے میں پکڑا گیا لہذا وہ مصری وفد راستے سے پلٹ آیا اور مدینہ آکر انھوں نے حضرت عثمانؓ کا گھر گھیر لیا۔ ان کے ساتھ اور دوسرے علاقوں کے لوگ بھی جو اپنے اپنے علاقوں کے گورنروں کی شکایت لے کر آئے ہوئے تھے شامل ہو گئے اور ان سب نے مل کر حضرت عثمانؓ سے مطالبہ کیا کہ وہ خلافت سے مستعفی ہو جائیں لیکن حضرت عثمان نے استعفیٰ دینے سے انکار کر دیا۔ تو ان بلوائیوں میں سے کسی نے حضرت عثمانؓ کے گھر میں داخل ہو کر انھیں قتل کر دیا حضرت عثمانؓ کے قتل کے بعد مہاجرین و انصار جن میں طلحہ و زبیر بھی شامل تھے امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

"لوگوں کے لئے ایک امام کا ہونا ضروری ہے"

کیونکہ امیر المومنینؑ جانتے تھے کہ اس وقت خلافت کو قبول کرنا کانٹوں کی سیج پر قدم رکھنا ہے اور کانٹوں کا تاج سر پہ رکھنا ہے لہذا آپ نے فرمایا: مجھے تمھاری حکومت کی خواہش نہیں ہے۔ تم جسے چاہو منتخب کر لو مجھے کوئی عذر نہ ہوگا لوگوں نے کہا ہم آپ کے علاوہ کسی کو منتخب کر ہی نہیں سکتے۔ مجمع کا اصرار بڑھتا گیا۔ مگر آپ کا ایک ہی جواب تھا کہ مجھے تمھاری حکومت کی ضرورت نہیں جسے چاہو تم خلیفہ بنا لو سب نے متفقہ طور پر عرض کیا: آپ سے بڑھ کر خلافت کا سزاوار کوئی دوسرا ہمیں نظر نہیں آتا۔ امیر المومنینؑ نے اب بھی اس کانٹوں بھرے تاج کو سر پر رکھنا منظور نہ کیا۔ اور اپنی بے تعلقی پر مصر رہے۔ بلوائیوں نے جو مملکت اسلامی سے حضرت عثمان کے پاس ان کے عمال کے مظالم کی داد خواہی کے لئے آئے تھے۔ اور جنھوں نے تنگ آمد بجنگ آمد کے مصداق مہاجرین و انصار کی معیت میں ان سے استعفیٰ کا مطالبہ کیا تھا۔ ان کے قتل ہو جانے کے بعد ایک جگہ جمع ہو کر رائے قائم کی کہ اگر علیؑ خلافت منظور نہیں کرتے اور کسی امام کا تقرر ہوئے بغیر باہر سے آئے ہوئے لوگ اپنے اپنے

وطن واپس چلے جاتے ہیں تو مسلمانوں میں بڑی ابتری پیدا ہو جائے گی۔ اور وہ فساد و اختلاف پیدا ہوگا جس پر قابو پانا مشکل ہوگا۔ انھوں نے مدینہ والوں کو اکٹھا کر کے کہا:

"آپ لوگ ارباب شوریٰ ہیں۔ امامت پر آپکا اعتقاد ہے۔ آپ کے فیصلے پر تمام مسلمان سر تسلیم خم کرتے ہیں۔ آپ لوگ مل کر کسی خلیفہ کو مقرر کر لیں ہم بھی آپ کی پیروی کرینگے"

تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ ۸۰

بلوائیوں کے اس اصرار پر ایک مرتبہ پھر مدینہ کے تمام رہنے والوں نے امیر المومنین کے دروازے پر ہجوم کیا۔ سارا مجمع ایک آواز سے بیعت بیعت کے نعرے بلند کر رہا تھا ہر ایک کی زبان پر یہ دہائی تھی:

"آپ دیکھتے نہیں کہ اسلام پر کیا تباہی کا وقت آیا ہے ہم کس مصیبت میں گرفتار ہیں"

امیر المومنین اب بھی کسی طرح آمادہ نہیں ہوتے تھے ان کے مطالبوں کا یہی جواب تھا:

"مجھے چھوڑ دو کسی اور کو اس کیلئے تلاش کرو"

امیر المومنین باوجود ان کے متفقہ اور پیہم اصرار کے کسی طرح خلافت قبول کرنے پر آمادہ نہیں ہوئے۔ مگر لوگوں نے آپ کو نہ چھوڑا اور وہ اسی طرح اپنے اصرار پر جمے رہے آخر آپ نے دوسرے دن کی صبح پر ٹالا اور فرمایا کہ:

"اگر خلافت قبول کئے بغیر چھٹکارا نہیں تو پھر میری بیعت پوشیدہ نہیں بلکہ مجمع عام میں اور تمام مسلمانوں کی رضامندی سے ہونی چاہئے"

وہ رات مدینہ کے مسلمانوں نے بڑے قلق و اضطراب میں گزاری۔ دوسرے دن ابھی آفتاب بلند بھی نہ ہونے پایا تھا کہ پورا مدینہ سمٹ کر آپکی ڈیوڑھی پر آ گیا آپ گھر سے بر آمد ہوئے۔ مجمع آپکو اپنے حلقہ میں لئے ہوئے مسجد نبوی میں پہنچا۔ آپ بالائے ممبر تشریف لے گئے۔ سارے مجمع پر سناٹا طاری تھا۔ ہر ایک گوش بر آواز سب کے دل آپکی طرف متوجہ آپ نے مجمع پر ایک نگاہ ڈالی اور ارشاد فرمایا:

"لوگو یہ تمہاری حکومت کا معاملہ ہے۔ اب تک تم ہی اپنا حاکم مقرر کرتے آئے۔ کل ہم میں اور تم میں ایک بات طے ہوئی تھی۔ ابھی موقع باقی ہے۔ تم مجھے چھوڑ کر جسے چاہو خلیفہ مقرر کر سکتے ہو۔ مجھے کوئی عذر نہ ہوگا۔"

ایک ہی ساتھ سب کی زبان سے نکلا:

"ہم اسی بات پر قائم ہیں۔ اور وہی ہماری درخواست ہے جو ہم نے کل کی تھی"

آپ نے فرمایا:

دیکھو! میں نے کل تمہاری اس حکومت سے ناپسندیدگی کا اظہار کیا تھا۔ لیکن تمہارا اصرار ہے کہ میں اس خلافت کو ضرور ہی قبول کروں، تم میں سے کسی کو اختلاف تو نہیں"

سارے مجمع سے یہ آواز بلند ہوئی:

"ہم خدا کی کتاب پر آپ سے بیعت کرتے ہیں"

آپ نے فرمایا:

"اللھم اشھد علیھم" خداوند تو ان لوگوں پر گواہ رہنا

آپ کے اس فقرے کے بعد بیعت شروع ہو گئی، آگے آگے کبار مہاجرین و انصار تھے پیچھے پیچھے معززین کوفہ و بصرہ، سب سے پہلے طلحہ نے بیعت کی۔ ان کے بعد زبیر آئے پھر انھوں نے بیعت کی پھر سارا مجمع ٹوٹ پڑا، ہر ایک کی کوشش تھی کہ دوسرے سے پہلے میں اس شرف کو حاصل کروں"

کتاب سیدا اکبر صفحہ ۹۷۔۹۸

چند ہی روز گزرے تھے کہ امیر المومنین کی حکومت کے خلاف بغاوت و سرکشی کے مظاہرے شروع ہو گئے۔ ان میں طلحہ و زبیر پیش پیش تھے، طلحہ کو پورا پورا یقین تھا کہ مجھے یمن کی گورنری مل جائیگی۔ زبیر عراق کی گورنری کا یقین لئے بیٹھے تھے۔ اور اسی یقین کی بناء پر ان دونوں نے امیر المومنین کی بیعت کی تھی۔ چنانچہ ان دونوں نے امیر المومنین کی خدمت میں آکر عرض کی:

"امیر المومنین آپ جانتے ہیں کہ ہم نے کس بات پر آپ کی بیعت کی تھی۔ آپ نے فرمایا:

"آپ نے بیعت اس بات پر کی تھی کہ آپ میری اسطرح سے اطاعت کرینگے جس طرح آپنے ابوبکرؓ و عمرؓ اور عثمانؓ کی اطاعت کی تھی" ان لوگوں نے کہا:

نہیں ہم نے اس بات پر بیعت کی تھی کہ آپ امور خلافت میں ہمیں شریک کرینگے۔ امیر المومنین نے ان کی اس بات کو سختی سے رد کر دیا"

کتاب الامامت والسیاست ابن قتیبہ دینوری
خلفائے محمد از عمر ابو نصر وغیرہ

جب ان دونوں کو یقین ہو گیا کہ علی ہمیں کہیں کا حاکم نہ بنائیں گے انہوں نے اعلانیہ آپ کی شکایتیں کرنی شروع کر دیں اور باغیانہ حرکتوں پر اتر آئے زبیر نے قریش کے بھرے مجمع میں کہا "یہ علی کی طرف سے ہمیں جزاء ملی ہے۔ ہم عثمان کے معاملے میں اٹھے انہیں گنہگار قرار دیا ان کے قتل کے اسباب فراہم کئے۔ علی اپنے گھر میں بیٹھے ہوئے تھے، انھیں کچھ کرنا نہیں پڑا جب وہ ہماری بدولت خلافت پر فائز ہو گئے۔ تو ہمیں محروم کر کے دوسروں کو حکومت دیدی"

الامامت والسیاست ابن قتیبہ دینوری صفحہ ۴۵

جب طلحہ اور زبیر کو یقین ہو گیا کہ ہماری تمناؤں کے بر آنے کا کوئی امکان نہیں۔ ہمیں کہیں کی بھی حکومت نہیں ملے گی تو یہ مدینہ سے روانہ ہو جانے پر کمر بستہ ہو گئے اور امیر المومنین کے پاس اجازت لینے کے لیئے آئے اور عرض کیا:

"حضور ہمیں اجازت دیجیے ہم عمرہ بجالانے کے لیئے جانا چاہتے ہیں" امیر المومنین نے ان دونوں کی طرف دیکھا اور فرمایا:

"تمہارا اصل مقصد عمرہ کرنا نہیں ہے۔ بلکہ مجھ سے غداری کرنا اور اپنی بیعت توڑنا ہے"

تاریخ یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۱۵۶

ان دونوں نے سخت اور شدید قسمیں کھائیں کہ ہم دونوں کا ہرگز اس قسم کا ارادہ نہیں ہے۔

امیر المومنین نے فرمایا:

"اچھا تو پھر ایک مرتبہ اور بیعت کر لو"

ان دونوں نے بغیر کسی تردد کے فوراً بیعت کی تجدید کی اور مدینے سے رخصت ہو گئے مدینہ سے چل کر مکہ پہنچے۔ یہاں حضرت عائشہ پہلے سے موجود تھیں اور مدینہ واپس جا رہی تھیں۔ حضرت عائشہ مقام سرف میں پہنچیں تو ایک شخص عبداللہ ابن ابی سلمہ جو حضرت عائشہ کا ننھیالی رشتہ دار تھا مدینہ سے آتا ہوا ملا۔ حضرت عائشہ نے اس سے پوچھا:

"کہو کیا خبر ہے"

عبداللہ نے جواب دیا: "حضرت عثمانؓ قتل کر ڈالے گئے"

حضرت عائشہ نے پھر پوچھا "پھر لوگوں نے کیا کیا"

عبداللہ نے کہا:

تمام اہل مدینہ نے متفق ہو کر بہترین راستہ پیدا کر لیا، سب نے حضرت علیؑ کی خلافت پر

اتفاق کر لیا"

حضرت عائشہ غضبناک ہو کر بولیں:

"اگر تم سچ کہتے ہو اور واقعاً علی کی خلافت پایہ تکمیل تک پہنچ گئی ہے۔ تو خدا کرے یہ آسمان زمین پر پھٹ پڑے:

خدا کی قسم عثمان مظلوم قتل ہوئے میں ان کے خون کا انتقام لے کے رہونگی"

تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ ۱۰۵

عبید نے پوچھا یہ کیا: آپ ہی نے تو سب سے پہلے ان کی ہو اکھاڑی۔ آپ ہی کہا کرتی تھیں:

"اقتلوا نعثلا فقد کفر" نعثل کو مار ڈالو یہ کافر ہو گیا ہے"

تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ ۱۰۵

حضرت عائشہ نے کہا لوگوں نے توبہ کرا کے انھیں مار ڈالا یوں کہنے کو تو میں نے بھی کہا تھا لیکن اب میری آخری بات پہلی بات سے بہتر ہے

تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ ۱۰۵

تاریخ یعقوبی میں حضرت عائشہ کی حضرت عثمانؓ سے اتنی مخالفت کی وجہ یہ لکھی ہے کہ:

"وکان بین عثمان وعائشہ منافرۃ وذالک ان نقصہا مما کان یعطیہا عمر ابن الخطاب وصیرہا اسوۃ غیرہا من نساء رسول اللہ"

تاریخ یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۱۷۳

"حضرت عثمان اور حضرت عائشہ کے درمیان نفرت کی خلیج حائل تھی۔ کیونکہ انہوں نے وہ وظیفہ جو انہیں حضرت عمرؓ دیا کرتے تھے کم کر دیا اور رسول خدا کی دوسری بیویوں کے برابر دینا شروع کر دیا" حضرت عثمانؓ اور ان کے عمال کی آمرانہ روش کی وجہ سے فضاء کچھ تو پہلے ہی ان کے خلاف تھی ام المومنین کی اشتعال انگیز باتوں نے اور بھی جلتی پر تیل کا کام کیا اور وہ یہ آگ بھڑکا کر عمرہ کرنے مکہ چلی گئیں تاکہ جو کچھ ہوتا ہے وہ ان کے پیچھے ہو جائے بہر حال ان تمام باتوں کے باوجود جب حضرت عائشہ کو حضرت علی کے خلیفہ بن جانے کی خبر ملی تو وہ ان کی حکومت کا تختہ الٹنے پر کمر بستہ ہو گئیں اور واپس مکہ کی طرف لوٹ گئیں مکہ جہاں لاکھوں حاجیوں کا مجمع تھا وہاں پر پہنچ کر انہوں نے تقریر کرتے ہوئے کہا:

"لوگو! مختلف مقامات کے مفسدین نے اہل مدینہ کے غلاموں کی مدد سے عثمانؓ کو مظلوم قتل

کرڈالا ان لوگوں نے پہلے عثمانؓ پر الزامات لگائے اور جب انھیں ثابت نہ کر سکے تو
بغاوت کر دی جس خون کو خدا نے حرام کر دیا تھا اسے بہایا۔ بلد حرام (مدینہ) اور شہر حرام
(ذوالحجہ) کی تقدیس کو توڑا انہوں نے حرام مال لوٹا۔ خدا کی قسم عثمانؓ کی ایک انگلی
بلوائیوں کی ساری دنیا سے محترم ہے۔ مظلوم کا خون رائیگاں نہ جانے دو اور قاتلوں سے
قصاص لے کر اسلام کی عزت بچاؤ۔

تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۴۶۸

اہل سنت کے ایک فاضل سیرت نگار استاد عبدالفتاح عبدالمقصود مصری اپنی کتاب "الامام
علی ابن طالب" میں حضرت عائشہ کے مذکورہ خطاب پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"حضرت عائشہ کی ظاہری لفظیں خلوص کی حامل نہ تھیں بلکہ ان میں فتنہ اور فساد کی
آمیزش تھی مقتول کا قصاص لینا حاکم شریعت کا حق ہے، انتقام خون کا مطالبہ کرکے اور لوگوں
کو اس کی طرف دعوت دے کر انہوں نے شریعت کی اولین بنیاد منہدم کر دی۔ نہ حاکم
شریعت کی طرف سے انھیں اس کا حق حاصل تھا۔ نہ مقتول کے ورثا نے انھیں اس کی اجازت
دی تھی۔ انہوں نے حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لینی چاہی جسکی نہ تو وہ اہل تھیں۔ نہ
انھیں اسکی قدرت حاصل تھی۔ انھیں امور سیاست کا کیا علم انکی یہی خطا کیا کم تھی کہ وہ ایسے
فتنہ پر غضبناک ہوئیں جو فرو ہونے کے قریب تھا اور اسے سمجھتے ہوئے فتنے کا علاج انہوں
نے ایک نئے فتنے سے کرنا چاہا جسکی آگ فوراً بھڑک اٹھی اور اسکے شعلوں نے تمام مملکت
اسلامیہ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا"

کتاب الامام علی ابن ابی طالب جلد دوم مطبوعہ مصر

بہر حال لشکر تیار ہونے کے بعد حضرت عائشہ کی طرف سے منادی نے مکہ کی گلی کوچوں
میں اعلان کر دیا کہ: "لوگو! حضرت عائشہ اور طلحہ و زبیر بصرہ کی طرف روانہ ہو رہے
ہے۔ جس کو اسلام سے ہمدردی اور اعزاز دین منظور ہو اور مخالفین سے جنگ اور خون عثمان کا
بدلہ لینا ہو ہمارے ساتھ چلے جس کے سواری اور سامان سفر نہ ہو ہم سے لے"

اس اعلان کے ساتھ کوچ کی تیاریاں ہوئیں اور وسیع پیمانے پر سامان جنگ اکٹھا کیا گیا۔
روانگی سے قبل جناب ام سلمہ زوجہ محترمہ پیغمبر حضرت عائشہ سے ملیں اور کوشش کی کہ
کسی طرح عائشہ کشت و خون سے باز آجائیں اور جنگ و جدال کا ارادہ ترک کر دیں۔ انہوں

نے حضرت عائشہ سے کہا:

"کل تم لوگوں کو حضرت عثمان کے خلاف برانگیختہ کرتی تھیں اور اس کے متعلق سخت
سے سخت باتیں کیا کرتی تھیں۔ ان کا نام ہی تم نے نعثل رکھ چھوڑا تھا اس کے علاوہ انھیں
کسی نام سے یاد ہی نہ کرتی تھیں اس کے ساتھ تمہیں یہ خوب بھی معلوم ہے کہ علیؑ کی منزلت
کیا تھی رسول اللہ کے نزدیک، میں تمہیں ایک بات یاد دلاؤں۔ حضرت عائشہ نے کہا کہو:
حضرت ام سلمہ نے کہا: تمہیں وہ دن یاد ہے۔ جب رسول اللہ کسی جگہ سے واپس آئے۔ اور
آکر بہت دیر تک تنہائی میں حضرت علی سے باتیں کرتے رہے۔ تم نے چاہا کہ وہاں پہنچ جاؤ
۔ میں نے منع کیا، مگر تم مانی نہیں اور پہنچ ہی گئی۔ تھوڑی سی دیر میں تم روتی ہوئی واپس
آئیں۔ میں نے پوچھا کیا ہوا۔ کیوں رو رہی ہو تم نے بتایا کہ میں رسول اللہ کے پاس پہنچ گئی
رسول اللہ اور علی آپس میں گفتگو کر رہے تھے۔ میں نے علی سے کہا۔ تو (۹) دنوں میں سے
ایک دن رسول اللہ ﷺ ہے تم وہ دن بھی میرے لئے نہیں چھوڑتے، یہ فقرہ سن کر
رسول اللہ غیض و غضب کی حالت میں میری طرف متوجہ ہوئے آپ کا چہرہ غصہ سے سرخ
ہو رہا تھا آپ نے فرمایا: "تکلو یہاں سے خدا کی قسم میرے گھر والے ہوں یا کوئی اور جو بھی
علی سے بغض رکھے گا وہ ایمان سے خارج ہے" یہ سنکر میں شرمندہ اور کھسیانی واپس آئی"

عائشہ: ہاں یہ واقعہ مجھے اچھی طرح یاد ہے۔

ام سلمہ: کچھ اور بھی یاد دلاؤں۔

عائشہ: ہاں

ام سلمہ نے یاد دلایا کہ پیغمبر نے علی کو اپنا جانشین اور قائم مقام ظاہر کیا تھا۔

عائشہ: ہاں مجھے یاد ہے۔

ام سلمہ: پھر ان تمام باتوں کے باوجود تمہاری یہ لشکر کشی؟ غور و فکر کرنے پر حضرت عائشہ
کو اندازہ ہوا کہ ام سلمہ جو کچھ کہہ رہی ہیں نیک نیتی اور خیر خواہی کی بنا پر کہہ رہی ہیں انھیں
کی بات ٹھیک ہے۔ انہوں نے اپنے منادی کو حکم دیا کہ لوگوں میں اعلان کر دو کہ:

"ام المومنین قیام کر رہی ہیں تم لوگ بھی ٹھہرو"

یہ اعلان سنتے ہی طلحہ و زبیر کے ہوش اڑ گئے۔ دوڑتے ہوئے حضرت عائشہ کی خدمت میں
پہنچے۔ پوچھا کہ آپ کے ارادہ میں تبدیلی کیوں پیدا ہو گئی؟ حضرت عائشہ نے ام سلمہ کی

گفتگو یاں کی۔ دونوں نے چکنی چپڑی باتیں کر کے پھر انہیں متزلزل کر دیا۔ اور آخر کار وہ مصمم ارادہ کر کے چل کھڑی ہوئیں۔

شرح ابن ابی الحدید جلد ۲ صفحہ ۷۸

فائق زمخشری جلد ا صفحہ ۲۹۰

الامام علی ابن ابی طالب استاذ عبد الفتاح عبد المقصود

جب ام المومنین حضرت عائشہ ام المومنین حضرت ام سلمہ کی باتوں کی پرواکئے بغیر چل پڑیں تو حضرت ام المومنین ام سلمہ حضرت عمر ابن ابی سلمہ کو لیکر حضرت امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا میں اسے آپ کے سپرد کرتی ہوں یہ مجھے جان سے زیادہ عزیز ہے۔ یہ تمام معرکوں میں آپکے ہم رکاب ہوگا۔ یہاں تک کہ خداوند عالم وہ فیصلہ کرے جو وہ کرنے والا ہے۔ اگر رسول کے حکم کی خلاف ورزی نہ ہوتی تو میں آپ کے ہمراہ جاتی۔ جس طرح عائشہ طلحہ وزبیر کے ساتھ نکل کھڑی ہوئی ہیں"

انساب الاشرف جلد ا صفحہ ۴۳۰

بہر حال جب عائشہ بصرہ کی جانب روانہ ہوگئیں تو راستے میں سعید ابن عاص سے ملاقات ہوئی اس نے حضرت عائشہ سے پوچھا ؟ام المومنین کہاں کا قصد ہے؟

حضرت عائشہ : بصرہ کا۔

سعید بن عاص : وہاں جا کر کیا کیجیے گا؟

حضرت عائشہ : خون عثمان کا انتقام لوں گی۔

سعید بن عاص : قاتلین عثمان تو آپ کے پاس ہی ہیں۔

حضرت عائشہ نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا"

سعید نے مروان سے آکر پوچھا

سعید : تم بھی بصرہ ہی جارہے ہو؟

مروان : ہاں میں بھی قاتلین عثمان سے انتقام لینے کے لئے جارہا ہوں۔

سعید : قاتلین عثمان تو یہ تمہارے ساتھ ہیں اور طلحہ اور زبیر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "یہی دونوں شخص عثمان کے اصلی قاتل ہیں۔ یہ خود خلافت ہتھیانے کے پھیر میں تھے جب ناکام رہے تو کہنے لگے :"ہم خون کو خون سے دھوئیں گے۔ اور گناہ کو توبہ سے رفع کریں

گے سعید کی باتوں پر کسی نے توجہ نہیں دی۔ قافلہ منزلیں طے کرتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔ یہانتک کہ چشمہ حواب سے گزر ہوا۔ وہاں کے کتوں نے قافلہ کو دیکھ کر بھونکنا شروع کر دیا حضرت عائشہ نے گھبرا کر محمد ابن طلحہ سے پوچھا

حضرت عائشہ : کونسا چشمہ ہے یہ؟

محمد ابن طلحہ ام المومنین یہ چشمہ حواب ہے

حواب کا نام سنتے ہی حضرت عائشہ پر دہشت طاری ہوگئی، کانپتے کانپتے انتہائی دکھ بھرے لہجہ میں بولیں۔ "مجھے تو اب واپس ہی ہونا پڑے گا:

محمد ابن طلحہ نے پوچھا: کیوں ام المومنین بات کیا ہے؟ یہ واپسی کیوں؟ تاریخ کامل میں ہے کہ حضرت عائشہ نے فرمایا: "ردونی ردونی اناواللہ صاحبہ ماء الحواب"

تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ ۱۰۷

محمد ابن طلحہ کے پوچھنے پر حضرت عائشہ نے فرمایا:

"میں نے پیغمبر کو اپنی ازواج سے کہتے ہوئے سنا تھا کہ : میرا خیال ہے تم ہی میں سے کسی پر حواب کے کتے بھونکیں گے تاریخ کامل میں ہے کہ حضرت عائشہ نے یہ فرمایا کہ :

"ایک مرتبہ رسول اللہ کی بیویاں آپکے گرد جمع تھیں کہ میں نے آپ کو فرماتے ہوئے سنا: "تم میں کون ہے۔ جس پر حواب کے کتے بھونکیں گے"

تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ ۱۰۷

محمد بن طلحہ نے کہا: چلئے بھی اس بات کا کچھ دھیان نہ کیجئے حضرت عائشہ ان کی باتوں سے مطمئن نہ ہوئیں۔ آگے بڑھنے میں اب بھی تامل تھا۔ طلحہ وزبیر ان کا تردد دیکھ کر ڈرے کہ کہیں ہمارے سارے منصوبے ہی خاک میں نہ مل جائیں۔ حضرت عائشہ ان کے لشکر کا نشان تھیں۔ وہ پلٹتیں تو جن تمناؤں اور آرزوؤں کو وہ لیکر نکلے تھے وہ سب ہی خاک میں مل جائیں گے یہ لوگ بہت سے بدو عربوں کو لے آئے اور انہیں دے دلا کر جھوٹی گواہیاں دلوائیں کہ یہ چشمہ حواب نہیں ہے کوئی دوسرا چشمہ ہے امام **شعبی** لکھتے ہیں کہ :

"ھی اول شھادۃ زور اقیمت فی الاسلام" (تذکرہ خواص الامۃ صفحہ ۳۹)

یہ پہلی جھوٹی گواہی تھی جو اسلام میں دی گئی۔ ان گواہوں کی جھوٹی قسموں سے حضرت عائشہ اپنے ارادے سے پھر پلٹیں اور یہ قافلہ بصرہ کی طرف منزلیں طے کرتا ہوا آگے

بڑھنے لگا اور بصرہ کے قریب جا کر پڑاؤ ڈالا۔ امیر المومنین کا لشکر بھی ذی قار سے منزلیں طے کرتا ہوا بصرہ کے قریب مقام زاویہ پر پہنچ گیا امام گھوڑے سے اتر پڑے آپ نے چار رکعت نماز پڑھی نماز سے فارغ ہو کر اپنا رخسارہ خاک پر رکھا آنکھوں سے آنسو جاری تھے اپنے پروردگار سے مناجات کرتے ہوئے آپ نے فرمایا: "خداوندا! اے زمین و آسمان اور عرش عظیم کے پروردگار یہ بصرہ ہے۔ میں اسکی اچھائیوں کا تجھ سے سوال کرتا ہوں۔ اور اسکی برائیوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں خداوندا مجھے اچھی جگہ میں اتارنا اور تو سب اتارنے والوں سے بہتر ہے بارالہا یہ لوگ میرے حلقہ اطاعت سے باہر ہو گئے ہیں۔ انہوں نے مجھ سے سرکشی کی ہے اور میری بیعت کر کے اسے توڑ ڈالا ہے خداوندا مسلمانوں کو محفوظ رکھ"

مروج الذھب مسعودی جلد ۲ صفحہ ۲۴۵

امیر المومنین نے صلح و مصالحت کے لئے کوئی کوشش اٹھا نہیں رکھی مگر آپکی تمنائیں پوری نہ ہوئیں۔ حضرت عائشہ کے ساتھی لڑائی کے لئے پوری طرح کمر بستہ تھے۔ ان کے مقررین نے اپنی تقریروں سے سپاہیوں میں آگ لگا رکھی تھی۔ وہ برابر اشتعال دلاتے اور امیر المومنین کے سپاہیوں پر ٹوٹ پڑنے کی تلقین کر رہے تھے۔

امیر المومنین نے مصحف منگا کر ہاتھ میں لیا اور اس امید میں کہ شاید اب بھی یہ لوگ جنگ سے باز رہیں اپنے سپاہیوں کو آواز دی،

"کون ہے جو یہ اللہ کی کتاب لے کر دشمن کی فوج میں جائے اور انکو کلام الہی کا واسطہ دے" کوفہ کا ایک کم سن نوجوان آگے بڑھا اور جوش میں آکر کہنے لگا: "امیر المومنین اس خدمت کے لئے میں حاضر ہوں" آپ نے اس کی طرف دھیان نہ دیا۔ اور چاہا کہ آپ کے اصحاب میں سے کوئی اس کے لئے تیار ہو جائے۔ مگر کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس مرتبہ بھی وہی نوجوان آگے بڑھا۔ آپ نے قرآن اس کے ہاتھوں میں دیدیا اور فرمایا:

"جاؤ یہ قرآن لے جا کر ان کے سامنے پیش کرو اور کہو یہی قرآن ہمارے اور تمہارے درمیان ہے۔ کیوں ناحق اپنا اور ہمارا خون بہاتے ہو۔ وہ بہادر سپاہی قرآن لیکر روانہ ہوا۔ نہ اس کے دل میں خوف تھا۔ نہ دشمن کا کوئی رعب۔ اونٹ کے قریب پہنچ کر اس نے اعلان کیا: "یہ قرآن ہے، یہ اللہ کی کتاب ہے، رسول کے چچا زاد بھائی اور خلیفہ نے مجھے بھیجا ہے کہ تم پر حجت تمام کروں اور اس کے احکام پر چلنے کی دعوت دوں" اس کا جواب فوج مخالف

کے ایک سپاہی نے یہ دیا کہ تلوار کا بھرپور وار حامل قرآن کے ہاتھ پر مارا۔ اس کا دایاں ہاتھ کٹ کر گر پڑا۔ نوجوان نے سرعت سے مصحف بائیں ہاتھ میں لے لیا۔ اور زبان پر اب بھی کتاب خدا پر عمل کرنے کی اپیل تھی۔ دشمنوں نے حملہ کر کے بائیں ہاتھ کو بھی کاٹ ڈالا۔ نوجوان خون میں غرق ہو گیا۔ دونوں ہاتھوں سے خون کے پرنالے جاری تھے۔ اس نے مصحف کو دانتوں سے پکڑ لیا۔ اب اس پر فوج مخالف نے تیروں کی باڑھ سر کی۔ سینکڑوں تیروں نے اس کے جسم کو چھلنی کر دیا۔ اور وہ بے جان ہو کر زمین پر گر پڑا۔ اب حجت تمام ہو چکی تھی۔ اب سوائے جنگ کے کوئی چارہ کار نہ تھا۔ امیر المومنین نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: "الآن حل قتالھم وطاب لکم الضراب" طبری جلد ۵ صفحہ ۲۰۴

"اب ان سے لڑنا حلال ہو گیا اور تمھارے لئے تلوار چلانا جائز ہو گیا"

علامہ مسعودی نے لکھا ہے کہ نوجوان کے مارے جانے پر اس کی ماں نے مرثیہ پڑھتے ہوئے کہا:

یارب ان مسلما اتاھم ۔ یتلو کتاب اللہ لا یخشاھم

فخضبوا من دمہ لحاھم ۔ وامھم قائمۃ تراھم

مروج الذھب مسعودی جلد ۲ صفحہ ۲۴۶

پروردگارا مسلم ان کے پاس کتاب خدا کی تلاوت کرتا ہوا پہنچا اور اسے کوئی خوف لاحق نہ ہوا ان لوگوں نے اس کے خون سے اپنی داڑھیاں رنگین کیں اور اس کی ماں کھڑی دیکھتی ہی رہی اب آپ نے سرداران فوج کو طلب کیا انہیں اپنی اپنی جگہ پر کھڑا کیا۔ جنگ کے وقت کن کن باتوں کا لحاظ اور کن کن امور کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے اسے واضح کرتے ہوئے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: "لوگو: دیکھو جب تم ان (اہل جمل) کو شکست دے دو تو کسی زخمی پر حملہ نہ کرنا۔ نہ کسی اسیر کو قتل کرنا۔ نہ ہی بھاگتے ہوئے کا پیچھا کرنا۔ نہ کسی کی پردہ دری کرنا۔ نہ کسی مقتول کا مثلہ کرنا۔ اور جب تم دشمن کے کیمپ میں پہنچ جاؤ تو اس کی آبروریزی نہ کرنا۔ نہ ان کا کچھ مال و اسباب لوٹنا البتہ تم سے مقابلہ کے لئے جو ساز و سامان دشمن اپنے لشکر گاہ میں لے کر آئے وہ تمھارے لئے مال غنیمت ہے اس کے علاوہ جو کچھ ہے۔ وہ ان کے بال بچوں کا ہے۔ اور ان کے وارثوں کی میراث ہے ان کے عزیزوں میں اسطرح تقسیم ہو گا جسطرح

خداوند عالم نے فرائض مقرر کیے ہیں۔ سامنے غنیم کی فوجوں کے آگے زبیر دکھائی دیے آپ
انہیں دیکھتے ہی حجت تمام کرنے کی خاطر آگے بڑھے۔ نہ ہاتھ میں تلوار تھی نہ جسم پر زرہ۔
لوگوں نے منع بھی کیا کہ اسطرح جانا مناسب نہیں۔ مگر آپ نے پرواہ نہ کی اور آگے بڑھ کر
پوچھا: "زبیر کہاں ہے"؟
زبیر اپنی صف سے نکل کر باہر آئے اور آپ کے سامنے کھڑے ہوئے۔
آپ نے پوچھا: ابو عبداللہ یہاں کیسے آنا ہوا؟
زبیر: "میں عثمان کے خون کا انتقام لینے آیا ہوں"
علی: "تم عثمان کے خون کے طالب ہو"؟

زبیر: ہاں
علی: جس نے عثمان کو قتل کیا خدا اسے قتل کرے ابن جریر طبری نے لکھا ہے کہ حضرت علی
نے فرمایا: "اتطلب منی دم عثمان وقد قتلتہ سلط اللہ علی اشدنا علیہ مایکرہ"
تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۵۲۹

"تم مجھ سے عثمان کے خون کا قصاص چاہتے ہو؟
حالانکہ یقینی طور پر تم نے ہی انہیں قتل کیا ہے خدا اس پر موت ایسی ناگوار چیز کو مسلط کرے
جو ہم میں سے ان پر تشدد اور سختی کو روا رکھتا تھا" پھر امیر المومنین نے بڑی نرمی سے کام
لیتے ہوئے فرمایا:
زبیر: تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں تمہیں وہ دن یاد ہے جب تم ایک مرتبہ رسول اللہ
کے ساتھ میری طرف سے گزرے۔ رسول اللہ تمہارے ہاتھ پر تکیہ کیے ہوئے تھے۔
آنحضرتؐ نے مجھے دیکھ کر سلام کیا اور متبسم ہوئے پھر تمہاری طرف متوجہ ہو کر فرمایا تم
علی سے لڑو گے اور تم اس وقت ظالم ہو گے۔
امام ذہبی کہتے ہیں: کہ امیر المومنین نے زبیر سے فرمایا: "انک تقاتلنی وانت ظالم لی"
تاریخ الاسلام ذہبی جلد ۲ صفحہ ۱۵۱
یعنی تم مجھ سے جنگ کرو گے اور تم میرے حق میں ظالم ہو گے زبیر نے یہ سن کر گردن جھکالی
چہرہ کا رنگ اڑ گیا دل حسرت وندامت سے پانی پانی ہو گیا۔ بولے:
زبیر: ہاں واقعی آنحضرتؐ نے یہ فرمایا تھا

علی: پھر کس بات سے مجھ سے آمادہ پیکار ہو۔
زبیر: میں بھول گیا تھا اگر یاد رکھتا تو کبھی میں آپ کے مقابلہ پر نہ نکلتا اور نہ آپ سے جنگ کرتا
زبیر یہ کہہ کر حضرت عائشہ کی طرف واپس آئے۔ دل میں طے کر چکے تھے کہ اس خون
خرابے سے کنارہ کش ہو جاؤں گا حضرت عائشہ سے آ کر کہا: "ام المومنین آج تک کبھی بھی
میں نے قدم اٹھائے تو یہ سوچ سمجھ کر کہ قدم کہاں رکھوں گا۔ البتہ آج کے دن میری
عقل حیران ہے، سمجھ میں نہیں آتا کہ میں آگے بڑھنے والا ہوں یا پیچھے ہٹنے والا"
حضرت عائشہ بات کی تہہ تک فوراً ہی پہنچ گئیں کہ یہ میدان سے سرکنا چاہتے ہیں۔ آپ
نے کہا: "ابو عبداللہ معلوم ہوتا ہے تم بنی عبدالمطلب کی تلواروں سے ڈر گئے"
حضرت عائشہ کے ان کلمات نے زبیر کے دل میں آگ لگادی اور اس آگ کو ان کے بیٹے
عبداللہ نے یہ کہہ کر اور بھڑکایا: "آپ آئے تو تھے سوچ سمجھ کر، لیکن یہاں آنے کے بعد
علی ابن طالب کے علموں کے پھریروں سے ڈر گئے۔ آپ نے سمجھ لیا کہ وہ لوگ بہادر ہیں
، موت کا خوف آیا اور بزدل ہو گئے" یہ بہت بڑی تہمت تھی، زبیر کو اپنی بہادری پر ناز تھا وہ
اتنے بڑے بہتان کو کیسے برداشت کر سکتے تھے غضب ناک ہو کر بولے:
"وائے ہو تم پر میں نے قسم کھائی ہے کہ علی سے جنگ نہ کروں گا"
مگر ابن عبداللہ نے ان کا کوئی عذر قبول نہ کیا بلکہ کہا:
"آپ قسم کے کفارہ میں اپنے غلام مہر جس کو آزاد کر دیجئے اور مقابلہ کیجئے"
زبیر نے اپنے غلام کو آزاد کیا پھر میدان کے چکر لگانے شروع کیے تاکہ بیٹا باپ کی بہادری
اور موت سے لاپروائی کو اچھی طرح سے دیکھ لے۔
تاریخ طبری جلد ۵ صفحہ ۲۰۰
لیکن زبیر تھوڑی دیر بعد آنکھ بچا کر کھسک لیے اور بصرہ سے سات فرسخ کے فاصلہ پر وادی
السباع میں عمر ابن جرموز نامی شخص کے ہاتھوں مارے گئے۔ امیر المومنین کے اس قول کی
تصدیق ہو گئی جو آپ نے زبیر کے طلب قصاص کے جواب میں فرمایا تھا۔
زبیر کے بعد حضرت امیر المومنین نے چاہا کہ طلحہ پر بھی حجت تمام کر دے۔ چنانچہ آپ نے
اسے مخاطب کر کے کہا:
"یا طلحہ جئت بعرس رسول اللہ تقاتل بھا وخبات عرسک فی البیت امایعتنی"

اے طلحہ تم رسول اللہ کی بیوی کو جنگ وقتال کے لئے لے آئے ہو اور اپنی بیوی کو گھر کے اندر پردہ میں چھوڑ آئے ہو کیا تم نے میری بیعت نہیں کی تھی۔

تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۵۲۰

بہر حال ہر طرح کی اتمام حجت کے بعد لڑائی چھڑ گئی دونوں طرف سے ہزاروں آدمی قتل ہوئے۔ اسی ہنگامہ جنگ وجدال میں مروان طلحہ کی تاک میں لگا کہ کسی طرح انہیں ختم کر کے خون عثمان کا انتقام لے کیونکہ قتل عثمان کی ذمہ داری ان پر بھی عائد ہوتی تھی اس انتقامی جذبہ کے علاوہ انہیں ٹھکانے لگانے میں ایک سیاسی مقصد بھی کار فرما تھا اور وہ یہ تھا کہ مروان سمجھتا تھا کہ جب تک طلحہ اور زبیر زندہ ہیں خلافت بنی امیہ کی طرف منتقل نہیں ہو سکتی البتہ ان دونوں کو ختم کرنے کے بعد اس کا امکان ہو سکتا ہے۔ زبیر تو محاذ جنگ سے کنارہ کش ہو کر جا چکے تھے اگر وہ میدان میں رہ جاتے تو بعید نہیں تھا کہ مروان کے ترکش کا تیر انہیں بھی نشانہ بناتا۔ زبیر تو میدان سے کنارہ کش ہو کر جاتے ہوئے وادی السباع میں عمر ابن جرموز کے ہاتھوں قتل ہو گئے اس نے طلحہ کو ہلاک کرنے کا موقع ڈھونڈ نکالا اور اپنے ایک غلام کی اوٹ لیکر زہر آلود تیر ان پر چلایا۔ جو ان کی پنڈلی کو چیرتا ہوا گھوڑے کے شکم میں پیوست ہو گیا گھوڑا زخمی ہو کر بھاگ کھڑا ہوا اور ایک خرابہ میں جا کر رکا۔ اور وہیں پر طلحہ نے دم توڑ دیا ابن سعد لکھتے ہیں:

"ان مروان ابن الحکم رمی طلحہ یوم الجمل وھو واقف الی جنب عائشہ بسہم فاصاب ساقہ ثم قال واللہ لا اطلب قاتل عثمان بعدک ابدا"

طبقات ابن سعد

سیرت امیر المومنین صفحہ ۵۶۵

جمل کے دن مروان بن الحکم نے طلحہ کو جو حضرت عائشہ کے پہلو میں کھڑے تھے تیر مارا جو ان کی پنڈلی میں لگا۔ پھر مروان نے کہا کہ خدا کی قسم تمہارے بعد مجھے قاتل عثمان کے ڈھونڈنے کی ضرورت پیش نہ آئے گی،،

(طبقات ابن سعد سیرۃ امیر المومنین صفحہ ۵۶۵)

طلحہ کے مارے جانے اور زبیر کے میدان خالی کر جانے کے باوجود اصحاب جمل جنگ کے لئے تلے رہے۔ آخر جنگ ہوئی کشتوں کے پشتے لگے ہزاروں کی تعداد میں مسلمان مارے گئے

اصحاب جمل کو شکست ہوئی۔ امیر المومنین کا موقف اس جنگ میں قطعی واضح تھا۔ آپ فرماتے ہیں:

"واللہ ان طلحہ والزبیر وعائشہ لیعلمون انی علی الحق وانھم مبطلون،،

(استیعاب جلد ۲ صفحہ ۲۱۴)

خدا کی قسم طلحہ اور زبیر اور عائشہ اچھی طرح جانتے ہیں میں حق پر ہوں اور وہ باطل پر ہیں

محمد ابن سیرین لکھتے ہیں:

ماعلمت ان علیا اتھم فی دم عثمان حتی بویع فلما بویع اتھم الناس

(عقد الفرید جلد ۳ صفحہ ۹۳)

مجھے نہیں معلوم کہ کسی نے حضرت علی پر عثمان کے قتل کی تہمت لگائی ہو۔ یہانتک کہ ان کی بیعت ہوئی۔ جب بیعت ہو چکی تو لوگوں نے انہیں متہم کرنا شروع کر دیا

(عقد الفرید جلد ۳ صفحہ ۹۳)

ان متہم کرنے والوں کے سرغنہ یہی دونوں طلحہ اور زبیر ہی تھے۔ اور انکی زبانیں بھی اس وقت کھلتی ہیں جب وہ اپنے مفادات حاصل کرنے میں ناکام ہو جاتے ہیں اور امیر المومنین انہیں کوفہ اور بصرہ کی گورنری دینے سے انکار کر دیتے ہیں۔

ہم نے جنگ جمل کے حالات واسباب انتہائی اختصار کے ساتھ لکھے ہیں۔ لیکن پھر بھی طول ہو گیا۔ اور اس کتاب کے موضوع کے پیش نظر اتنا طول دینے کی بھی ضرورت نہیں تھی۔ لیکن اتنا بیان لکھنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی تاکہ ہر انصاف پسند قاری اور غیر جانبدار مصنف یہ جان لے کہ حضرت عثمان کی اقرباپروری۔ انکے مقرر کردہ گورنروں کے خلاف شکایات پیدا ہونے انکے خلاف بلوے کے اسباب پیدا کرنے۔ اور انکے قتل کے بعد حضرت علی کی بیعت ہو گئی تو حضرت عائشہ اور حضرت طلحہ وزبیر کا لوگوں کو حضرت علی کے خلاف جنگ پر ابھارنے۔ اور بصرہ کی طرف روانہ کرنے میں کسی عبداللہ بن سبا نامی شخص کا کوئی ہاتھ نہیں تھا۔ اور نہ ہی شیعیان عثمان اور شیعیان علی کہلانے میں کسی عبداللہ بن سبا کا کوئی عمل دخل تھا۔ بلکہ طلحہ وزبیر اور حضرت عائشہ چونکہ حضرت عثمان کے خون کا انتقام لینے کے دعوے کے ساتھ میدان میں نکلے تھے۔ لہذا جنگ جمل میں انکا ساتھ دینے والے خود کو شیعان عثمان کہلانے لگ گئے۔ اور انکے مقابلہ میں جو لوگ حضرت علی کی چوتھے نمبر پر

خلیفہ کی حیثیت سے بیعت کر کے ان کے ساتھ آئے تھے انہوں نے شیعیان عثمان کے مقابلہ میں خود کو شیعیان علی کہلانا شروع کر دیا اور یہ پہلا موقع ہے کہ مسلمانوں میں ظاہری طور پر شیعیان عثمان اور شیعیان علیؑ بطور فرقہ کے نمودار ہوئے۔ اور یہ شیعان عثمان اور شیعان علی دونوں حضرت موسیٰ کے شیعہ کی طرح تھے جیسا کہ قرآن میں آیا ہے کہ:

"ھذا من شیعتہ وھذا من عدوہ"

ایک موسیٰ کے شیعوں میں سے تھا اور دوسرا موسیٰ کے دشمنوں میں سے تھا۔ پس حضرت علیؑ کے یہ طرفدار بھی ان کے دشمنوں کے مقابلہ میں شیعیان علی کہلائے اور حضرت علی کے مخالف اور دشمن شیعیان عثمانؓ مشہور ہوئے۔ جو اس جنگ تک شیعیان عثمان کہلائے پھر انہوں نے یہ لفظ ترک کر دیا اور صرف عثمانی رہ گئے اور شیعیان علیؑ صرف شیعہ کے نام سے مشہور ہوئے جیسا کہ سابق میں ابن تیمیہ کی منہاج السنہ سے بیان کیا جا چکا ہے۔

جنگ جمل کے ختم ہونے کے بعد امیر المومنین اپنے لشکر کو لیکر مظفر و منصور کوفہ تشریف لائے اور کوفہ کو اپنا دار الخلافہ بنایا اور کوفہ کو اپنا مستقر اور اپنی فوج کی چھاونی بنایا اگرچہ یہ جنگ ایک وقتی حیثیت رکھتی ہے مگر اس کے نتیجہ میں امت مختلف گروہوں میں بٹ گئی اور مسلمانوں میں باہم خون ریزیوں کا دروازہ کھل گیا چنانچہ جنگ جمل کے بعد شام سے جنگ کے شعلے بھڑکے۔ اور مسلمانوں کی تلواریں مسلمانوں کے سروں پر بے دریغ چلیں اگر ام المومنین اور حضرت طلحہ اور زبیر میدان جنگ میں نہ اترتے تو معاویہ کو حضرت علیؓ کے مقابلہ میں کبھی فوج کشی کی جرات نہ ہوتی۔ مگر ان لوگوں کے صف آرا ہونے سے نہ صرف انکی ہمت بندھی بلکہ انہیں اتنا موقع مل گیا کہ وہ جنگ کے لئے لشکر کی فراہمی اور سامان حرب وضرب کی تکمیل کر سکیں گے۔ اور حضرت علی سے برسرپیکار ہونے کا جواز تو انہیں جنگ جمل سے مل ہی چکا تھا۔ اس طرح کہ اگر ام المومنین قبیلہ بنی تمیم سے ہوتے ہوئے انتقام خون عثمان کے لئے کھڑی ہو سکتی ہیں تو وہ کیوں کھڑے نہیں ہو سکتے؟ یہ ایک ایسا مضبوط سیاسی حیلہ تھا۔ جسے معاویہ نے جنگ کے جواز میں پیش کیا اور طلحہ و زبیر ایسی اہم شخصیتوں کے اقدام سے اپنے باغیانہ اقدام کے حق جانب ہونے پر ثبوت مہیا کر سکے۔ چنانچہ انہوں نے قصاص ہی کے نام پر لوگوں کو بھڑکایا۔ اور جنگ صفین برپا کی۔ وہ شام کے لوگوں کو ہر جمعہ کے خطبہ میں حضرت نائلہ کی کٹی ہوئی انگلیاں اور حضرت عثمان کا خون بھرا ہوا کرتہ

دکھاتے اور حضرت علی پر یہ تہمت اور جھوٹا الزام لگاتے تھے کہ حضرت عثمان کو علی نے قتل کیا ہے۔ لہذا ہم ان سے خون عثمان کا انتقام لے کر رہیں گے۔ معاویہ نے اس تہمت کا اتنی کثرت سے پروپیگنڈہ کیا کہ شام میں کوئی فرد اور انکے لشکر کا کوئی سپاہی ایسا نہیں رہ گیا جسے یہ باور نہ کرا دیا ہو کہ حضرت عثمان کو علی نے قتل کیا ہے۔ چنانچہ شرجیل ابن سمط کندی نے شام کے لوگوں کی حالت کا جائزہ لینے کے بعد معاویہ سے آکر کہا:

"ابی الناس الا ان ابن ابی طالب قتل عثمان واللہ لئن بایعتہ لنخرجنک من الشام"

اخبار الطوال صفحہ ۱۵۹۔ سیرۃ امیر المومنین صفحہ ۲۱۳

"کسی کو بھی اس سے انکار نہیں ہے کہ ابن ابی طالب نے عثمان کو قتل کیا ہے۔ اگر تم نے اس کی بیعت کی تو ہم تمہیں شام سے نکال دیں گے۔

حضرت علیؑ کے دور حکومت میں شیعوں کی اقسام

ہمارے اب تک کے بیان سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ پیغمبر اکرم صلعم کے زمانے میں تو مسلمانوں کی چاروں اقسام تھیں۔ ایک منافق۔ دوسرے دنیا کے طلبگار تیسرے آخرت کے خواستگار۔ چوتھے سراسر قضاء و قدر الہی کے سامنے سر تسلیم خم کرنے والے۔ اگرچہ مسلمانوں کی چاروں اقسام تو موجود تھیں مگر یہ علیحدہ علیحدہ فرقے کی حیثیت نہیں رکھتے تھے بلکہ یہ ان کی دلی حالت اور طرز عمل کی بناء پر تقسیم تھی ورنہ وہ سب کلمہ گو مسلمان ہی کہلاتے تھے پیغمبر کی رحلت کے بعد جب نئی حکومت قائم ہوئی تو اس وقت ظاہری طور پر مسلمانوں کی تقسیم دو حصوں میں کی جا سکتی ہے مسلمانوں کی اکثریت تو حکومت کی طرفدار ہو گئی اور پیغمبر اکرم صلعم کے جلیل القدر اصحاب کی ایک نہایت ہی قلیل تعداد پیغمبر اکرم۔ص۔ کے ارشادات کی روشنی میں امیر المومنین علی ابن ابی طالب کو پیغمبر کا جانشین حقیقی۔ خلیفہ بلا فصل۔ امام برحق ہادی خلق۔ معصوم عن الخطاء منصوص من اللہ مانتے ہوئے انکی منہاج اور ان کے طریقہ پر چلتی رہی۔ لیکن حکومت کے طرفدار اور حضرت علی کی پیروی کرنے والے دونوں ہی مسلمان کہلاتے تھے اور اس وقت بھی کسی نئے فرقہ کی بنیاد نہیں پڑی تھی۔ چنانچہ حضرت عثمان کے وقت تک یہی صورت رہی۔ لیکن جب حضرت عثمان کے قتل کے بعد ام المومنین حضرت عائشہ اور طلحہ و زبیر لشکر لے کر جو تھے خلیفہ امیر المومنین علی ابن ابی طالب کے خلاف میدان جمل میں اترے اور جنگ جمل برپا کی تو وہ شیعیان عثمان کے

نام سے میدان میں اترے۔ اور ان کے مقابلہ میں وہ لوگ جنہوں نے چوتھے نمبر پر حضرت علی کی خلیفہ وقت کی حیثیت سے بیعت کرلی تھی۔ انہوں نے خود کو شیعیان علی کہلوانا شروع کردیا۔ اور وہ مسلمان جو پیغمبر کی احادیث اور ارشادات کے مطابق حضرت علی کو پہلے سے ہی پیغمبر کا حقیقی جانشین۔ خلیفہ بلا فصل، امام برحق اور ھادی خلق مانتے ہوئے انکی پیروی کررہے تھے اور انکی منہاج اور انکے طریقہ پر چل رہے تھے۔ لیکن حکومت کے طرفدار مسلمانوں کی طرح مسلمان ہی کہلاتے تھے۔ اور فی الحقیقت معنوی اعتبار سے شیعیان علی تھے۔ اب وہ بھی شیعیان علی میں ضم ہوگئے، جنہوں نے حضرت علی کو چوتھے نمبر پر خلیفہ مان کر شیعیان علی کہلوانا شروع کردیا تھا۔ لہذا ان شیعیان علی کی جو حضرت علی کے پرچم تلے جمع ہوئے تھے۔ انکی بھی چار اقسام تھیں۔

نمبر ۱۔ شیعیان علی کی سب سے پہلی قسم تو وہی تھی جو پہلے سے معنوی اعتبار سے حضرت علی کی پیروی اور انکی منہاج اور انکے طریقہ پر چلنے کی وجہ سے شیعہ علی تھے۔ اگرچہ ظاہری طور پر حیثیت فرقہ شیعہ نہیں کہلاتے تھے۔ بلکہ سب کے سب مسلمان ہی کہلاتے تھے۔

نمبر ۲۔ شیعیان علی کی دوسری قسم وہ تھی جنہوں نے حضرت عثمان کے قتل کیے جانے کے بعد حضرت علی کی چوتھے خلیفہ کی حیثیت سے بیعت کرلی تھی۔ اور جنگ جمل میں شیعیان عثمان کے مقابلہ میں حضرت علی کا ساتھ دینے کی وجہ سے شیعیان علی کہلاتے تھے۔

البتہ ان شیعیان علی کی بھی جنہوں نے حضرت علی کی چوتھے نمبر پر بیعت کرلی تھی تین قسمیں تھیں۔ حضرت علی کی چوتھے نمبر پر خلیفہ کی حیثیت سے بیعت کرنے والوں کی پہلی قسم ان اہل مدینہ کی تھی۔ جو ترتیب خلافت کے لحاظ سے افضلیت کے قائل تھے۔ یعنی ان کے نزدیک جو سب سے پہلے خلیفہ بنا وہ سب سے افضل تھا اس کے بعد جو دوسرے نمبر خلیفہ بنا وہ پہلے خلیفہ کے بعد سب سے افضل تھا۔ اسکے بعد جو تیسرے نمبر پر خلیفہ بنا وہ دوسرے خلیفہ کے بعد سب سے افضل تھا اور اسکے بعد جو چوتھے نمبر پر خلیفہ بنا وہ تیسرے خلیفہ کے بعد سب سے افضل تھا۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اس گروہ کو شیعہ اولیٰ یا شیعہ مخلصین کہا ہے۔ جسکا بیان آگے آئے گا۔

دوسری قسم۔ حضرت علی کی چوتھے خلیفہ کی حیثیت سے بیعت کرنے والوں کی دوسری قسم ان مہاجرین و انصار اہل مدینہ کی تھی جنہوں نے آنحضرت کی زبان مبارک سے

حضرت علی کی فضیلتوں کی احادیث کو اپنے کانوں سے سنا تھا۔ اور وہ فضائل کے اعتبار سے
حضرت علی کو تمام مسلمانوں سے افضل سمجھتے تھے۔ لیکن انکا نظریہ یہ تھا کہ افضل کی موجودگی
میں اگر مفضول کی بیعت ہو جائے تو وہ خلیفہ بن جاتا ہے۔ پس وہ مہاجرین و انصار مدینہ جنہوں
نے پیغمبر گرامی اسلام کی زبان مبارک سے حضرت علی کے فضائل کی احادیث سنی ہوئی تھی وہ
حضرت علی کو سب مسلمانوں سے افضل جانتے تھے اور حضرت علی کو حضرت ابوبکرؓ حضرت
عمرؓ حضرت عثمانؓ سے بھی فضیلت میں برتر سمجھتے تھے مگر چونکہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ جس کی
بیعت ہو جائے وہ خلیفہ بن جاتا ہے لہذا وہ پہلے نمبر پر حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ مانتے تھے
دوسرے نمبر پر حضرت عمرؓ کو خلیفہ مانتے تھے تیسرے نمبر پر حضرت عثمانؓ کو خلیفہ مانتے
تھے اور چوتھے نمبر پر حضرت علی کو خلیفہ مانتے تھے مگر فضیلت کے اعتبار سے وہ حضرت علی کو
ہی سب سے افضل مانتے تھے لہذا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اپنی کتاب تحفہ اثنا عشریہ میں
اس گروہ کو شیعہ تفضیلیہ کا نام دیا ہے اور اس کا بیان آگے چل کر آئے گا۔
لیکن یہاں پر جو بات عرض کرنی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت علی کو فضائل کے اعتبار سے افضل
ماننا کوئی ایسی بات نہیں جس پر کوئی اعتراض کیا جاسکے کیونکہ اکثر بزرگان اہل سنت نے اپنی
اپنی کتابوں میں اور شعرائے عظام نے اپنے قصیدوں میں حضرت علی کے سب سے افضل
ہونے کو تسلیم کیا ہے جیسا کہ شیخ سعدیؒ نے کہا ہے کہ:

کہ بعد از مصطفیٰ در کل عالم — نہ بد فاضل تر و بہتر ز حیدر
پس از احمد امام حق علی دان — کہ او بد نفس معصوم و برادر
مسلم شد سلونی گفتن او را — کہ علم مصطفیٰ را بود او در
چہ گویم مدح آں شاہے کہ جبرئیل — گہے مداح بود و شہ گاہ چاکر
از ان گفتم کہ تاآنکاں بدانند — کہ سعدی زین سعادت بہرہ ور بے پر

یعنی حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کے بعد تمام عالم میں کوئی بھی حیدر کرار سے افضل اور بہتر نہیں
تھا۔ احمد مجتبےٰ صلعم کے بعد جان لو کہ علی امام برحق ہے کیونکہ وہی نفس پیغمبر تھے معصوم
تھے اور پیغمبر کے بھائی تھے۔
یہ دعویٰ کہ جو پوچھنا چاہو مجھ سے پوچھ لو، آپ ہی کے لئے مسلم ہے کیونکہ آپ محمد مصطفےٰ
صلعم کے علم کا دروازہ تھے۔ میں اس بادشاہ کی مدح میں کیا بیان کروں جسکا جبرئیل کبھی مدح

خوانی کرتا نظر آتا ہے اور کبھی خدمت گار دکھائی دیتا ہے میں نے یہ چند اشعار اس لیے نظم کیے ہیں۔ تا کہ سارے جہان کو معلوم ہو جائے کہ سعدی اس سعادت سے محروم نہیں ہے اور حقیقت یہ ہے کہ شیخ سعدی نے اپنے اس قصیدہ میں احادیث پیغمبر کو نظم کیا ہے۔
نمونہ کے طور پر اہل سنت والجماعت کے چند اور علماء مورخین کے فرمودات کا نقل کرنا بھی فائدہ سے خالی نہ ہو گا مثلاً:

"قال احمد بن حنبل واسمٰعیل بن اسحاق القاضی، لم یرد فی فضائل احد من الصحابا الاسانید الحسان ماروی فی فضائل علی ابن ابی طالب کذالک احمد بن شعیب بن علی النسائی رحمۃ اللہ"
یعنی امام احمد بن حنبل اور قاضی اسمٰعیل بن اسحاق کہتے ہیں کہ اصحاب رسول میں سے کسی کے حق میں صحیح احادیث کے ساتھ اتنے فضائل مروی نہیں جتنے علی ابن ابی طالب کے حق میں ہیں یہی قول احمد بن شعیب نسائی کا ہے"

ابن عبد البر الاستیعاب الجزء الثانی صفحہ ۴۷۹
ابن حجر مکی صواعق محرقہ باب التاسع صفحہ ۷۶،۷۲
الحاکم مستدرک علی الصحیحین الجزء الثالث صفحہ ۱۰۷
مومن شبلنجی نور الابصار صفحہ ۷۳
محب الدین طبری ریاض النضرہ الجزء الثانی باب الرابع فصل التاسع صفحہ ۱۲۳
امام احمد حنبل مسند الجزء الاول صفحہ ۲۱۰
ابن قتیبہ کتاب الامامت والسیاست صفحہ ۹۳
محمد ابن معتمد خان۔ نزل الابرار ص ۸ وغیرہ

اور امام الفقا ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ دینوری کی عبارت اسطرح سے ہے:
ان رجلا من همدان یقال لہ برد قدم علی معاویہ فسمع عمرا یقع فی علی فقال لہ یا عمرو ان اشیاخنا سمعوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من کنت مولاہ فعلی مولاہ فحق ذالک ام باطل ۔ فقال عمرو حق وانا ازیدک انہ لیس احد من اصحاب رسول اللہ لہ مناقب مثل مناقب علی"

کتاب الامامت والسیاست ص ۹۳

ہمدان کا ایک آدمی جس کا نام برد تھا معاویہ کے پاس آیا۔ وہاں اس نے عمرو بن عاص کو علی کی

برائی کرتے ہوئے دیکھا تو اس نے کہا اے عمر ہمارے شیوخ نے جناب رسول خدا کو کہتے ہوا سنا ہے کہ جس کا میں مولا ہوں اسکا علی مولا ہے کیا یہ درست ہے یا غلط ہے؟ تو عمرو نے جواب دیا کہ درست ہے بلکہ میں تجھے اس سے بھی زیادہ بتاؤں کہ اصحاب رسول میں کوئی شخص ایسا نہ تھا جس کے مناقب علی کے مناقب کے برابر ہوں۔

اور طبرانی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ:
"واخرج الطبرانی عنہ قال کانت لعلی ثمانیہ عشر منقبۃ ماکانت لاحد من هذہ الامۃ"
یعنی طبرانی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حضرت علی کے اٹھارہ فضائل ایسے تھے جو اس امت میں سے کسی میں موجود نہیں تھے

ابن حجر مکی صواعق محرقہ باب التاسع فصل الثالث صفحہ ۷۶
محب الدین طبری ریاض النضرہ الجزء الثانی باب الرابع فصل السادس صفحہ ۲۰۷
مومن شبلنجی۔ نور الابصار صفحہ ۷۳
علی المتقی کنز العمال الجزء السادس ص ۱۵۳
شیخ سلمان قندوزی بلخی ینابیع المودت باب ۴۲ صفحہ ۱۰۳
محمد بن طلحہ الشافعی کتاب مطالب السئول الباب الثانی صفحہ ۸
سبط ابن الجوزی تذکرہ خواص الامۃ ص ۱۰ وغیرہ

ماخوذ از البلاغ المبین۔

مختصراً اتنی روایات ہی کافی ہیں جنہیں معتبر بزرگ علماء و مورخین اہل سنت نے اپنی اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔ یہ احادیث مدینہ کے بہت سے مہاجرین و انصار نے پیغمبر اکرم صلعم کی زبان مبارک سے اپنے کانوں سے سنی تھیں۔ لہذا وہ حضرت علی کو تمام امت سے افضل مانتے تھے اور انھیں حضرت ابو بکر حضرت عمر اور حضرت عثمان سے افضل جانتے تھے لیکن وہ یہ سمجھتے تھے کہ افضل کی موجودگی میں اگر مفضول کی بیعت کر لی جائے تو وہ خلیفہ ہو جاتا ہے۔ پس بیعت کی بناء پر اول نمبر پر حضرت ابو بکر کو خلیفہ مانتے تھے دوسرے نمبر پر حضرت عمر کو خلیفہ مانتے تھے۔ تیسرے نمبر پر حضرت عثمان کو خلیفہ مانتے تھے اور چوتھے نمبر پر حضرت علی کو خلیفہ مانتے تھے یہ مہاجرین و انصار مدینہ حضرت علی کے ہمراہ مدینہ سے آئے تھے جنگ جمل میں یہ بھی شیعیان عثمان کے مقابلہ میں حضرت علی کا ساتھ دینے کی وجہ سے

شیعیان علی کہلائے جیسا کہ ترتیب کے اعتبار سے افضل ماننے والوں نے شیعیان علی کا لقب اختیار کیا۔ یہ انتہائی ناانصافی کی بات ہے کہ ترتیب کے اعتبار سے افضلیت کے قائل تو خود کو شیعہ اولی قرار دیں اور اپنے آپکو شیعہ مخلصین کہیں اور ان شیعیان علی کو جو ان کی طرح ہی حضرت علی کو چوتھا خلیفہ مانتے تھے مگر پیغمبر کی احادیث کی روشنی میں حضرت علی کو سب سے افضل سمجھتے تھے انہیں عبداللہ بن سبا کے بھکانے کا نتیجہ قرار دیں اور اسکا بیان بھی آگے چل کر آئے گا۔

تیسری قسم۔ حضرت علی کو چوتھا خلیفہ ماننے والے شیعیان علی کا تیسرا گروہ یا تیسری قسم وہ ہے جو اطراف واکناف سے حضرت عثمانؓ کے گورنرں کی شکایات لے کر آیا کرتا تھا اور ان کے طرز عمل سے نالاں تھا اور جنہوں نے محمد بن ابی بکر کے قتل کا حکم نامہ پکڑے جانے کے بعد واپس مدینہ آکر حضرت عثمان کے گھر کو گھیر لیا تھا۔ یہ لوگ حضرت عثمان کو خطاکار سمجھتے تھے اور ان سے خلافت سے دست بردار ہونے کا مطالبہ کر رہے تھے اور انہیں معزول کرنے کا مستحق سمجھتے تھے حضرت عثمانؓ کے قتل ہو جانے کے بعد جب مہاجرین وانصار مدینہ نے حضرت علی کی چوتھے خلیفہ کی حیثیت سے بیعت کر لی تو ان کے بعد ان بلوائیوں نے بھی حضرت علی کی چوتھے خلیفہ کی حیثیت سے بیعت کر لی اور جب حضرت علی کو حضرت عائشہ اور طلحہ وزبیر اور اصحاب جمل کے بصرہ پر حملہ آور ہونے کی اطلاع ملی تو آپ مدینہ سے ان کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوئے ان میں مہاجرین وانصار مدینہ کے علاوہ کوفہ وبصرہ ومصر وغیرہ سے آئے ہوئے وہ بلوائی بھی شامل تھے جو حضرت عثمانؓ کو خطاکار اور قابل معزولی سمجھتے تھے اور ان سے استعفیٰ کا مطالبہ کر رہے تھے پس خلاصہ اس سارے بیان کا یہ ہوا کہ حضرت علی کے دور حکومت یا زمانہ خلافت ظاہری میں شیعیان علی کی چار اقسام تھیں اگرچہ وہ سب کے سب خود کو صرف شیعہ ہی کہتے تھے۔ یہ چاروں قسم کے شیعہ حضرت علی کے لشکر میں موجود تھے۔ اگرچہ زیادہ تعداد ان میں دوسری، تیسری اور چوتھی قسم کے شیعوں ہی کی تھی۔ اور پہلی قسم کے شیعہ اب بھی بہت کم تعداد میں تھے۔

ہم نے اس عنوان کے تحت بھی خاصا طول دیا ہے۔ اور اہل سنت کے معروف بزرگ علماء شعراء دانشوروں محدثین اور مورخین کے اقوال بھی اس عنوان کے تحت اس لئے نقل کئے ہیں تاکہ ہر انصاف پسند قاری کو معلوم ہو جائے کہ جس طرح حضرت عثمان کے خلاف

شکایات پر رد عمل اور جنگ جمل برپا کرنے میں کسی عبداللہ بن سبا نامی شخص کا کوئی عمل دخل نہیں تھا۔ اسی طرح شیعیان علی کا نام رکھنے اور انکو مذکورہ چار اقسام میں تقسیم کرنے میں بھی کسی عبداللہ بن سبا نامی شخص کا کوئی کردار نہیں ہے بلکہ حضرت علی کو پیغمبر اکرم صلعم کے بعد پیغمبر کا جانشین حقیقی امام امت ہادی خلق اور وصی رسول مان کر انکی اطاعت و پیروی کرنے والوں اور حضرت علی کی سنت انکی منہاج اور ان کے طریقہ پر چلنے والوں کا نام تو خود پیغمبر گرامی اسلام نے شیعہ رکھا تھا۔ اور حضرت علی کے دور حکومت میں جنہوں نے حضرت علی کی بیعت کر کے انکو اپنا چوتھا خلیفہ مانا۔ اور جنگ جمل میں شیعیان عثمان کے مقابلہ میں حضرت علی کا ساتھ دیا انہوں نے بھی اپنا نام شیعیان علی رکھا۔ لہذا اس میں بھی کسی عبداللہ بن سبا نامی شخص کا کوئی عمل دخل اور کوئی کردار نہیں ہے۔ لیکن نہایت افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ بہت سے بزرگ علمائے اہل سنت نے انتہائی ناانصافی سے کام لیتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ فرقہ شیعہ پیدا کردہ عبداللہ بن سبا یہودی کا ہے۔ اور شیعوں کے خلاف جو بھی کچھ لکھنے پر آتا ہے تو وہ ابتداء اسی بے انصافی سے کرتا ہے۔

چنانچہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اپنی کتاب تحفہ اثنا عشریہ میں پہلے تو یہ بتلایا ہے کہ حضرت علی کے محبین ومخلصین نے خود کو شیعہ علی سے ملقب کیا تھا ان کے اصل الفاظ اس طرح ہیں کہ:

"ہر گاہ شہادت آں خلیفہ بر حق یعنی عثمان واقع شد وخلافت حقہ خاتم الخلفاء امیر المومنینؑ سورة گرفت جماعت کثیر خود را وا عداد محبین ومخلصین آنجناب وانمودہ خویشتن را بہ شیعہ علی ملقب ساختند" (تحفہ اثنا عشریہ شاہ عبدالعزیز)

یعنی جب خلیفہ برحق حضرت عثمان کی شہادت واقع ہو گئی اور خاتم الخلفاء حضرت امیر المومنینؑ خلیفہ بن گئے تو مسلمانوں کی ایک کثیر جماعت نے خود کو آنجناب کے محبین اور مخلصین ظاہر کرتے ہوئے شیعہ علی کہلانا شروع کر دیا۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے جماعت کثیر کا لفظ استعمال کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اصحاب جمل یعنی حضرت عائشہ اور طلحہ وزبیر کا لشکر اور معاویہ اور سالم صوبہ شام کے مسلمانوں نے حضرت علی کو چوتھا خلیفہ بھی تسلیم نہ کیا اور نہ ہی مرتے دم تک ان کی بیعت کی لہذا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی تحریر کے مطابق صرف وہی مسلمان جنہوں نے حضرت علی کو

چوتھا خلیفہ مانا تھا آنجناب کے محبین و مخلصین میں داخل ہو کر شیعہ علی کہلانے لگے تھے اس کے بعد شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی مذکورہ شیعہ فرقہ کی چار اقسام کو عبداللہ بن سبا یہودی کے گلے میں ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

"پس لشکریان حضرت امیر بسبب ردو قبول وسوسہ ایں شیطان لعین چہار فرقہ شدند:
اول فرقہ شیعہ اولی و شیعہ مخلصین کہ پیشیان اہل سنت والجماعت اند بروش جناب مرتضوی در معرفت حقوق اصحاب کبار و ازواج مطہرات و پاسداری ظاہر و باطن یا وصف وقوع مشاجرات و مقاتلات و صفائی سینہ و برآت از غل و نفاق گذرانیدند انہارا شیعہ اولی و شیعہ مخلصین می نامند۔ بقدر الحاجت۔
دوم فرقہ تفضیلیہ کہ جناب مرتضوی را بر جمیع صحابہ فضیلت می دہند و ایں فرقہ از اولی تلامذہ آں لعین شدو شمہ از وسوسہ او قبول کروند انتہیٰ بقدر الحاجت۔
"سوم فرقہ شیعہ سبیہ کہ آنہارا تبرائیہ نیز گویند جمیع صحابہ را ظالم و غاصب بلکہ کافر و منافق می دانند و ایں گروہ از اوسط تلامذہ آں خبیث گشت" انتہیٰ بقدر الحاجت
"چہارم فرقہ شیعہ غالیہ کہ ارشد تلامذہ و اخص الخواص یاران آں خبیث بود قائل بالوہیت آنجناب شد ایں است اصل طریق حدوث مذہب شیعہ۔

ترجمہ

پس حضرت امیر کے لشکر والے اس شیطان لعین (یعنی عبداللہ بن سبا) کے وساوس کو قبول کرنے کی وجہ سے چار فرقے بن گئے۔
اول فرقہ شیعہ اولی اور شیعہ مخلصین کا ہے جو اہل سنت والجماعت کے بزرگان و گزشتہ اسلاف تھے۔ جو حضرت مرتضوی کی روش کے مطابق اصحاب کبار اور ازواج مطہرات کے حقوق کی معرفت اور ان سے ظاہر و باطن کی پاسداری اور ان کے لڑائی جھگڑوں اور جنگ و قتال کے باوصف صفائی سینہ اور دل کی کدورت اور نفاق سے بیزار رہتے ہوئے زندگی بسر کرتے رہے، انہیں شیعہ اولی یا شیعہ مخلصین کہا جاتا ہے۔ (انتہیٰ بقدر الحاجت)
دوسرا فرقہ شیعہ تفضیلیہ کا ہے جو جناب مرتضوی کو تمام صحابہ پر فضیلت دیتے ہیں اور یہ فرقہ اس لعین کے پہلے شاگردوں میں سے ہے۔ اور انہوں نے اس کے وسوسہ کا کچھ تھوڑا سا اثر قبول کر لیا ہے۔ (انتہیٰ بقدر الحاجت)

تیسرا فرقہ شیعہ سبیہ کہ انکو تبرائی فرقہ بھی کہتے ہیں تمام صحابہ کو ظالم و غاصب بلکہ کافر و منافق جانتے ہیں اور یہ گروہ اس خبیث (عبداللہ بن سبا) کے شاگردوں میں درمیانے درجے میں ہیں (انتہیٰ بقدر الحاجت)
چوتھا فرقہ شیعہ غالیہ کہ جو اس خبیث کے ارشد تلامذہ اور خاص الاخص یاروں دوستوں میں سے تھا آنجناب (یعنی حضرت علی) کی خدائی کا قائل ہو گیا یہ ہے مذہب شیعہ کے پیدا ہونے کا اصل طریق (انتہیٰ بقدر الحاجت)
ایک غیر جانبدار قاری جب شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے مذکورہ بیان پر غور کرے گا تو وہ سر پیٹ کر رہ جائے گا ہم ان کے بیان پر مختصر سا تبصرہ کرتے ہیں شاہ عبدالعزیز نے چوتھا فرقہ شیعہ غالیہ لکھا ہے اور انہیں عبداللہ بن سبا کے ارشد تلامذہ اور خاص الخاص یاروں میں سے بتلایا ہے۔ اسکا کہنا تھا کہ علی خدا ہے اور میں ان کا نبی ہوں۔
کتنی حیرت کی بات ہے کہ پاکستان میں مرزائی حضرات اہل سنت کی طرح خدا کو وحدہ لا شریک مانتے ہیں پیغمبر اکرم کی نبوت پر ایمان رکھتے ہیں قیامت پر بھی انکا ایمان ہے صحاح ستہ کو مانتے ہیں قرآن کو اپنی کتاب مانتے ہیں قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے ہیں امام ابو حنیفہ کی فقہ پر عمل کرتے ہیں انکے خلیفہ کی اپنے جلسہ میں خطاب کے دوران یہ آواز ربوہ کی پہاڑیوں میں آج تک گونج رہی ہے کہ ہمیں کوئی شخص اسلام سے خارج نہیں کر سکتا ہے ہمارا قرآن پر ایمان ہے اور ہم ابو حنیفہ کی فقہ پر عمل کرتے ہیں مگر صرف غلام احمد قادیانی کے دعوائے نبوت کو مان لینے کی بناء پر تمام مسلمان بالخصوص اہل سنت انہیں مسلمانوں میں شمار کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں حالانکہ ان کی بیشتر اقدار اہل سنت مسلمانوں کے ساتھ مشترک ہیں مگر عبداللہ بن سبا اور اس کے ماننے والوں کو جو حضرت علی کو اپنا خدا کہتا تھا اور اپنے نبوت کا دعویدار تھا شیعہ غالیہ لکھا ہے اور اسے ہی شیعہ فرقوں کا بانی لکھا ہے حالانکہ اسکی کوئی قدر شیعوں کے ساتھ مشترک نہیں ہے۔ جو حضرت علی کو خدا کہتا ہو اور خود کو نبی کہتا ہو اسے شیعہ کہنا لغو ہے۔ حضرت علی نے اس کے کفر کی بناء پر آگ میں جلا کر اسے موت کی سزا دی۔ اور تمام شیعہ اسے اور اسکے ماننے والوں کو کافر کہتے ہیں اور اس میں اسلام کی کوئی بات بھی نہیں ہے۔ اور شیعوں کے مذکورہ فرقے بھی عبداللہ بن سبا کے بنائے ہوئے نہیں ہیں بلکہ ان حالات اور واقعات کی پیداوار ہیں جو پیغمبر اکرم کے بعد نمودار ہوئے جس کی

کچھ تفصیل ہم سابق میں بیان کر چکے ہیں جو مختصر طور پر اسطرح سے ہے
نمبر ا۔ پیغمبر کے بعد آنحضرت کے ارشادات و فرمودات کی تعمیل میں ان کی اطاعت کرتے ہوئے شروع دن سے حضرت علی کی پیروی اور اطاعت کرنے والے، اور ان کی سنت انکی منہاج اور انکے طریقہ پر چلنے والے جن کا نام خود پیغمبر اسلام نے شیعہ علی رکھا یہ حضرت علی کے معنوی شیعہ تھے اور چونکہ شیعیت اسلام حقیقی کا دوسرا نام ہے لہذا یہ خود کو مسلمان ہی کہلاتے ہیں۔

نمبر ۲:۔ قتل عثمان کے بعد حضرت علی کو چوتھا خلیفہ مان کر انکی بیعت کرنے والے مہاجرین و انصار مدینہ جنہوں نے پیغمبر کی زبان مبارک سے اپنے کانوں سے حضرت علی کے فضائل کو سنا تھا اور ان کے ساری امت اور ساری مخلوق سے افضل ہونے کو خود پیغمبر اکرم نے بیان کیا تھا لہذا یہ حضرت علی کو سب سے بہتر مانتے تھے مگر ان کا نظریہ یہ تھا کہ اگر افضل کی موجودگی میں مفضول کی بیعت ہو جائے تو وہ خلیفہ ہو جاتا ہے۔ پس انہوں نے برسر اقتدار آنے والے ہر خلیفہ کو مانا۔ پہلے نمبر پر حضرت ابو بکرؓ کو پھر حضرت عمرؓ کو پھر حضرت عثمانؓ کو پھر حضرت علی کی بیعت ہو جانے کی وجہ سے حضرت علی کو خلیفہ مانا اور جب اصحاب جمل میدان میں آئے تو شیعیان عثمان کے مقابل میں شیعیان علی کے نام سے موسوم ہوئے

نمبر ۳:۔ حضرت عثمانؓ کے قتل ہو جانے کے بعد حضرت علیؑ کو چوتھا خلیفہ مانکر بیعت کرنے والے وہ مہاجرین و انصار مدینہ جو ترتیب خلافت کے لحاظ سے افضلیت کے قائل تھے یعنی جو سب سے پہلے خلیفہ بنا ان کے نزدیک وہ سب سے افضل تھا جو دوسرے نمبر پر خلیفہ بنا وہ پہلے سے افضل تھا جو تیسرے نمبر پر خلیفہ بنا وہ دوسرے سے افضل تھا یہ وہ مہاجرین و انصار مدینہ تھے جنہوں نے حضرت علیؑ کی چوتھے نمبر پر باول ناخواستہ بیعت کی تھی چونکہ ان کی بیعت ہو گئی تھی لہذا انہوں نے بھی انہیں چوتھا خلیفہ تسلیم کر لیا۔

نمبر ۴:۔ حضرت عثمانؓ کے قتل کے بعد اور حضرت علیؑ کی بیعت ہو جانے کے بعد ان کو چوتھا خلیفہ ماننے والے لیکن حضرت عثمانؓ کو بعض امور میں مورد الزام قرار دینے والے اور بعض لغزشوں کی وجہ سے انھیں خطاکار جاننے والے ان سے دستبرداری کا مطالبہ کرنے والے اور ان کو معزولی کا مستحق جاننے والے یہ حضرات بھی حضرت علیؑ کی چوتھے نمبر پر بیعت کر کے اصحاب جمل کے مقابلہ میں حضرت علیؑ کے ساتھ آئے اور شیعیان عثمانؓ کے

مقابلہ میں شیعیان علی کہلائے۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اس شیعہ فرقہ کا ذکر ہی نہیں کیا اور اسے شیعہ فرقہ میں داخل کر دیا جس کا اسلام سے کوئی تعلق اور واسطہ نہیں تھا۔ حضرت علی کے دور حکومت میں فی الحقیقت شیعہ کہلانے والے یہی مذکورہ چار فرقے تھے اور عبداللہ بن سبا کو نبی اور حضرت علی کو خدا ماننے والوں کو نہ تو کسی نے مسلمان قرار دیا ہے اور نہ ہی شیعہ سمجھا ہے۔ اسے حضرت علی نے بھی کافر قرار دیا اور تمام مسلمانوں نے بھی لہذا اسے شیعہ کہنا اور شیعہ سمجھنا سراسر تہمت ہے زیادتی ہے اور بہتان ہے عبداللہ بن سبا کو اسکے کفر کی وجہ سے جلا کر موت کی سزا دینے کے بعد اس جماعت کا خاتمہ ہو گیا اور اس کی اولاد اور اسکے کچھ پیروکار اگر کچھ تھے تو وہ زیر زمین چلے گئے اور اس کا معاملہ بس اتنا ہی ہے لہذا حضرت عثمانؓ کے قتل اور جنگ جمل کے برپا کرنے میں اسکا کوئی عمل دخل نہیں ہے نہ اسکا اس بارے میں کوئی کردار ہے اور نہ ہی شیعیان عثمان کے مقابلہ میں حضرت علیؑ کے طرفداروں کا شیعیان علی کہلانے میں اسکا کوئی ہاتھ ہے نہ شیعوں کی مذکورہ تفریق سے اسکا کوئی تعلق اور واسطہ ہے۔ اور جنگ صفین اور جنگ نہروان میں تو اسکا کہیں نام و نشان تک نہیں ہے۔ حضرت عثمان کے قتل کی وجوہات اور جنگ جمل، جنگ صفین اور جنگ نہروان کے برپا ہونے کی وجوہات بالکل صاف اور واضح ہیں۔ جن کو دہرانے کی یہاں پر ضرورت نہیں ہے۔

چونکہ ان تمام حالات و واقعات میں عبداللہ بن سبا کا کوئی کردار نہیں ہے اسی لئے اہل سنت کے معروف عالم شیخ عبداللہ سبیتی نے اپنی کتاب "الی مشیخۃ الازہر" میں اور ڈاکٹر طہ حسین مصری نے اپنی کتاب "الفتنۃ الکبریٰ" میں جلد ا صفحہ ۱۳۱ اور جلد ۲ صفحہ ۹۸ پر ایسے کسی عبداللہ بن سبا کے وجود سے صاف انکار کر دیا ہے اور اس کے وجود کو کلی طور پر مسترد کر دیا ہے اور اسے صرف ایک خیالی وجود قرار دیا ہے ہم اس کی تفصیل آگے چل کر بیان کرینگے۔

بہر حال اب تک کے بیان سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ حضرت عثمان کے قتل کے بعد حضرت علی کے دور خلافت تک تمام مسلمان یا شیعیان عثمان کہلاتے تھے یا شیعیان علی، اور تمام بزرگ علمائے اہل سنت یہ بات پرزور طریقے سے کہتے ہیں کہ ان کے گزشتہ بزرگ اور اسلاف شیعہ ہی کہلاتے تھے۔ پھر وہ اہل سنت کب بنے خود حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اپنی کتاب تحفہ اثنا عشریہ میں اسطرح سے لکھتے ہیں کہ:

باید نست کہ شیعہ اولی کہ فرقہ سنیہ و تفضیلیہ اند در زمان سابق بہ شیعہ ملقب بودند و چوں

غلات و روافض وزیدیاں و اسماعلیہ بایں لقب خود را ملقب کروند و مصدر قبائح و شرور اعتقادی و عملی گردیدند خوفا عن التباس الحق بالباطل فرقہ سنیہ و تفضیلیہ ایں لقب را بخود نہ پسندیدند و خود را اہل سنت وجماعت ملقب کروند:

(تحفہ اثنا عشریہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی)

ترجمہ۔ یعنی جاننا چاہئے کہ اولین اور سب سے پہلے شیعہ کہلانے والے جو آج سنی اور تفضیلیہ کہلاتے ہیں، سابقہ زمانے میں شیعہ ہی کہلاتے تھے۔ اور چونکہ غلات اور رافضیوں اور زیدیوں اور اسماعیلیوں نے خود کو اس لقب سے ملقب کر لیا اور ان سے برے اعتقادات اور اعمال صادر ہونے لگے۔ تو آج سنی اور تفضیلیہ کہلانے والوں نے حق اور باطل کے خلط ملط ہونے کے خوف سے اپنے لئے اس لقب شیعہ کو پسند نہ کیا اور خود کو اہل سنت والجماعت کہلانا شروع کر دیا۔ یہی بات رشید احمد گنگوہی رئیس مدرسہ دیو بند اور ابن حجر نے صواعق محرقہ میں لکھی ہے۔

اہل سنت والجماعت کب وجود میں آئے

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور اہل سنت کے مذکورہ بزرگ علماء کے بیان سے معلوم ہو گیا کہ چونکہ غالیوں، رافضیوں، زیدیہ اور اسماعیلیہ خود کو شیعہ کہلاتے تھے لہذا حق و باطل کے خلط ملط ہو جانے کے خوف سے موجودہ دور کے اہل سنت والجماعت اور تفضیلیہ کہلانے والوں کے آباؤ اجداد اور اسلاف نے شیعہ کہلانا چھوڑ دیا اور شیعہ کہلانے کی بجائے اہل سنت والجمات اور تفضیلیہ کہلانا شروع کر دیا۔ اور یہ بات ایک تاریخی حقیقت ہے کہ حضرت اسماعیل حضرت امام جعفر صادقؑ کے فرزند تھے اور اسماعیلیہ حضرت امام جعفر صادقؑ کے بعد محمد بن اسماعیل کی امامت کے قائل ہو گئے تھے۔ اور اسماعیلی شیعہ کہلاتے تھے۔ اور حضرت امام جعفر صادقؑ نے ۱۴۸ھ میں وفات پائی لہذا ہر صورت میں فرقہ اسماعیلیہ ۱۴۸ھ کے بعد وجود میں آیا ہے۔ اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ جب اسماعیلیوں نے خود کو شیعہ کہلانا شروع کر دیا تو پھر ہم نے شیعہ کہلانا پسند نہ کیا اور شیعہ کہلانا چھوڑ دیا۔ اور اپنا لقب اہل سنت والجماعت رکھ لیا۔ گویا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے قول کے مطابق جو اہل سنت کے ایک بزرگ عالم و محدث ہیں اہل سنت والجماعت ۱۴۸ھ کے بعد وجود میں آئے لیکن ہماری تحقیق کے مطابق اہل سنت والجماعت اتنی دور جا کر وجود میں نہیں آئے بلکہ

جب حضرت علی کو چوتھا خلیفہ مان کر شیعیان علی کہلانے والوں نے معاویہ کی بیعت کر لی۔ اور حضرت علی کو خلیفہ نہ ماننے والوں اور حضرت علی کو چوتھا خلیفہ ماننے والوں کا معاویہ پر اجماع ہو گیا۔ تو اس سال کا نام عام الجماعت اور سنۃ الجماعت رکھا گیا اور انہوں نے سنۃ الجماعت کی مناسبت سے اپنا نام سنت والجماعت رکھ لیا۔ اور یہ سن 41ھ کا واقعہ ہے۔ پس بزرگ عالم اہل سنت حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے قول کے مطابق تو اہل سنت والجماعت 148ھ کے بعد پیدا ہوئے۔ اور ہماری تحقیق کے مطابق معاویہ کی بیعت کے بعد 41ھ میں سنۃ الجماعت کی مناسبت سے سنت والجماعت کہلائے اور اس کا کچھ بیان ہم آگے چل کر معاویہ کے خلیفہ بن جانے کے واقعات کے بیان میں کریں گے۔

بلال زبیری کی کتاب فرقے اور مسالک میں شیعہ فرقوں کے نام

بلال زبیری نے اہل سنت کے 109 فرقوں کا حال لکھنے کے بعد شیعہ فرقوں کے یہ نام لکھے ہیں: ۔ امامیہ۔ تفضیلیہ۔ مخلصین۔ مختاریہ۔ کیسانیہ۔ مفضلہ۔ غرابیہ۔ سریغیہ۔ اسحاقیہ۔ ہاشمیہ۔ عباسیہ۔ عمرانیہ۔ فریضیہ۔ طیارہ۔ جناحیہ۔ حارثہ۔ بنانیہ۔ مغیریہ۔ زیدیہ۔ تعیمیہ۔ جریدیہ۔ سلیمانیہ۔ عیسویہ۔ یحییٰ بن زید کے پیرو۔ تبریہ۔ باقریہ۔ سالیہ۔ ہشامیہ۔ نعمانیہ۔ شیطانیہ۔ مشبہ۔ حاضریہ۔ منصوریہ۔ ذکیہ۔ علیائیہ۔ آمنیہ۔ علیاویہ۔ نصیریہ۔ ادریسیہ۔ جعفریہ۔ بزیعیہ۔ خطابیہ۔ معمریہ۔ دیصانیہ۔ راوندیہ۔ کاملیہ۔ شمیطیہ۔ ناؤسیہ۔ بزیغیہ۔ زراریہ۔ جارودیہ۔ شرعیہ۔ غامیہ۔ ذکیہ۔ خشبیہ۔ تفویضیہ۔ استاجیہ۔ ذمیہ۔ ذرامیہ۔ اسماعیلیہ۔ موسویہ۔ قطعیہ۔ ممطوریہ۔ احمدیہ۔ افطحیہ۔ علیہ۔ صالحیہ۔ واقفیہ۔ جعفر ثانی۔ اثنا عشریہ۔ خرامیہ۔ ابانیہ۔ برقعیہ۔ کشمیریہ۔ تومرتیہ۔ شیخیہ۔ جمن شاہیہ۔ ذکری اور متفرقات میں ان 58 فرقوں کا نام لکھا ہے۔ جن کے پیشواؤں نے امام مہدی ہونے کے دعوے کئے یا مذہب میں کچھ تجدید کی یہ سب اہل سنت میں شمار کئے گئے ہیں۔ لیکن محمد نور بخش جس نے مہدی آخر الزماں ہونے کا دعویٰ کیا۔ اس کے ماننے والے نور بخشی کہلاتے ہیں۔ اور کشمیر کے شمالی علاقہ جات میں پائے جاتے ہیں۔ ان کو شیعہ فرقے میں شمار کیا جاتا ہے۔

شیعوں کے مذکورہ فرقوں میں سے تفضیلیہ اور مخلصین تو وہی ہیں۔ جو معاویہ کی بیعت کے بعد شیعہ کہلانا ترک کر کے اہل سنت والجماعت کہلانے لگ گئے۔ باقی کا حال ہم آگے چل کر بیان کریں گے۔ کیونکہ جنگ جمل کے حالات ہم سابق میں بیان کر چکے ہیں۔ جو مسلمانوں میں پہلی کھلم کھلا تفریق کا سبب بنے لہذا ہم اس سے آگے جنگ صفین کے حالات تحریر کرتے ہیں۔ جو بعد میں مسلمانوں میں تفریق کا سبب بنے

جنگ صفین کے کچھ حالات

امیر المومنین نے جنگ جمل سے فارغ ہونے کے بعد کوفہ کو دارالخلافہ بنا کر امور سلطنت کی طرف توجہ فرمائی۔ سب سے پہلے جتنی جاگیریں حضرت عثمان نے غلط بخشیوں کے ذریعے اپنے اقربا کو عطا کی تھیں۔ وہ سب ضبط کرلیں۔ اس کے بعد آپ نے حضرت عثمان کے مقرر کردہ ان تمام گورنروں کو جن کے خلاف ہر طرف سے شکایات لے کر وفود آرہے تھے۔ ان سب کو ہٹا کر نئے گورنر مقرر کیے۔

چنانچہ سہیل ابن حنیف انصاری کو شام کا گورنر مقرر کیا۔ سہیل ابن حنیف شام جاتے ہوئے جب وادی تبوک کے قریب پہنچے تو معاویہ کے مقرر کردہ ایک شامی دستہ نے ان کا راستہ روکا اور پوچھا کہ تم کون ہو؟ اور کہاں جانا چاہتے ہو؟ کہا کہ میں امیر المومنین علی ابن ابی طالب کی طرف سے شام کا عامل ہوں۔ انہوں نے کہا کہ ہم معاویہ کے علاوہ کسی کو شام کا حکمران تسلیم نہیں کرتے۔ تم جدھر سے آئے ہو اُدھر واپس پلٹ جاؤ۔ ورنہ ہماری تلواریں تمہیں آگے بڑھنے سے روکیں گی سہیل اس جمعیت کا مقابلہ نہ کر سکتے تھے۔ مجبوراً واپس چلے آئے اور حضرت علی کی خدمت میں پہنچ کر صورت حال بیان کی۔ امیر المومنین پہلے سے ہی سمجھ رہے تھے کہ معاویہ شام سے باسانی دستبردار نہیں ہونگے۔ جنگ کے شرارے ضرور بھڑکیں گے۔ مگر آپ نے اتمام حجت سے پہلے ان کے خلاف قدم اٹھانا گوارا نہ کیا اور کوشش کی کہ گفت وشنید اور افہام وتفہیم سے معاملہ درست ہو جائے۔ چنانچہ آپ نے حجاج ابن غزیہ انصاری کو ایک خط دے کر معاویہ کے پاس بھیجا۔ اور ان سے مطالبہ کیا کہ وہ شامیوں کے وفد کے ساتھ مدینہ آئیں اور بیعت کریں۔ خط وکتابت ہوتی رہی۔ لیکن معاویہ بیعت کے لئے تیار نہ ہوا۔ اور حضرت علی سے جنگ کی تیاریوں میں مصروف رہا آخری مرتبہ حضرت امیر المومنین نے جریر کو خط دے کر بھیجا۔ جسکا معاویہ نے یہ جواب دیا۔ کہ

الحق لصاحبك واعلمه اني واهل الشام لا يجيبه الى البيعة

.....اخبار الطوال صفحہ..160

تم اپنے امیر کے پاس واپس جاؤ۔ اور انہیں بتا دو کہ میں اور اہل شام انکی بیعت نہیں کریں گے۔

آخر ہر طرح سے سامان حرب وضرب کی تیاری کے بعد شامی امیر المومنین پر یلغار کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ جب امیر المومنین کو معاویہ کی یلغار کا علم ہوا۔ تو آپ نے اپنے گورنروں کو لشکر روانہ کرنے کا حکم دیا اور خود کوفہ سے نکل کر نخیلہ میں لشکر سمیت پڑاؤ ڈالا اور نخیلہ کے مقام پر آپ کے لشکر کی تعداد 84 ہزار تک پہنچ گئی جن میں جنگ بدر اور بیعت رضوان میں حصہ لینے والے اصحاب پیغمبر بھی شامل تھے۔ حاکم نے مستدرک میں لکھا ہے۔ کہ:

"شهد مع صفين ثمانون بدريا و خمسون و مائتان ممن بايع تحت الشجرة

مستدرک حاکم جلد نمبر 3 صفحہ نمبر 104

سیرۃ امیر المومنین صفحہ نمبر 616-615

جنگ صفین میں حضرت علی کے ہمراہ اسی (80) بدر میں حصہ لینے والے اصحاب پیغمبر اور دو سو پچاس بیعت رضوان میں درخت کے نیچے پیغمبر کی بیعت کرنے والے صحابہ شریک ہوئے۔

امیر المومنین نخیلہ سے آگے بڑھے۔ دونوں لشکروں کا صفین کے مقام پر آمنا سامنا ہوا امیر المومنین نے اتمام حجت کے لئے یکم ذی الحجہ 36ھ کو بشیر ابن عمرو انصاری اور سعید ابن قیس ہمدانی اور سبث ابن ربعی تمیمی کو بلا کر کہا کہ معاویہ کے پاس جاؤ اور اسے سمجھاؤ کہ وہ اسلامی اتحاد کو پارہ پارہ نہ کرے۔ افتراق وانتشار سے باز آئے۔ اور میری خلافت کو تسلیم کر کے بیعت کرے۔ بشیر ابن عمرو انصاری نے کہا ہمیں توقع نہیں ہے کہ وہ ہماری بات پر کان دھرے۔ اور بیعت پر آمادہ ہو

جائے۔ آپ نے فرمایا تم جاؤ اور اسے قائل کرنے کی کوشش کرو۔ مگر وہی ہوا جو بشیر ابن عمرو نے کہا تھا۔ معاویہ نے جواب دیا:

"اتترکدم ابن عفان لا واللہ لاافعل ذالک ابداً"

تاریخ کامل جلد 3 صفحہ 146 ۔۔۔۔۔۔ سیرۃ امیر المومنین صفحہ 626

"کیا ہم عثمان ابن عفان کے قصاص سے دستبردار ہو جائیں۔ خدا کی قسم یہ کبھی نہ ہوگا"

آغاز جنگ سے پہلے امیر المومنین نے اپنے لشکر کو ہدایت دیتے ہوئے فرمایا=

"جب تک وہ پہل نہ کریں تم ان سے نہ لڑنا۔ کیونکہ تم بحمد اللہ دلیل اور حجت پر ہو۔ اور تمہارا انہیں چھوڑ دینا کہ وہ پہل کریں۔ یہ ان پر دوسری حجت ہوگی۔ خبردار جب دشمن میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہو تو کسی پیٹھ پھرانے والے کو قتل نہ کرنا۔ کسی بے دست و پا پر ہاتھ نہ آٹھانا۔ کسی زخمی کی جان نہ لینا۔ اور عورتوں کو اذیت نہ پہنچانا چاہیے وہ تمہیں برا بھلا کہیں اور تمہارے افسروں کو گالیاں دیں"۔

یکم صفر روز چہار شنبہ صبح ہی صبح دونوں طرف کے فوجی دستے نئے ولولے اور نئے حوصلے کے ساتھ صفیں باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ اور باقاعدہ لڑائی کا آغاز ہو گیا۔

سیرۃ امیر المومنین.......... صفحہ 635

عمار ابن یاسر کی جنگ

ہم اس جنگ کے تفصیلی حالات بیان نہیں کریں گے۔ البتہ ہم چند خاص واقعات کا بیان کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ ان میں ایک واقعہ عمار یاسر کی جنگ اور شہادت کا واقعہ ہے۔

عمار ابن یاسر پیغمبر اکرم صلعم کے معزز و محترم صحابی تھے۔ اور بدر و احد و خندق اور دوسرے غزوات میں شریک ہو کر اپنی شجاعت کا لوہا منوا چکے تھے۔ اگرچہ اب ہاتھوں میں رعشہ۔ چہرے پر جھریاں۔ اور کمر میں جھکاؤ آ گیا تھا۔ اور عمر کی نوے

منزلیں طے کر چکے تھے۔ مگر انحطاط عمر کے باوجود۔ جوانوں سے آگے نظر آتے تھے۔ جب سے پیغمبر اکرم صلعم کی زبان مبارک سے اپنی شہادت کی خبر سنی تھی۔ جذبہ جہاد سے مخمور اور شوق شہادت میں سرشار رہتے تھے۔ شام کے باغیوں کو دیکھ کر پیغمبر اکرم صلعم کی صدائے حق۔

"یا عمار تقتلك الفئة الباغیه"

(اے عمار تمہیں ایک باغی گروہ قتل کریگا)

کانوں میں گونجنے لگی۔ خمیدہ کمر میں پٹکا باندھا۔ لٹکی ہوئی بھنوؤں کو اوپر اٹھایا۔ کانپتے ہاتھوں میں تلوار لی اور امیر المومنین کے سامنے آ کر اجازت طلب کی۔ حضرت نے نظر بھر کر عمار کو دیکھا اور فرمایا "مھلا رحمک اللہ" "ٹھیرو خدا تم پر رحم کرے" عمار نے حضرت کو اذن جہاد دینے میں متردد دیکھا تو کہا کہ پیغمبر اکرم مجھے شہادت کی خبر دے گئے تھے۔ اب میں عمر کی آخری منزل میں ہوں اور شہادت گاہ میری نظروں کے سامنے ہے۔ لہذا مجھے اجازت دیجئے۔ حضرت نے عمار کے تیور دیکھے تو انہیں با دل ناخواستہ اجازت دی۔ عمار نے زرہ پہنی ہتھیار سجے گھوڑے پر پیڑی جمائی اور سر آسمان کی طرف بلند کر کے کہا۔

"بار الہا! تو خوب جانتا ہے۔ کہ اگر مجھے یہ علم ہو جائے کہ تیری رضا اس میں ہے کہ میں دریا میں پھاند جاؤں تو میں ایسا کرونگا۔ اے خدا تو جانتا ہے کہ اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ تیری خوشنودی اس میں ہے کہ تلوار کی نوک اپنے سینہ پر رکھوں اور اتنا جھکوں کہ تلوار میرا سینہ چیر کر پشت کے پار ہو جائے تو مجھے اس میں بھی دریغ نہ ہوگا۔ میں آج کے دن تیری خوشنودی کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی عمل نہیں سمجھتا کہ ان فاسقوں کے خلاف جہاد کروں۔ اگر مجھے علم ہوتا کہ اس عمل سے بڑھ کر کوئی عمل تجھے خوش کرنے والا ہے۔ تو میں اس میں بھی کوتاہی نہ کرتا"

سیرۃ امیر المومنین صفحہ 654

تاریخ طبری جلد 4 صفحہ 26

ہمیں نہ عمار یاسر کی جنگ بیان کرنی ہے نہ دوسرے حالات۔ جس کا دل چاہے وہ سیرت و تاریخ کی کتابوں کی طرف رجوع کرے۔ بہر حال عمار یاسر نے خوب داد شجاعت دی۔ حملوں پر حملے کر رہے تھے کہ ایک شخص کے ہاتھ سے زخمی ہو گئے۔ قوت و طاقت نے جواب دیدیا۔ اور آگے بڑھنے کی ہمت نہ رہی۔ زخموں نے نڈھال اور پیاس کی شدت نے بے حال کر دیا۔ آپ کے ایک غلام راشد نے دودھ میں پانی ملا کر پیش کیا۔ آپ نے اس میں سے کچھ پیا اور کہا

''صدق اللہ و رسولہ الیوم القی الاحبۃ محمداً و حزبہ قال رسول اللہ ان آخر رزقی من الدنیا صبیحۃ لبن''

سیرۃ امیر المومنین صفحہ 657

تاریخ ابو الفداء المرج 1 صفحہ 176

''اللہ اور اس کے رسول کی ہر بات سچ ہے میں آج اپنے دوستوں یعنی محمد مصطفےٰ اور ان کے گروہ سے ملاقات کروں گا۔ رسول اللہ فرما گئے تھے کہ اس دنیا میں میرا آخری رزق پانی میں ملا ہوا دودھ ہو گا۔''

دودھ پینے سے جسم لاغر میں کچھ توانائی آئی اور پھر حملہ کے ارادے سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ ہر قدم طلب شہادت میں اٹھ رہا تھا۔ آپ مصروف جہاد تھے کہ باغی گروہ کے ایک فرد ابو الغادیہ فزاری نے آپ پر نیزہ مارا اور ابن جون سکسکی نے آگے بڑھ کر تلواروں سے سر قلم کر دیا۔

امیر المومنین کو عمار کی شہادت کی خبر ہوئی تو آپ کو بہت صدمہ ہوا۔ آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے ان کی میت پر اور لاش کو دیکھکر یہ دو شعر پڑھے۔

''الا ایھا الموت الذی ھو قاصدی

ارحنی فقد افنیت کل خلیلی

اراک بصیرا بالذی احبھم

کانک تنحو نحوھم بدلیل''

سیرۃ امیر المومنین صفحہ 675

اے موت آ اور مجھے سکون و راحت سے

ہمکنار کر' تو نے میرے تمام دوستوں کو فنا کر ڈالا ہے' اور

مجھے بھی چھوڑنے والی نہیں ہے

مجھے یوں نظر آتا ہے کہ تو میرے دوستوں میں سے ایک ایک کو پہچانتی ہے

گویا کوئی بتانے والا تجھے ان کی نشاندھی کر رہا ہے''

پھر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنے کے بعد فرمایا کہ جو شخص عمار کی موت سے رنجیدہ نہیں ہے۔ وہ اسلام سے بہرہ یاب نہیں ہے۔ اس کے بعد نماز جنازہ ادا کی اور انہی کپڑوں میں اسی سرزمین پر دفن کر دیا۔

عمار یاسر ان معنوی شیعیان علی میں سے تھے جو پیغمبر اکرم صلعم کی رحلت کے بعد پیغمبر اکرم صلعم کے ارشادات کے مطابق حضرت علی کو پیغمبر کا حقیقی جانشین۔ خلیفہ بلا فصل۔ وصی پیغمبر۔ امام برحق۔ ہادی خلق۔ معصوم عن الخطا اور منصوص من اللہ مانتے تھے۔ اور ان کی سنت۔ ان کے طریقہ اور انکی منہاج پر چلنے والے اور انکی پیروی کرنے والے تھے۔ اور ان کے اقتدار ظاہری پر فائز ہونے سے پہلے بھی ہر طرح سے ان کے اطاعت گزار اور فرمانبردار تھے۔ اور پیغمبر اکرم صلعم کے بزرگ اصحاب میں سے تھے۔

عمار کی شہادت سے شامیوں کے ذہنوں میں ایک انتشار پیدا ہو گیا۔ اور ان کا باغی ہونا بے نقاب ہو گیا۔ کیونکہ ان میں ایک طبقہ نے پیغمبر اکرم صلعم کی زبان مبارک سے یہ ارشاد اپنے کانوں سے سنا تھا کہ

''تقتلہ الفئۃ الباغیۃ الناکبہ عن الطریق وان آخر رزقہ ضیاح من لبن''

سیرۃ امیر المومنین صفحہ 658

تاریخ کامل جلد 3 صفحہ 157

پیغمبر صلعم نے عمار سے فرمایا تھا کہ انہیں ایک باغی گروہ قتل کریگا۔ جو سیدھی راہ سے منحرف ہوگا۔ اور انکا آخری رزق دودھ ہوگا۔ جس میں پانی ملا ہوا ہوگا۔

عمرو ابن عاص کے بیٹے عبداللہ کے دل میں بھی کھٹک پیدا ہوئی اور اس نے اپنے باپ عمرو سے کہا کہ آج ہم نے اس شخص کو قتل کیا ہے۔ جس کے چہرے سے پیغمبر اکرم نے اپنے ہاتھ سے گرد جھاڑتے ہوئے فرمایا تھا

"ویحث بابن سمیة الناس ینقلون لبنة لبنة وانت تنقل لبنتین لبنتین رغبة فی الاجر وانت مع ذالك تقتلك فئة الباغیة"

سیرة امیر المومنین صفحہ 659

تاریخ کامل جلد 3 صفحہ 158

اے سمیہ کے بیٹے (عمار) لوگ تو ایک ایک اینٹ اٹھا رہے ہیں۔ اور تم اجروثواب کی خاطر دو دو اینٹیں اٹھاتے ہو۔ تمہیں ایک باغی گروہ قتل کریگا۔

ابن عاص نے معاویہ سے کہا کہ تم نے سنا عبداللہ کیا کہتا ہے۔ معاویہ نے عبداللہ اور دوسرے عوام کی پریشان ذہنی پر قابو پانے کے لئے فوراً کہا:

انحن قتلناہ انما قتلہ من جاء بہ

تاریخ کامل جلد 3 صفحہ 158

کیا ہم نے اس (عمار) کو قتل کیا ہے۔ قتل تو اس نے کیا ہے جو اسے لیکر آیا ہے۔

معاویہ کا یہ کہنا تھا کہ شامیوں میں سے ہر شخص یہ کہتا سنا گیا۔ "انما قتل عماراً من جاء بہ" عمار کا قاتل وہ ہے۔ جو انہیں ساتھ لیکر آیا ہے۔ حضرت علی نے یہ پر فریب تاویل سنی تو فرمایا کہ پھر حمزہ کے قاتل رسول اللہ تھے۔ جو انہیں میدان احد میں لے کر آئے تھے۔

اس بیان سے معاویہ کے طرفداروں کی ذہنی کیفیت کا اچھی طرح اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ آج بھی ہمیں معاویہ کے طرفداروں کی طرف سے ایسی ہی دلیلوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

ہم اس کتاب میں جنگ کے مفصل حالات بیان نہیں کریں گے۔ بلکہ صرف اپنے موضوع سے متعلق واقعات کو نقل کریں گے۔ اور شیعیان علی کی چاروں اقسام کے کارناموں کو بیان کریں گے۔

شیعیان علی میں سے پہلی قسم یعنی آپ کے معنوی شیعوں میں ایک عمار یاسر کا حال بیان ہو چکا۔ اب ہم آخری دن کی جنگ کا کچھ حال بیان کرتے ہیں۔ جس میں شیعیان علی کی چاروں اقسام کی حالت کی تصویر سامنے آجاتی ہے۔

یہ جمعرات کا دن اور جنگ کا نواں روز تھا جب دن کا اجالا سمٹا اور لرزتا ہوا آفتاب اس خونی منظر کو دیکھتا ہوا غروب کی منزل کے قریب پہنچا۔ تو وہ ہولناک اور دہشت انگیز رات آئی جو تاریخ میں لیلۃ الہریر کے نام سے یاد کی جاتی ہے۔ ہر طرف ایک حشر برپا تھا۔ تلواروں کی جھنکار اور تیروں کی بوچھاڑ سے دل دہلے اور نعروں کی گونج اور گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سے کانوں کے پردے پھٹے جا رہے تھے۔ ہر سمت تڑپتے لاشے اور کٹے پھٹے اعضاء اڑتے نظر آرہے تھے۔ امیر المومنین قلب لشکر میں ہوتے۔ کبھی میمنہ کی طرف بڑھتے۔ کبھی میسرہ کی طرف لپکتے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ میدان جنگ میں ہر مورچے پر موجود ہیں۔ جس طرف دشمن کا زور بڑھتا فوراً ادھر کا رخ کرتے۔ اور تلواروں نیزوں اور بھالوں کے اندر کود پڑتے۔ اور اس طرح حملہ کرتے کہ صفوں پر صفیں چڑھ جاتیں اور لاشوں پر لاشے گرنے لگتیں۔ آخر اس معرکہ حرب وپیکار میں نیزے ٹوٹ گئے، تلواریں ٹکڑے ٹکڑے ہوگئیں۔ جب رات کا اندھیرا چھٹا تو جنگ آخری مرحلہ میں داخل ہو چکی تھی۔ امیر المومنین کی فوجیں مالک اشتر اور ابن عباس کی کمان میں برابر لڑ رہی تھیں۔ اور چاروں طرف جنگ کے شعلے

شامیوں کو بھسم کر رہے تھے۔ مالک اشتر تلوار لہراتے میمنہ لشکر کے جلو میں آگے بڑھے۔ جب تلوار کو جھکاتے تو یوں معلوم ہوتا کہ پانی برس رہا ہے۔ اور اسے اونچا کرتے تو اس کی چمک سے آنکھوں میں خیرگی پیدا ہوتی۔ آپ صفوں کو منتشر کرتے ہوئے آگے بڑھے اور دشمن کی صفوں پر ٹوٹ پڑے۔ شامی ان تابڑ توڑ حملوں کی تاب نہ لا سکے اور گرتے پڑتے پیچھے ہٹے۔ ادھر شامیوں کا لشکر پس رہا تھا ادھر امیر المومنین کی آواز کانوں میں گونج رہی تھی کہ ہاں اے جوانمردو تم فتح کی منزل کے قریب ہو دشمن دم توڑ رہا ہے۔ اب اسے ختم کئے بغیر دم نہ لینا۔

معاویہ کے لئے یہ وقت بڑا کٹھن تھا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ اس نے گھبرا کر عمرو ابن عاص کی طرف دیکھا اور کہا۔ اب کیا ہو گا؟ اس نے کہا گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے۔ میں نے اس موقع کے لئے پہلے ہی سے ایک تدبیر سوچ رکھی ہے۔ کہا کہ وہ تدبیر کیا ہے؟ کہا کہ قرآن مجید کو نیزوں پر بلند کر کے اسے ثالث بنانے کی تجویز ان کے سامنے رکھی جائے۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ عراقیوں کا ایک گروہ ہمارا ہم نوا ہو کر جنگ رکوانا چاہے گا۔ اور دوسرا گروہ جنگ کے جاری رکھنے پر زور دیگا۔ اس طرح ہم ان میں پھوٹ ڈلوا کر جنگ کے ملتوی کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ جبکہ عمر ابن عاص نے امیر المومنین کے لشکر میں سے اشعث بن قیس کو پہلے ہی اس سلسلہ میں اپنا ہمنوا بنا لیا تھا۔

قرآن مجید کو نیزوں پر بلند کیا جانا اور امیر المومنین کے لشکر کی پھوٹ

معاویہ نے کہا کہ پھر اس تدبیر کو بروئے کار لا کر جنگ کو رکوایا جائے۔ اور قرآن کو نیزوں پر بلند کر کے اسے ثالث قرار دیئے جانے کی دعوت دی جائے۔ چنانچہ شامیوں کی صف اول میں پانچ آدمیوں نے دمشق کا مصحف اعظم پانچ نیزوں پر بلند کیا۔ اور اس کے علاوہ جتنے قرآن مہیا ہو سکے۔ نیزوں پر اٹھائے گئے۔ اور کچھ لوگوں نے اینٹوں پر جزدان لپیٹ کر انہیں قرآن کی صورت میں نیزوں پر آویزاں

کیا۔

اشعث بن قیس جو پہلے ہی اس سازش میں معاویہ کے ساتھ شریک ہو چکا تھا۔ قرآن لیکر امیر المومنین کے لشکر کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ اور قرآن کو حکم مان لینے پر زور دینے لگا۔ اور امیر المومنین کے لشکریوں کو اپنے ہم آہنگ اور ہم آواز کر لیا۔ اور وہ کہنے لگے کہ ہم قرآن کے فیصلہ پر راضی ہیں اور اسے حکم ماننے کے لئے تیار ہیں۔

امیر المومنین نے جب قرآن کے سایہ میں مکر و فریب کے جال بچھتے دیکھے تو فرمایا

"عباد اللہ امضوا علیٰ حقکم و صدقکم و قتال عدو کم فان معاویہ و عمراً و ابن ابی معیط و حبیباً و ابن ابی سرح و الضحاك لیسوا باصحاب دین و لا قرآن۔ انا اعرف لھم منکم قد صحبتھم اطفالا ثم رجالاً فکانوا اشر اطفال و شر رجال۔ ویحکم۔ واللہ ما رفعوھا الا خدیعة و وھنا و مکیدة"

تاریخ کامل جلد 3 صفحہ 161

سیرۃ امیر المومنین صفحہ 666

ترجمہ= "اے اللہ کے بندو۔ تم حق و صداقت کی جس روش پر چل رہے ہو۔ اس پر چلتے رہو اور اپنے دشمن سے جنگ جاری رکھو معاویہ ہو یا عمرو۔ ابن ابی معیط ہو یا حبیب ابن مسلمہ ابن ابی سرح ہو یا ضحاک۔ یہ لوگ نہ دین والے ہیں اور نہ قرآن پر عمل کرنے والے۔ میں تم لوگوں سے زیادہ ان لوگوں کو جانتا پہچانتا ہوں۔ بچپن اور جوانی دونوں میں میرا انکا ساتھ رہ چکا ہے۔ یہ بچپن میں بھی برے تھے۔ اور جوانی میں بھی برے ہیں۔ خدا کی قسم انہوں نے قرآن مکر و فریب کی بناء پر اور اپنی کمزوری پر پردہ ڈالنے کے لئے اٹھایا ہے۔"

امیر المومنین کے بہت سے لشکریوں کی سرکشی

امیر المومنین کا مذکورہ خطاب کتنا حق وصداقت کا آئینہ دار ہے اگر کوئی امیر المومنین کو عالم علم لدنی اور شہر علم نبی کا دروازہ نہ بھی مانتا ہو ایک تجربہ کار و آزمودہ کار جہاں دیدہ فن حرب وضرب کا ماہر ہونے کی حیثیت سے ہی آپ کی قیادت پر بھروسہ کرتے ہوئے آپ کے لشکریوں کا فرض تھا کہ امیر المومنین جو کچھ فرما رہے ہیں اس میں آپ کی اطاعت کریں۔

امیر المومنین نے اپنے لشکر کو بالفاظ دیگر ان لوگوں کو جو آپ کی بیعت کرکے اور آپ کو چوتھا خلیفہ مان کر آپ کے ساتھ تھے اور شیعیان علی کہلانے لگے تھے۔ سمجھانے بجھانے کی بہت کوشش کی۔ مگر اشعث ابن قیس کا جو حضرت ابوبکر کا رشتہ دار تھا۔ اور اب حضرت علی کو چوتھا خلیفہ مان کر ان کے شیعوں میں شامل تھا۔ اور اس کے ہمنواؤں کا جو درپردہ معاویہ سے ساز باز کئے ہوئے تھے داؤ چل چکا تھا۔ وہ کچھ سوچنے کی بجائے بغاوت وسرکشی پر اتر آئے اور مسعر ابن فدکی تمیمی اور زید ابن حصین طائی بیس ہزار آدمیوں کو لے کر آگے بڑھے اور حضرت سے کہا کہ اے علی اگر آپ نے قرآن کو حکم ماننے سے انکار کیا تو ہم آپ سے جنگ لڑیں گے۔ (یہ تھے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی وغیرہ کے پیشیان و اسلاف شیعہ اولی وشیعہ مخلصین جو حضرت علی کو چوتھے خلیفہ کی حیثیت سے بیعت کرکے شیعیان علی کہلاتے تھے)۔

انہوں نے زور دے کر کہا آپ فوراً جنگ کے رکوانے کا حکم دیں اور مالک اشتر کو پیغام بھیجیں کہ وہ میدان جنگ سے واپس آئیں (مالک اشتر امیر المومنین کے ان معنوی شیعوں میں سے تھے جو آپ کو پیغمبر کا حقیقی جانشین، خلیفہ بلافصل۔ امام اول حادی خلق مانتے ہوئے آپ کی اطاعت کو ہر حال میں فرض جانتے تھے)۔

حضرت امیر المومنین نے جب یہ دیکھا کہ فتنہ اٹھ کھڑا ہوا ہے۔ لوگ بغاوت وسرکشی پر اتر آئے ہیں اور شر وفساد پر آمادہ ہیں تو آپ نے یزید ابن ہانی کے ہاتھ مالک

اشتر کو پیغام بھجوایا۔ کہ جس حالت میں ہو فوراً چلے آؤ۔ مالک ابن اشتر نے یہ پیغام سنا تو حیرت میں کھو گئے۔ اور کہا کہ امیر المومنین سے کہیے کہ دشمن ایک آدھ لمحے میں ہتھیار ڈال دے گا۔ میں ابھی فتح کی خوشخبری لے کر حاضر ہوتا ہوں۔

یزید ابن ہانی نے پلٹ کر مالک ابن اشتر کا جواب عرض کیا۔ تو لشکر والوں نے شور مچانا شروع کر دیا کہ آپ نے درپردہ مالک کو جنگ جاری رکھنے کا حکم دیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے جو کچھ کہا تمہارے سامنے کہا ہے۔ اس بات کا موقع ہی کہاں تھا۔ کہ میں چوری چھپے کوئی بات کہتا۔ انہوں نے کہا کہ آپ یزید ابن ہانی کو دوبارہ بھیجیں۔ اور مالک ابن اشتر کو فوراً واپس بلوائیں۔ اگر مالک اشتر نے پلٹنے میں تاخیر کی تو پھر شامیوں پر چلنے والی تلواریں آپ پر چلیں گی۔ (یہ تھے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے پیشیان شیعہ اولی اور شیعہ مخلصین)

بہر حال حضرت امیر المومنین نے یزید ابن ہانی کو دوبارہ بھیجا۔ انہوں نے مالک اشتر سے کہا کہ اگر تمہیں امیر المومنین کی جان عزیز ہے تو فوراً جنگ سے ہاتھ اٹھا کر ان کی خدمت میں پہنچ جاؤ۔ مالک اشتر فتح کے قریب پہنچے ہوئے حکم امام سے افسردہ دلی کے ساتھ حضرت کے پاس چلے آئے۔

اس جنگ میں ایک طرف حضرت علی اور ان کے چاروں اقسام کے شیعہ تھے اور دوسری طرف سارے عثمانی تھے۔ اس وقت اہل سنت والجماعت نامی فرقے کا کوئی وجود نہیں تھا۔ البتہ انہیں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اہل سنت والجماعت کے پیشیان واسلاف۔ شیعہ اولی اور شیعہ مخلصین وشیعہ تفضیلیہ کہا ہے۔ جو حضرت علی کو چوتھا خلیفہ مان کر شیعیان علی کہلاتے ہوئے خود حضرت علی کے خلاف تلواریں لے کر کھڑے ہو گئے۔

اور ایک مالک اشتر تھے۔ کہ یہ سنتے ہی کہ مولا اور ان کے امام کی جان خطرے میں ہے۔ اگر وہ واپس نہ گئے تو حضرت علی کو چوتھا خلیفہ ماننے

والے شیعیان اولی اور شیعیان مخلصین، حضرت علی کو قتل کر ڈالیں گے۔ لہذا وہ جیتی ہوئی جنگ آخری لمحہ میں، جب کہ دشمن ہتھیار ڈالنے والا تھا۔ چھوڑ کر حکم امام سے واپس چلے آئے۔

بہر حال امیر المومنین نے دیکھا کہ جنگ کے التوا کا فیصلہ نہ کیا گیا تو آپس میں تلواریں چلنے لگے گی۔ آپ نے بادل ناخواستہ جنگ کے التوا کا حکم دے دیا۔ اور مجبوراً تحکیم پر آمادہ ہوگئے۔ یہ ان شیعیان اولی اور شیعیانِ مخلصین کا حال تھا۔ جو آنحضرت کو چوتھا خلیفہ مان کر ان کی بیعت کر چکے تھے۔ اور دوسری طرف معاویہ کے ساتھیوں کا حال یہ تھا کہ جب معاویہ نے صفین کی طرف جاتے ہوئے بدھ کے دن نماز جمعہ پڑھا دی۔ تو نہ کسی نے انہیں روکا۔ اور نہ کوئی اس پر معترض ہوا۔ مسعودی لکھتے ہیں کہ:

"لقد بلغ من امرهم فی طاعتهم له انه صلی بهم عند مسیر هم الی صفین الجمعة فی یوم الاربعا"

مروج الذہب مسعودی جلد 2 صفحہ 72

معاویہ کے لشکر والے معاویہ کے یہانتک مطیع وفرمانبردار تھے۔ کہ انہوں نے صفین کی طرف جاتے ہوئے بدھ کے دن جمعہ کی نماز پڑھا دی (اور کسی نے اعتراض نہ کیا)

ترجمہ سیرۃ امیر المومنین

قرارداد تحکیم اور تقرر حکمین

قرآن کو نیزوں پر بلند کرنے کے بعد معاویہ کا داؤ چل چکا تھا۔ حضرت علی کے لشکر میں پھوٹ پڑ چکی تھی۔ آخر آپ نے مجبوراً تحکیم کی بات مان لی۔

جب تحکیم کی قرارداد طے پا گئی تو عراق وشام کے قاریوں نے یہ فیصلہ کیا کہ دو حکم مقرر کئے جائیں۔ ایک اہل شام نامزد کریں اور ایک اہل عراق۔ اور وہ دونوں

قرآن وسنت کی روشنی میں جو فیصلہ کریں گے۔ وہ فریقین کے لئے قابل تسلیم ہوگا۔ شامیوں نے عمرا بن عاص کو اپنا نمائندہ مقرر کیا اور عراقیوں کی طرف سے اشعث ابن قیس نے جو پہلے ہی معاویہ کے ساتھ ساز باز کر چکا تھا۔ اور اس کے ہم خیال لوگوں نے ابوموسیٰ اشعری کا نام پیش کیا۔ امیر المومنین نے ابوموسیٰ کا نام سنا تو فرمایا:

"لست اثق ابی موسیٰ ولا بحزمه ولکن اجعل ذالك بعبد الله ابن عباس"

اخبار الطوال صفحہ 192
سیرۃ امیر المومنین صفحہ 675

"مجھے ابوموسیٰ کی رائے اور اس کی سوجھ بوجھ پر اعتماد نہیں ہے۔ میں یہ حق نمائندگی عبداللہ بن عباس کو دیتا ہوں"

اس پر ایک ہلڑ مچا اور انہی لوگوں نے ابن عباس کے انتخاب پر اعتراض کیا۔ آپ نے فرمایا۔ اگر تمہیں ابن عباس پر اعتراض ہے۔ تو میں مالک اشتر کا نام پیش کرتا ہوں۔ کہا کہ وہی تو جنگ کے شعلے بھڑکانے والے ہیں۔ وہ تو یہی چاہیں گے کہ تحکیم ناکام ہو تاکہ انہیں جنگ وخون ریزی کا موقع مل سکے۔ آپ نے فرمایا اگر تم ابوموسیٰ کو ہی حکم بنانے پر مصر ہو تو پھر تم جانو اور تمہارا کام جو چاہو کرو اور جسے چاہو منتخب کرو۔

احنف بن قیس نے کہا کہ اے لوگوں! اگر عبداللہ بن عباس اور مالک اشتر کا نام بھی تمہیں پسند نہیں ہے۔ تو مجھے مقرر کر دو۔ میں عمرو بن عاص کے داؤ پیچ کو خوب سمجھتا ہوں۔ وہ مجھے فریب دینے میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اگر تم مجھے نہیں چاہتے تو کسی اور کو منتخب کر لو۔ مگر ابوموسیٰ کو کسی صورت میں یہ موقع نہ دو۔ مگر وہاں تو ایک سازش کے ماتحت پہلے ہی ابوموسیٰ کا نام طے کیا جا چکا تھا۔ اس شور وہنگامے میں کسی نے کوئی بات نہ سنی اور آخر امیر المومنین کی رائے کے خلاف ابوموسیٰ کا انتخاب ہوگیا۔ انتخاب حکمین کے بعد شرائط قلمبند کئے گئے اور معاہدہ تحریر ہوگیا۔

☆☆☆☆☆

قرارداد تحکیم کی مخالفت

عراق وشام کی فوجیں ابھی صفین میں ہی موجود تھیں کہ معاہدہ تحکیم کے ضبط تحریر میں لائے جانے کے بعد عراقیوں نے تحکیم کے خلاف سرگوشیاں شروع کردیں اور اس کی مخالفت پر کمر بستہ ہوگئے۔ اور ان میں کچھ آدمیوں نے لاحکم الا اللہ (حکم اللہ کے لئے مخصوص ہے) کا نعرہ لگایا۔ اس تحکیم کی مخالفت کرنے والوں میں اکثریت بنی تمیم کی تھی۔ جب انہوں نے یہ تحریر سنی تو عروہ ابن اویہ تمیمی نے اشعث سے کہا:

"اتحکمون الرجال فی دین اللہ فاین قتلانا یا اشعث"

اخبار الطوال صفحہ 196

"کیا تم نے دین میں لوگوں کو حکم قرار دے لیا ہے۔ اے اشعث اگر یہی ہونا تھا تو ہمارے مقتولین کیوں قتل ہوئے؟"

پھر تلوار لے کر اشعث پر حملہ آور ہوا۔ اشعث نے تیزی سے سواری کا رخ موڑا۔ تلوار سواری کے پچھے پر پڑی اور وہ اس کے ہاتھ سے بچ کر نکل گیا۔

محرز ابن قیس نے فضا کو بگڑتے ہوئے دیکھا تو امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ کہ یا امیر المومنین! کیا اس معاہدہ کو ختم کرنے کی کوئی صورت نہیں ہے؟ مجھے اندیشہ ہے کہ اس کے نتیجہ میں ایک عظیم فتنہ اٹھ کھڑا ہوگا۔ اور آپ کو پریشانی اور مشکل کا سامنا کرنا پڑے گا۔ حضرت نے فرمایا:

"ابعد ان کتبناہ ننقضہ؟ ھذا لا یجوز"

اخبار الطوال صفحہ 167
سیرت امیر المومنین 679

"کیا معاہدہ تحریر کرنے کے بعد ہم عہد شکنی کریں! یہ کسی صورت میں جائز نہیں ہے"

ہمارا مقصد حالات جنگ بیان کرنا نہیں ہے۔ لہذا ہم صرف وہ چیدہ چیدہ واقعات پیش کر رہے ہیں۔ جس سے حضرت علیؑ کو چوتھا خلیفہ مان کر شیعیان علی یا شیعہ اولی اور شیعہ مخلصین اور شیعہ تفضیلیہ کہلانے والوں کی دلی کیفیت۔ ان کے کردار اور ان کی

کارگزاریوں کا پتہ چل سکے۔

ایک اور نئے فرقہ خوارج کا ظہور

جب امیر المومنین نے معاہدہ کی پابندی کرتے ہوئے ہتھیار رکھ دینے کے بعد ہتھیار اٹھانا گوارا نہ کیا۔ تو نفاق کے جراثیم بغاوت و سرکشی کی صورت میں ابھر آئے اور شیعان علیؑ یا صرف شیعہ اپنی چاروں اقسام کے ساتھ یا شیعیان عثمان یا صرف عثمانی کے نام کے فرقے کے علاوہ ایک اور نئے فرقے کی بنیاد پڑ گئی۔ جو خوارج کے نام سے مشہور ہوا۔

جب دونوں طرف کے لشکروں کی واپسی ہوئی۔ اور امیر المومنین اپنے لشکر کے ہمراہ کوفہ کی جانب روانہ ہوئے۔ تو ہر ایک کے تیور چڑھے ہوئے تھے۔ پیشانیوں پر بل اور آنکھیں غیض وغضب سے ابل پڑی تھیں۔ جماعت میں پھوٹ تو پڑ چکی تھی۔ آپس میں الجھتے اور پیچ وتاب کھاتے ہوئے جب کوفہ کے قریب پہنچے تو بارہ ہزار افراد نے حدود شہر میں داخل ہونے سے انکار کر دیا۔ اور جماعت سے کٹ کر کوفے کے قریب مقام "حرورا" میں اتر پڑے اور "لاحکم الا اللہ" کی بنیاد پر ایک مستقل اور خطرناک محاذ قائم کر لیا۔ یہ جماعت خوارج اور حروریہ کے نام سے موسوم ہوئی۔

آپ نے انہیں افہام وتفہیم اور دلیل و برہان سے قائل کرنے کا لائحہ عمل ترتیب دیا اور خود ان کے ہاں جا کر انہیں راہ راست پر لانے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ آپ نے خوارج کے پاس جا کر کہا: تم نے ہمارے خلاف کیوں بغاوت کی ہے۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہمیں تحکیم سے اختلاف ہے۔ آپ نے فرمایا تمہیں یاد ہوگا کہ جب شامیوں نے نیزوں پر قرآن بلند کئے تھے تو میں نے تم لوگوں سے کہا تھا کہ یہ لوگ نہ دین سے کوئی واسطہ رکھتے ہیں۔ اور نہ قرآن سے۔ یہ شکست کی روسیاہی سے بچنے کے لئے قرآن بیچ میں لے آئے ہیں۔ مگر تم لوگوں نے کہا کہ ہم قرآن کے فیصلہ پر راضی ہیں۔ اور مجھے مجبور کر دیا کہ میں جنگ روک کر تحکیم کو تسلیم کر لوں۔ حالانکہ میں اسے

ناپسند کرتا تھا۔ جب تمہاری ضد سے مجبور ہو کر مجھے تحکیم ماننا ہی پڑی۔ تو میں نے فریقین کے نمائیندوں پر یہ شرط عائد کردی کہ وہ کتاب وسنت کی بنیاد پر فیصلے کریں۔ اور اگر انہوں نے اس شرط کی پابندی نہ کی تو ہم ان کے فیصلہ کو ٹھکرادیں گے۔ خوارج نے کہا۔ کہ یہ تمام باتیں سچ ہیں۔ مگر آپ ہماری رائے پر عمل نہ کرتے' اور تحکیم کو ٹھکرادیتے۔ ہم اس کا اعتراف کرتے ہیں کہ ہم نے تحکیم کو مان کر کفر کا ارتکاب کیا تھا۔ مگر اب کفر سے تائب ہو چکے ہیں۔ لہذا جس طرح ہم نے کفر کا اقرار کیا ہے۔ اسی طرح آپ بھی کفر کا اقرار کر کے توبہ کریں' پھر ہم آپ کی بیعت بھی کریں گے اور حلقہ اطاعت میں بھی داخل ہو جائیں گے۔

حضرت نے فرمایا کہ میں تحکیم کو مان کر کافر کیسے ہو گیا؟ جب کہ خداوند عالم نے حکم قرار دینے کی اجازت دی ہے۔ چنانچہ زن و مرد کے اختلاف کے بارے میں ارشاد ہے:

"ان خفتم شقاق بینهما فابعثوا حکما من اهله و حکما من اهلها"

"اگر تمہیں میاں بی بی کے درمیان تفرقہ کا اندیشہ ہو' تو ایک ثالث مرد کے کنبہ میں سے اور ایک ثالث عورت کے کنبہ میں سے مقرر کرو"

تو کیا اللہ کے نزدیک امت میں اختلاف و افتراق کی اہمیت میاں بی بی کے تفرقہ سے بھی کم ہے۔

کہا کہ آپ کو چاہیئے تھا کہ قرآن کو حکم قرار دیتے۔ مگر آپ نے قرآن کو حکم قرار دینے کی بجائے' لوگوں کو حکم قرار دے دیا"

آپ نے فرمایا:

"انا لسنا حکمنا الرجال انما حکمنا القرآن وهذا القرآن هو خط مسطور بین دفتین لا ینطق انما ینطق به الرجال"

تاریخ کامل جلد 3 صفحہ 166
سیرت امیر المومنین صفحہ 681

ہم نے آدمیوں کو نہیں بلکہ قرآن کو حکم قرار دیا تھا۔ چونکہ قرآن دو دفتیوں کے درمیان لکھی ہوئی کتاب ہے۔ کہ جو بولا نہیں کرتی۔ اور وہ آدمی ہی ہوتے ہیں۔ جو اس کی ترجمانی کیا کرتے ہیں۔

غرض امیر المومنین نے ان کے ہر اعتراض کا کافی وشافی جواب دیا ور انہیں ہر طرح سے سمجھانے اور راہ راست پر لانے کی کوشش کی۔ جس کی تفصیل میں ہمیں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ مگر وہ اپنی ضد پر اڑے رہے اور قسم قسم کی شرارتیں' طعن اور اعتراضات کرتے رہے۔ جن کا ذکر باعث طوالت ہوگا۔ ہم ذیل میں تجدید بیعت کے ایک عجیب واقعہ کا ذکر کر کے اس بیان کو ختم کر دیں گے۔

تجدید بیعت ایک عجیب واقعہ

خوارج کی اس جتھا بندی کو دیکھ کر آپ کے مخلص اصحاب نے چاہا کہ حضرت کو اپنی دوستی اور جاں نثاری کا یقین دلا کر تجدید بیعت کریں۔ چنانچہ وہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا ہم اس معاہدہ پر آپ کی بیعت کرتے ہیں۔ کہ جو آپ کا دوست ہوگا۔ ہم اسے دوست رکھیں گے۔ حضرت نے ان لوگوں سے بیعت لی اور ربیعہ ابن ابی شداد خثعمی سے جو جمل وصفین میں آپ کے ہمرکاب رہ کر جنگ کر چکا تھا' فرمایا کہ تم بھی کتاب وسنت کے اتباع کی بنیاد پر بیعت کرو۔

اس نے کہا میں سنت ابوبکر وعمر کی پیروی کی شرط پر بیعت کرونگا۔ حضرت نے فرمایا کہ کیا تمہیں اللہ کی کتاب اور رسول کی سنت سے انکار ہے؟! اگر ابوبکر وعمر کی سنت کتاب وسنت کے خلاف ہو' تو وہ قابل عمل ہی نہیں ہے۔ پھر اس شرط کے پیش کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ پھر حضرت نے تیور بدل کر اس کی طرف دیکھا اور فرمایا:

"اما والله کانی بك وقد نفرت مع هذه الخوارج فقتلت و کانی بك وقد وطئتك الخیل بحوافرها"

تاریخ کامل جلد 3 صفحہ 171
سیرۃ امیر المومنین صفحہ 687

''خدا کی قسم میں یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ کہ تم خوارج کے ساتھ نکل کھڑے ہوئے ہو اور گھوڑے اپنے سموں سے تمہیں روند رہے ہیں''

امیر المومنین کو سنت ابوبکر و عمر کی پیروی کی شرط پر جب تیسرے نمبر پر خلافت و حکومت مل رہی تھی۔ اس وقت بھی آپ نے تخت حکومت کو ٹھوکر مار دی تھی' مگر اس شرط کو قبول نہیں کیا تھا۔ کیا اس سے امیر المومنین کی سابقہ حکومتوں کے بارے میں سنت آپ کی منھاج اور آپکے طریقہ کا اظہار نہیں ہوتا؟ اور کیا اس بات کا پختہ علم و یقین نہیں ہو جاتا؟ کہ آپ کو امام برحق' ھادی خلق' حقیقی جانشین' خلیفہ بلافصل' وصی پیغمبر' ماننے والوں اور ان کی پیروی کرنے والوں کو آپ کی سنت' آپ کے طریقہ اور آپ کی منھاج پر کس طرح چلنا چاہئے۔

جنگ نہروان اور خوارج کا انجام

ہمیں نہروان کی جنگ کے حالات بھی تفصیل سے بیان نہیں کرنا ہیں۔ بلکہ صرف چند واقعات نتیجہ اخذ کرنے کے لئے پیش کیے جائیں گے۔

جب امیر المومنین کا لشکر نہروان کی جانب روانہ ہونے لگا تو مسافر ابن عفیف ازدی نے کہا' یا امیر المومنین میں ستاروں کی گردش کو پہچانتا ہوں۔ یہ نیک ساعت نہیں ہے۔ جب تین گھڑی دن گزر جائے' اس وقت سفر کا آغاز کیا جائے۔ ورنہ لشکر کو شدید نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ آپ نے اس منجم کے خلاف اپنے لشکر کے سامنے خطبہ دیا۔ جس میں فرمایا:

" المنجم کالکاھن والکاھن کالکافر الخ "

یعنی منجم' کاہن کی طرح ہوتا اور ہر کاہن کافر ہے۔ اور پھر اپنی فوج سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ ''سیروا علی اسم اللہ یعنی اے میرے لشکر والو اللہ کا نام لے کر آگے بڑھو

جب لشکر نے نہروان کی راہ لی تو آگے بڑھ کر متعدد آدمیوں کے ذریعہ

معلوم ہوا کہ خوارج حلوان و بغداد کے درمیان نہر طبرستان کو عبور کر کے پار اتر گئے ہیں۔ امیر المومنین نے فرمایا کہ ایسا ہر گز نہیں ہو سکتا۔ وہ ابھی اسی طرف ہیں اور رمیلہ کی سرزمین پر قتل کئے جائیں گے۔ اتنے میں مقدمۃ الجیش کا ایک سپاہی دوڑتا ہوا آیا اور کہنے لگا کہ میں نے اپنی آنکھوں سے انہیں پل کے ذریعہ پار اترتے دیکھا ہے۔ حضرت نے تین مرتبہ اس سے دریافت کیا' اس نے ہر مرتبہ قسم کھا کر یہی کہا' کہ وہ دریا کے ادھر جا چکے ہیں۔ حضرت نے فرمایا:

" واللہ ماعبروہ ان مصارعھم لدون الجسر واللہ لا یقتل منکم عشرۃ ولا یسلم منھم عشرۃ "

تاریخ کامل جلد 3 صفحہ 174
سیرۃ امیر المومنین صفحہ 705

''خدا کی قسم انہوں نے نہر کو عبور نہیں کیا' ان کے قتل ہو کر گرنے کی جگہ پل کے ادھر ہے۔ خدا کی قسم' تم میں سے دس آدمی بھی قتل نہیں ہونگے۔ اور ان میں سے دس بھی نہیں بچیں گے''

ایک طرف پے در پے یہ خبریں آ رہی تھیں کہ خوارج پار اتر گئے اور ادھر امیر المومنین برابر یہ فرما رہے تھے کہ وہ نہر کے ادھر ہی ہلاک ہونگے۔ اس سے بعض لوگوں کے دلوں میں شبہات پیدا ہوئے اور ایک نوجوان نے تیور چڑھا کر یہاں تک کہہ دیا کہ اگر خوارج نے دریا عبور کر لیا ہوگا' تو میں حضرت پر نیزہ تان کر کھڑا ہو جاؤں گا۔ کہ آپ عالم غیب کی خبریں بھی دینے لگ گئے ہیں۔ امیر المومنین نے کچھ لوگوں کی یہ ذہنی کیفیت دیکھی تو گھوڑے کو ایڑ لگائی اور تیزی سے نہر کی طرف بڑھے جب نہر کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ خوارج نہر کے ادھر ہی پڑاؤ ڈالے پڑے ہیں۔ اور اسے عبور نہیں کیا ہے۔ اتنے میں لشکر بھی پہنچ گیا۔ انہوں نے خوارج کو نہر کے ادھر دیکھا تو اللہ اکبر کا نعرہ لگایا' حضرت نے لشکر کو مخاطب ہو کر فرمایا:

" واللہ ما کذبت ولا کذبت "

تاریخ کامل جلد 3 صفحہ 174

سیرۃ امیر المومنین صفحہ 706

"خدا کی قسم نہ میں نے جھوٹ کہا' نہ مجھے جھوٹی خبر دی گئی تھی"

امیر المومنین نے حسب معمول پہلے خوارج کو ہر طرح سمجھانے کی کوشش کی۔ پہلے قیس ابن سعد انصاری کو پھر ابوایوب انصاری کو بھیج کر انہیں سمجھانے بجھانے کی کوشش کی۔ اور پھر خود جا کر انہیں ہر طرح سے قائل کرنے کی کوشش کی' جب وہ کسی طرح باز نہ آئے۔ تو اپنی فوج کو حسب معمول ہدایات دیں۔ اب جنگ کے شروع ہونے میں صرف خوارج کے حملہ کا انتظار تھا۔ کیونکہ حضرت نے اپنی فوج کو پابند کر دیا تھا۔ کہ جب تک ادھر سے حملہ نہ ہو وہ حملہ نہ کرے۔ آخر ایک خارجی صفوں سے نکلا اور حملہ کر کے حضرت کی سپاہ میں سے تین آدمیوں کو شہید کر دیا۔ اور پھر جنگ شروع ہو گئی۔ اور جیسا کہ حضرت امیر المومنین نے فرمایا تھا کہ ان میں سے دس سے زیادہ زندہ نہ بچیں گے۔ ان میں سے سب مارے گئے اور صرف نو آدمیوں نے بھاگ کر جان بچائی اور امیر المومنین کی فوج میں سے صرف آٹھ آدمی شہید ہوئے۔ اس طرح یہ جنگ اختتام کو پہنچی۔ جب پلٹ کر خوارج کی لاشوں کی طرف سے ہو کر گزرے تو امیر المومنین نے فرمایا تم پر افسوس ہے جس نے تمہیں فریب دیا۔ اس نے تمہیں نقصان پہنچایا۔ لوگوں نے پوچھا کہ یا امیر المومنین انہیں کس نے فریب دیا؟ فرمایا کہ شیطان اور نفس امارہ نے ان دونوں نے فریب کا جال بچھایا۔ امیدوں کے ذریعہ انہیں ورغلایا۔ گناہوں کو سج کر ان کے سامنے پیش کیا اور یہ چیز ان کے ذہنوں میں بٹھا دی کہ وہ غالب و کامران رہیں گے۔

اس جنگ میں کامیابی کے بعد امیر المومنین نے اپنے ہمراہیوں کو منجم کی وہ بات یاد دلاتے ہوئے۔ جو اس نے ساعت کے بد ہونے کے متعلق کہی تھی۔ فرمایا:

"لو سرنا فی الساعة التی امربها المنجم لقال الجهال الذین لا یعلمون شیئا سار فی الساعة التی امر بها المنجم فظفر"

تاریخ کامل جلد 3 صفحہ 173

"اگر ہم اس گھڑی میں نکلتے' جس میں نکلنے کا مشورہ نجومی نے دیا تھا۔ تو

جاہل و بے خبر لوگ یہ کہتے کہ یہ فتح اس گھڑی میں نکلنے کا نتیجہ ہے۔ جس کی ہدایت اس نجومی نے کی تھی"

قصہ مختصر یہ کہ ان ہی خوارج میں سے بچے ہوئے ایک شخص نے جس کا نام عبدالرحمٰن ابن ملجم مرادی تھا امیر المومنین کو رمضان المبارک کی انیسویں شب کو عین مسجد کوفہ کے اندر فرق مبارک پر زہر آلود تلوار کے وار سے زخمی کر دیا۔ جس کے بعد آپ نے رمضان المبارک کی اکیسویں شب کو شہادت پائی۔

امام حسن علیہ السلام کی بیعت

امیر المومنین علی ابن ابی طالب کی شہادت کے بعد اس رات کی صبح 21 رمضان کو حضرت امام حسن نے ایک بڑی دلدوز تقریر کی۔ آپ کی تقریر کے بعد عبداللہ ابن عباس نے آپ کی خلافت کے لئے بیعت کی تحریک کرتے ہوئے مجمع سے کہا۔

"لوگو! یہ تمہارے پیغمبر کے نواسے اور تمہارے امام کے وصی و جانشین ہیں۔ ان کی بیعت کرو"

تمام مجمع نے اس دعوت پر لبیک کہی' ہر ایک نے اطاعت و فرمانبرداری کا اقرار کیا' اور یہ کہتے ہوئے ان کی بیعت کر لی کہ ان سے بڑھ کر خلافت کا کوئی حقدار نہیں"

مقاتل الطالبین صفحہ 34

سیدنا اکبر صفحہ 178

سب سے پہلے امیر المومنین کی افواج کے سپہ سالار اور مشہور مرد آہن قیس ابن سعد انصاری نے بیعت کی اور جوش شجاعت اور شوق جہاد سے بے چین ہو کر بولے.....

"اپنا ہاتھ بڑھایئے میں خدا کی کتاب اور پیغمبر کی سنت پر آپ کی بیعت کرتا ہوں۔ اور اس بات پر کہ ان لوگوں سے جنگ کی جائے۔ جنہوں نے مسلمانوں کا خون مباح سمجھ رکھا ہے"

امام حسن نے نرمی اور ملائمت سے فرمایا:

"خدا کی کتاب اور پیغمبر کی سنت پر۔ انہیں دونوں باتوں میں تمام شرطیں آگئیں"

تاریخ ابن اثیر جلد 3 صفحہ 174
تاریخ ابن خلدون جلد 3 صفحہ 166
سیدا کبر صفحہ 178

اسکے بعد تمام اسلامی ممالک کے مسلمانوں نے متفقہ طور آپکی اطاعت و وفاداری کا عہد و پیمان کیا۔ صرف کوفہ کے 43 ہزار مسلمانوں نے اطاعت و فرمانبرداری کی شرط کے ساتھ بیعت کی۔ اسی طرح بصرہ۔ مدائن اور عراق کے دوسرے شہروں کے مسلمانوں نے بیعت کی۔ نیز ایران وخراسان اور حجاز و یمن کے سارے مسلمانوں نے آپ کی بیعت کر لی۔ اور آپ کے حلقہ اطاعت میں داخل ہو گئے۔ سوائے معاویہ اور شام والوں کے کسی نے بھی آپ کی بیعت سے گریز نہ کی اور اس طرح امام حسنؑ کی بیعت بھی اسی طرح اجماعی اور اتفاقی حیثیت سے ہوئی جس طرح امیر المومنین کی ہوئی تھی۔

شیعہ امامیہ کے تو آپ دوسرے امام تھے۔ لہذا انہوں نے انکو وصی پیغمبرؐ امام برحق ہادی خلق، معصوم عن الخطاء اور منصوص من اللہ ھادی ہونے کی حیثیت سے پیغمبر کے بعد ہونے والے بارہ اماموں میں سے دوسرا امام مانتے ہوئے ان کی پیروی اور اطاعت اختیار کی۔ لیکن دوسرے تمام مسلمانوں نے آپ کی پانچواں خلیفہ ہونے کی حیثیت سے بیعت کی۔

معاویہ کی سازشیں مناصب کالالچ اور رشوت کا اثر

امام حسن کے لشکر نے جب کوفہ سے چل کر مدائن میں پڑاؤ ڈالا۔ تو معاویہ نے اپنے آدمیوں کے ذریعہ جاسوسی کا جال پھیلا دیا۔ اس نے امام حسن کے لشکر کے سربر آوردہ افراد کو بڑی بڑی رشوتوں اور بڑے بڑے مناصب کالالچ دیا۔ دولت کے

بھوکے افراد پر جنہیں دین کے مقابلے میں دنیا پیاری تھی' معاویہ کا یہ داؤ پوری طرح کامیاب رہا۔ وہ ادھر سے ٹوٹ ٹوٹ کر معاویہ کے پاس پہنچنے لگے۔ بہت سے سرکردہ افراد نے معاویہ کو مسلسل خطوط لکھے کہ :

آپ جب کہیں ہم امام حسن کا قصہ پاک کر دیں گے۔

ان خطوط میں دو طرح کے خطوط تھے۔

نمبر 1 = امام حسن کو پوشیدہ یا اعلانیہ پکڑ کر معاویہ کے پاس پہنچا دینا۔

نمبر 2 = جب معاویہ کہے امام حسن کو ہلاک کر دینا۔

معاویہ نے یہ سارے خطوط اکٹھا کر کے امام حسن کے پاس بھیج دیے۔ کہ دیکھئے آپ کے لشکر والوں کی یہ کیفیت ہے۔ اور یہ ان کی آپ سے وفاداری کا عالم ہے۔

امام حسن کو پہلے ہی ان لوگوں سے کوئی خوش فہمی نہ تھی۔ ان خطوط کو دیکھ کر آپ کو یقین ہو گیا کہ سب کی نیتیں خراب ہو چکی ہیں۔ اور ان میں کوئی بھی بھروسہ کے قابل نہیں۔

حالت یہ ہو گئی تھی کہ امام حسن نے ایک کندی کو چار ہزار سپاہیوں کے ساتھ انبار روانہ کیا۔ جب معاویہ کو اس کے آنے کی اطلاع ہوئی۔ تو اس نے اس کے پاس خط دیکر ایک قاصد روانہ کیا۔ خط میں لکھا تھا۔

"اگر تم میرے پاس آ جاؤ۔ تو میں شام یا جزیرہ کے کسی علاقہ کا تمہیں حاکم بنا دونگا۔" اور ساتھ ہی پانچ لاکھ درھم نقد بھیجے۔ یہ کندی رقم وصول کرتے ہی اپنے ساتھیوں کے ہمراہ معاویہ سے جا ملا۔

امام حسن نے ایک دوسرے آدمی کو جو قبیلہ مراد سے تھا۔ انبار کی طرف روانہ کیا۔ جب وہ شخص انبار پہنچا۔ اور معاویہ کو اس کے آنے کی اطلاع ہوئی۔ تو انہوں نے اس کے پاس بھی قاصد بھیجا۔ اور خط میں ویسا ہی مضمون لکھا۔ جیسا کہ کندی کو لکھا

تھا۔ اور ساتھ پانچ لاکھ درہم بھی بھیج دیئے۔ اور وعدہ کیا کہ جس جگہ کا کہو گے تمہیں حاکم مقرر کر دونگا۔ اس شخص نے بھی امام حسن کا ساتھ چھوڑ کر معاویہ کی راہ لی۔

معاویہ کی طرف سے رشوت اور طرح طرح کے وعدوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ انہوں نے آپس میں ایک دوسرے کو لوٹنا شروع کر دیا۔ حتیٰ کہ امام حسنؑ کا خیمہ تک لوٹ کر لے گئے۔ بعض کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ فرش بھی لوٹ لیا۔ جس پر آپ بیٹھے تھے۔ وہ رواتک چھین لی' جو آپ کے جسم پر تھی۔

تاریخ یعقوبی واعیان الشیعہ و بحار الانوار

شرائط صلح اور خلافت وحکومت سے دستبرداری

قتل کی سازش کا علم ہو جانے کے بعد آپ ہر وقت زرہ پہنے رہتے۔ حتیٰ کہ نماز بھی زرہ پہن کر پڑھتے۔

ایک دفعہ جب کہ آپ نماز پڑھ رہے تھے۔ کہ ایک شخص نے تیر چلا دیا۔ مگر چونکہ آپ زرہ پہنے ہوئے تھے۔ لہذا آپ کو کوئی گزند نہیں پہنچا۔ امام نے کسی سے کہا کہ ربیعہ اور ہمدان والوں کو آواز دو۔ ان لوگوں نے فوراً پہنچ کر امام کے گرداگرد اپنی چاردیواری قائم کر دی۔ اور لوگوں کو دور ہٹا دیا۔ آپ ان مخلصین کے ہمراہ روانہ ہوئے مگر اس مجمع میں ایسے لوگ بھی شامل ہو گئے۔ جن کی معاویہ سے سازباز تھی۔ چنانچہ راستے میں ایک شخص نے جس کا نام جراح بن شان تھا۔ مجمع سے باہر نکل کر آپ کی سواری کی لگام پکڑ لی۔ اس کے ہاتھ میں ایک اسلحہ تھا۔ اس نے کہا "اللہ اکبر۔ اے حسن آپ نے اسی طرح شرک کیا۔ جس طرح آپ کے باپ کر چکے ہیں"۔ پھر اس نے اسی اسلحہ سے آپ کی ران پر مارا۔ امام اس سے لپٹ پڑے اور دونوں زمین پر گرے۔ امام حسن کے ایک محب عبداللہ بن حنظل طائی نے جراح کے ہاتھ سے وہ ہتھیار چھینا اور اس کے پیٹ میں گھونپ دیا۔ اور امام حسن کو زخمی حالت میں پلنگ پر لٹا کر مدائن لائے۔ اور وہاں علاج معالجہ کی تدبیریں کی گئیں۔

ارشاد شیخ مفید صفحہ 170

ان تمام حادثوں کے بعد امام حسن پر ان وحشی لوگوں کی نیت پوری طرح آشکار ہو گئی۔ آپ کو یقین ہو گیا۔ کہ ان لوگوں سے کوئی بعید نہیں کہ یہ لوگ قید کر کے مجھے معاویہ کے حوالہ کر دیں یا دھوکہ سے مار ڈالیں اور آپکا خون یوں ہی رایگاں جائے۔

ان حالات میں معاویہ نے ایک سفید کاغذ پر اپنے دستخط کر کے بھیجا۔ اور یہ پیغام دیا کہ اگر آپ حکومت میرے حوالہ کر دیں تو اس کاغذ پر جو بھی شرائط آپ لکھیں گے' مجھے منظور ہونگی۔ تاریخوں میں ان تمام شرائط کو یکجائی طور پر نہیں لکھا۔ ہر ایک نے کچھ شرائط لکھیں۔ اور ساتھ ہی یہ لکھا کہ ان شرائط میں سے چند شرائط یہ ہیں' اور یہ اقبال کیا ہے۔ کہ اس نے تمام شرائط نقل نہیں کی ہیں۔ ان تمام تاریخوں کی نقل کردہ تمام شرائط یکجائی طور پر اس طرح ہیں۔

نمبر 1 = آپ حکومت معاویہ کے حوالہ کر دیں گے۔ بشرطیکہ معاویہ کتاب خدا' سنت پیغمبر اور خلفائے صالحین کی سیرۃ پر عمل کرنے کا وعدہ کریں

نصائح کافیہ صفحہ 159 بحوالہ فتح الباری و صحیح بخاری

نمبر 2 = معاویہ کو یہ حق نہیں کہ اپنے بعد کے لئے کسی کو ولی عہد مقرر کریں۔ ان کے بعد حکومت امام حسن کے لئے ہو گی۔

اصابہ جلد 1 صفحہ 329
طبقات کبریٰ طبرانی صفحہ 23
تاریخ الخمیس ابن اثیر جلد 2 صفحہ 57
تہذیب التہذیب جلد 2 صفحہ 299
تہذیب الاسماء واللغات نووی جلد 1 صفحہ 199
ذخائر العقبیٰ صفحہ 139
الامامت والسیاست صفحہ 171

نمبر 3 = اگر امام حسن کو کچھ ہو گیا' تو امام حسین کے لئے حکومت ہو گی۔

عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب صفحہ 52

نمبر 4 = تمام لوگوں کو امن عام ہو گا۔ کالے گورے سب اس میں برابر ہیں۔ اگر کسی

سے کچھ قصور ہو چکا ہے۔ تو معاویہ اس سے درگذر کرینگے۔ اور گئی گذری بات پر کسی کے پیچھے نہ پڑیں گے اور اہل عراق کو ستائیں گے نہیں۔

تذکرہ خواص الامہ ابن جوزی صفحہ 15

نمبر 5 = وہ اپنے کو امیر المومنین نہ کہلائیں۔

اعیان الشیعہ جلد 4 صفحہ 43

نمبر 6 = ان کے سامنے گواہ گواہی نہ دیں

اعیان الشیعہ جلد 4 صفحہ 43

نمبر 7 = امیر المومنین کو سب وشتم کرنا ترک کردیں۔

مقاتل الطالبین صفحہ 26
شرح ابن ابی الحدید جلد 4 صفحہ 15

نمبر 8 = امیر المومنین کا جب بھی ذکر کریں ذکر خیر کے ساتھ کریں۔

فصول المہمہ ابن صباغ مالکی صفحہ 144
مناقب ابن شہر اشوب جلد 2 صفحہ 167

نمبر 9 = ہر حقدار کو اس کا حق پہنچائیں۔

طبری جلد 6 صفحہ 97
اعیان الشیعہ جلد 4 صفحہ 43
علل الشرائع صفحہ 81

نمبر 10 = تمام شیعیان امیر المومنین کو امن دیا جائے' وہ کسی کو ستانے کی کوشش نہ کریں

تاریخ دول الاسلام جلد 1 صفحہ 52
الامامت والسیاست صفحہ 200
تاریخ ابن عساکر جلد 4 صفحہ 221

نمبر 11 = امیر المومنین کے جو ہمراہی جنگ جمل وصفین میں شہید ہوئے۔ ان کی اولاد پر دس لاکھ درہم تقسیم کئے جائیں اور یہ رقم دار ابجرد کے خراج سے پوری کی جائے۔

تاریخ دول الاسلام جلد 1 صفحہ 52

نمبر 12 = کوفہ کے بیت المال میں جو کچھ ہے۔ وہ آپ کو دیا جائے۔

جوہرۃ الکلام فی مدح السادۃ الاعلام صفحہ 112

نمبر 13 = آپکے قرضے ادا کردیے جائیں اور ہر سال آپ کو ایک لاکھ درہم دیا جائے

الصائح کافیہ صفحہ 160
بحار الانوار جلد 10 صفحہ 115

نمبر 14 = امام حسن۔ ان کے بھائی امام حسین اور ان کے گھر والوں میں سے کسی کو خفیہ یا اعلانیہ کوئی گزند نہ پہنچایا جائے' نہ کسی کو دہشت زدہ کیا جائے۔ چاہیے وہ کہیں بھی ہوں۔

سبط اکبر صفحہ 305

یہ تھے صلح کے شرائط اور اس کے کوائف جسے مورخین ومحدثین اسلام نے اپنی اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔ ان شرائط میں سے جس شرط پر ہم خاص طور توجہ دلانا چاہتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ آپ نے تمام لوگوں کے لئے خواہ وہ گورے ہوں یا کالے اور خصوصیت کے ساتھ اہل عراق کے لئے امن وامان کی' اور انہیں نہ ستانے کی شرط کے علاوہ علیحدہ طور یہ شرط رکھی کہ تمام شعیان امیر المومنین کو امن دیا جائے۔ اور وہ کسی کو ستانے کی کوشش نہ کریں۔

اس سے ثابت ہوا کہ اگر شیعیان امیر المومنین کا آپ کو چوتھا خلیفہ ماننے والوں کے علاوہ کوئی علیحدہ سے مخصوص گروہ نہ ہوتا' تو تمام لوگوں کے لئے خواہ وہ گورے ہوں یا کالے امن وامان کی شرط رکھنے اور تمام اہل عراق کے لئے' امن وامان کی شرط منوانے کے باوجود خصوصیت کے ساتھ شیعیان امیر المومنین کے لئے امن وامان اور نہ ستانے کی شرط رکھنے کی اور معاویہ سے منوانے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ یہی بات اس حقیقت کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہے کہ امیر المومنین کے لشکر میں آپ کو چوتھا خلیفہ ماننے والوں کے علاوہ ایسے لوگ بھی موجود تھے جو معنوی اعتبار سے امیر المومنین کے شیعہ تھے۔ اور جو آپ کے امام برحق۔ حقیقی جانشین پیغمبر۔ خلیفہ بلا فصل اور ہادی خلق ہونے کی حیثیت سے مطیع وفرمانبردار تھے اور جوان کے سوا اور کسی کو امام یا خلیفہ رسول نہیں مانتے تھے۔ اور یہ کسی عبداللہ بن سبا کے بہکاوے میں آکر نہیں

بلکہ پیغمبر گرامی اسلام صلعم کی احادیث اور آنحضرت کے ارشاد و فرامین کے پیش نظر امیر المومنین علی ابن ابی طالب کو حقیقی جانشین پیغمبر، خلیفہ بلافصل امام برحق، ہادی خلق، منصوص من اللہ اور معصوم عن الخطا مانتے تھے۔ اور ہر حرب و ضرب کے موقع پر پیش پیش رہتے تھے۔ مگر قلیل تعداد میں ہونے کی وجہ سے معاویہ کی سازشوں کے شکار لوگوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ اور یہی جانثار تھے۔ وہ جو امام حسن کو خود اپنے ہی لشکر والوں کے حملہ کرنے کے وقت گھیرا ڈال کر بچا کر لے گئے۔ اور انصاف کی بات یہ ہے کہ حضرت علی کو چوتھا خلیفہ مان کر شیعیان علی کہلانے والوں کی وہ تینوں اقسام بھی جو شیعیان عثمان کے مقابلہ میں حضرت علی کا ساتھ دیتے ہوئے لڑے۔ وہ بھی کسی عبداللہ بن سبا کے بہکانے میں آ کر شیعیان علی نہیں کہلاتے تھے۔ بلکہ یہ حالات کا تقاضا تھا کہ ھذا من شیعتہ وھذا من عدوہ کے مطابق اصحاب جمل کے مقابلہ میں علیؑ کا ساتھ دینے والے شیعیان علیؑ کہلائیں۔

معاویہ کی بیعت کے بعد مسلمانوں کی اقسام

امام حسن کے حکومت سے دستبردار ہونے اور اقتدار معاویہ کے حوالہ کر دینے کے بعد ان تمام مسلمانوں نے، جنہوں نے حضرت علی کی چوتھے خلیفہ کی حیثیت سے بیعت کی تھی۔ معاویہ کی بیعت کر لی، اور بنی امیہ اور تمام اہل شام جنہوں نے ایک لمحہ کے لئے بھی حضرت علی کو خلیفہ تسلیم نہیں کیا تھا، اور پہلے ہی سے معاویہ کو اپنا حاکم سمجھتے تھے۔ انہوں نے بھی اب معاویہ کی خلیفہ کی حیثیت سے بیعت کر لی۔ تو معاویہ پر حضرت علی کو چوتھا خلیفہ ماننے والوں، اور انہیں خلیفہ نہ ماننے والے مسلمانوں کا اجماع ہو جانے کی وجہ سے اس سال کا نام عام الجماعۃ یعنی جماعت کا سال، یا سنۃ الجماعت یعنی جماعت کا سن رکھا گیا۔ لہذا معاویہ کی بیعت کے بعد مسلمانوں کی اقسام اس طرح سے بنیں۔

پہلی قسم نواصب کی ہے۔ معاویہ کی بیعت کرنے والوں میں سب سے پہلے

تو بنی امیہ اور عثمانی تھے۔ اور تمام وہ لوگ تھے۔ جو شام کے رہنے والے تھے۔ اور معاویہ کے لشکر میں پہلے سے موجود تھے۔ وہ پہلے بھی معاویہ ہی کو اپنا حاکم سمجھتے تھے۔ اور انہوں نے ایک لمحہ کے لئے بھی حضرت علی کو چوتھے خلیفہ کی حیثیت سے بیعت نہ کی تھی۔ وہ علیؑ کو کافر کہتے تھے۔ وہ ان پر لعنت کرتے تھے۔ وہ ان پر سب کرتے تھے۔ وہ ان کو گالیاں نکالتے تھے۔ اور معاویہ کی بیعت کرنے کے بعد وہ اب بھی اپنے اس عمل پر باقی رہے۔ انہوں نے نہ حضرت امیر المومنین کو چوتھا خلیفہ مانا اور نہ ہی امام حسن کو پانچواں خلیفہ مانا۔ بلکہ انہوں نے حضرت عثمان کے بعد معاویہ ہی کو چوتھے خلیفہ کی حیثیت سے بیعت کی۔ اور مسلمانوں کا یہ گروہ حضرت علی سے بغض و عناد کی بنا پر ناصبی کے نام سے معروف ہوا۔

کتاب حضرت معاویہ و استخلاف یزید کے مولف لکھتے ہیں کہ۔ علامہ جلال الدین فرماتے ہیں۔

النصب ھو بغض علی و تقدیم معاویہ

زوبیب الراوی صفحہ 219

ناصبیت حضرت علی کے ساتھ بغض رکھنے اور حضرت معاویہ کو ان پر ترجیح دینے کا نام ہے۔

اس کے بعد مذکورہ کتاب کے فاضل مولف امام تیمیہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔ کہ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ تعالی ایک رافضی کے سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"اہل سنت کے نزدیک حضرت معاویہ سے وہ اصحاب رسول افضل ہیں۔ جو صلح حدیبیہ کے بعد فتح مکہ سے پہلے حلقہ بگوش اسلام ہوئے اور اصحاب الشجرہ یعنی اصحاب بیعت رضوان ان سے بھی بہتر ہیں اور بدریین ان سے بھی فاضل تر اور حضرت علی جمہور بدریین سے بھی افضل فانہ لم یتقدم علیہ غیر الثلاثۃ کیونکہ

پاس اسے خلفائے ثلاثہ کے حضرت علی پر کسی کو بھی مقدم نہیں سمجھا گیا۔ پھر تقدیم یا

تسویہ کا قول اہل سنت کی طرف منسوب کرنا محض افترا اور خالص جھوٹ ہے...

البتہ حضرت معاویہ کے ساتھ مروانیوں کی ایک بڑی جماعت تھی۔ جن کا عقیدہ تھا کہ حضرت علی اور ان کے ساتھی ظالم تھے۔

یقولون ان علیاً و من معه کانوا ظالمین

(منہاج السنہ امام ابن تیمیہ جلد 2 صفحہ 207)

اس کے بعد مذکورہ کتاب کے فاضل مولف لکھتے ہیں کہ:

ترجمان اہل سنت حضرت امام ابن تیمیہ کی اس توضیح سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ناصبیہ کو اہل سنت والجماعت میں محسوب نہیں کرتے۔ امام موصوف ایک اور مقام پر ارقام فرماتے ہیں۔

"فلما کان من بنی امیه من یسب علیا و یقول لیس هو من الخلفاء الراشدین.....

.......فلما تولیٰ عمر بن عبدالعزیز اظهر ذکر علی و الثناء علیه"

(منہاج السنہ جلد ۳ صفحہ ۱۷۹)

ترجمہ:

"چونکہ بنی امیہ میں ایسے اشخاص تھے جو حضرت علی پر سب و شتم کرتے اور کہتے تھے کہ وہ خلفائے راشدین میں سے نہ تھے............پس جب حضرت عمر بن عبدالعزیز خلافت پر جلوہ افروز ہوئے تو انہوں نے حضرت علی کا ذکر حسن ثنا کے ساتھ کیا۔"

(کتاب حضرت معاویہ اور استخلاف یزید صفحہ ۳۳-۳۴)

دوسری قسم ان اہل سنت والجماعت کی ہے

جو افضلیت میں ترتیب کے قائل ہیں

جنہیں شاہ عبدالعزیز دہلوی نے اپنی کتاب تحفہ اثنا عشریہ میں شیعہ اولیٰ اور

شیعہ مخلصین کہا ہے۔ اور انہیں اہل سنت کے اسلاف اور پیشینان بتلایا ہے یہ حضرات افضل ہونے میں ترتیب کے قائل ہیں یعنی چونکہ حضرت ابوبکر سب سے پہلے خلیفہ ہوئے لہذا وہ سب سے افضل تھے پھر حضرت عمر دوسرے نمبر پر خلیفہ ہوئے لہذا وہ حضرت ابوبکر کے بعد دوسرے نمبر پر سب سے افضل تھے پھر حضرت عثمان تیسرے نمبر پر خلیفہ ہوئے لہذا وہ حضرت عمر کے بعد تیسرے نمبر پر سب سے افضل تھے اور چونکہ حضرت علی چوتھے نمبر پر خلیفہ ہوئے لہذا وہ حضرت عثمان کے بعد چوتھے نمبر پر سب سے افضل تھے۔ یہ حضرات جب تک حضرت علی اور حضرت امام حسن کے ساتھ رہے شیعیان علی کہلاتے تھے' جب انہوں نے معاویہ کی بیعت کر لی تو پھر اہل سنت و الجماعت کہلانے لگ گئے' اسی لئے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے انہیں اہل سنت کے اسلاف اور پیشینان اہل سنت اور شیعہ اولیٰ اور شیعہ مخلصین کہا ہے۔

تیسری قسم ان اہل سنت والجماعت کی ہے

جو افضلیت میں ترتیب کے قائل نہیں ہیں

بلکہ وہ ارشادات پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی روشنی میں حضرت علی کو سب سے افضل مانتے ہیں مگر ان کا عقیدہ یہ تھا کہ اگر افضل کے ہوتے ہوئے مفضول خلیفہ منتخب ہو جائے تو وہ خلیفہ ہو جاتا ہے لہذا انہوں نے جس کی بھی بیعت ہو گئی خلیفہ مان لیا لیکن فضیلت میں حضرت علی کو سب سے افضل جانا' اسی لئے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے ان کو تفضیلیہ کا لقب دیا۔ اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی احادیث کو بھلا کر یہ کہا کہ یہ لوگ عبداللہ بن سبا کے تھوڑا سا بہکانے میں آ کر اس عقیدہ کے قائل ہو گئے لیکن حضرت علی کی شہادت کے بعد جب انہوں نے بھی معاویہ کی خلافت پر بیعت کر لی تو یہ بھی اہل سنت والجماعت کہلانے لگ گئے۔

چوتھی قسم خوارج کی ہے۔ جس طرح بنی امیہ نے عثمانیوں نے اور تمام شام والوں نے

حضرت علی کو چوتھا خلیفہ تسلیم کر کے ان کی بیعت نہیں کی اسی طرح خوارج نے بھی معاویہ کی بیعت نہیں کی یہ لوگ معاویہ کو بھی کافر سمجھتے تھے اور علیؑ کو بھی کافر سمجھتے تھے جیسا کہ حضرت معاویہؓ و استخلاف یزید نامی کتاب کے مولف نے لکھا ہے کہ:

''خارجی چونکہ تحکیم کو کفر سمجھتے تھے لہذا وہ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنھما و من تبعھما کی تکفیر کے قائل تھے۔ اور حضرت عثمان کو بھی فاسق اور مستحق عزل سمجھتے تھے البتہ شیخین (یعنی حضرت ابو بکر و عمر) کی خلافت کو صحیح و درست مانتے تھے۔''

(کتاب حضرت معاویہؓ و استخلاف یزید صفحہ [illegible])

پھر یہی فاضل مولف لکھتے ہیں

خوارج ''وہ حضرت علی اور حضرت عثمان دونوں کو خلیفہ راشد نہیں تسلیم کرتے حضرت علی اور حضرت معاویہ کی تکفیر کرتے ہیں اور حضرت عثمان کو فاسق، مستحق عزل سمجھتے ہیں البتہ شیخین (یعنی حضرت ابوبکر و عمر) کی خلافت کو صحیح و درست تسلیم کرتے ہیں۔''

(کتاب حضرت معاویہؓ و استخلاف یزید صفحہ [illegible])

پانچویں قسم ان شیعیان علی کی تھی جو احادیث پیغمبر اور ارشادات نبوی کی پیروی کرتے ہوئے حضرت علیؑ کو پیغمبر کا حقیقی جانشین خلیفہ بلافصل، امام برحق اور ہادی خلق مانتے تھے اور ان کی اطاعت و پیروی کو واجب سمجھتے ہوئے ان کے سوا اور کسی کو واجب الاطاعت تسلیم نہیں کرتے تھے، اور حضرت علی کی سنت، ان کی منہاج، اور ان کے طریقہ پر چلتے ہوئے، شیخین کی سیرت کو قابل اتباع نہیں سمجھتے تھے لہذا معاویہ کے برسر اقتدار آنے کے بعد انہوں نے معاویہ کو بھی خلیفہ رسول نہ مانا، اور وہ حسب سابق امام حسن کی پیروی اور اطاعت کو ہی واجب سمجھتے ہوئے ان کی طاعت و پیروی کرتے رہے۔

چونکہ حضرت علی کو چوتھا خلیفہ ماننے والوں نے معاویہ کی بیعت کر کے اہل

سنت والجماعت کہلانا شروع کر دیا تھا اور حضرت علی کے معنوی شیعوں نے جس طرح پہلے کے تین خلفاء کی خلافت کو تسلیم نہیں کیا تھا اسی طرح معاویہ کے خلیفہ بن جانے پر اس کی بھی بیعت نہ کی تھی لہذا معاویہ کی بیعت کرنے والے ان اہل سنت والجماعت نے حضرت علی کے ان معنوی شیعوں کو رافضی کہنا شروع کر دیا۔ حضرت علیؑ کے یہ معنوی شیعہ کسی عبداللہ بن سبا کے بہکانے میں نہیں آئے تھے' بلکہ انہوں نے پیغمبر گرامی اسلام کے احکامات' ارشادات' اور فرامین کو واجب الاطاعت جان کر حضرت علی اور ان کی پاک اولاد کو اپنا امام مانا تھا۔

اہل سنت والجماعت نام رکھنے کی تحقیق

ہماری تحقیق کے مطابق جب ان مسلمانوں کو' جو حضرت ابوبکر۔ حضرت عمر اور حضرت عثمان کے بعد حضرت علی کو چوتھا خلیفہ راشد مانتے تھے۔ اور حضرت امام حسن کی بھی پانچویں خلیفہ کی حیثیت سے بیعت کی تھی۔ یہ دقت پیش آئی کہ نہ تو وہ ان عثمانیوں کے ساتھ مل سکتے تھے۔ جنہوں نے حضرت علی کی خلافت کو قطعی طور پر تسلیم نہیں کیا تھا۔ اور وہ انہیں گالیاں دیتے تھے۔ ان پر تبرا کرتے تھے۔ اور انہیں کافر جانتے تھے۔

اور نہ ہی وہ ان خوارج کے ساتھ مل سکتے تھے۔ جو معاویہ اور حضرت علی دونوں کو کافر سمجھتے تھے اور حضرت عثمان کو فاسق اور مستحق عزل سمجھتے تھے۔

اور نہ ہی وہ ان معنوی شیعیان علی کے ساتھ مل سکتے تھے۔ جو حضرت علی کو پیغمبر کا جانشین حقیقی' خلیفہ بلافصل۔ امام برحق اور ہادی خلق مانتے تھے۔ اور صرف ان کی اور ان کی پاک اولاد کی اطاعت کو واجب اور پیروی کو فرض جانتے تھے۔ انہوں نے نہ پہلے کے تین خلیفہ کو خلیفہ رسول مانا' نہ معاویہ کی خلافت کو تسلیم کیا۔ بلکہ وہ حسب سابق حضرت علی کے بعد حضرت امام حسن کی اپنے دوسرے امام کی حیثیت سے اطاعت و پیروی کرتے رہے۔

اس صورت میں اہل سنت کے ان اسلاف اور پیشینان نے جنہیں شاہ عبدالعزیز نے شیعہ اولی اور شیعہ مخلصین اور شیعہ تفضیلیہ کہا ہے' معاویہ کی بیعت کے بعد سنت الجماعت کی نسبت سے اپنا نام سنت والجماعت رکھ لیا۔ اور حضرت علی کو چوتھا خلیفہ نہ ماننے والے عثمانیوں کو ناصبی کہنا شروع کر دیا۔ اور جو حضرت عثمان کو فاسق اور مستحق عزل سمجھتے تھے۔ اور حضرت علی اور معاویہ دونوں کو کافر سمجھتے تھے۔ انہیں خارجی کا نام دیا اور ان لوگوں کو جو پیغمبر کی احادیث کی روشنی میں حضرت علی کو اپنا امام اور ھادی مانتے تھے۔ اور ان کے علاوہ انہوں نے کسی کو خلیفہ رسول تسلیم نہ کی تھا۔ رافضی کہنا شروع کر دیا۔

لیکن شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اپنی کتاب تحفہ اثنا عشریہ میں اپنا نام اہل سنت والجماعت رکھنے کی وجہ بتلاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

''باید دانست کہ شیعہ اولی کہ فرقہ سنیہ وتفضیلہ اند در زمان سابق بہ شیعہ ملقب بودند و چوں غلاۃ و روافض و زیدیان و اسمعیلیہ بایں لقب خود را ملقب کردند و مصدر قبائح و شرور اعتقادی و عملی گردیدند خوفا عن التباس الحق بالباطل فرقہ سنیہ وتفضیلیہ ایں لقب را بہ خود نہ پسندیدند و خود را باہل سنت وجماعت ملقب کردند''

تحفہ اثنا عشریہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

ترجمہ= جاننا چاہیئے کہ شیعہ اولی' جو کہ فرقہ سنیہ وتفضیلیہ ہیں۔ گذشتہ زمانے میں شیعہ ہی کے لقب سے ملقب تھے۔ اور شیعہ ہی کہلاتے تھے۔ لیکن جب غلاۃ اور روافض اور زیدیوں اور اسماعیلیوں نے خود کو اس لقب کے ساتھ ملقب کر لیا۔ اور وہ شیعہ کہلانے لگے۔ تو فرقہ سنیہ وتفضیلیہ نے اس خوف سے کہ کہیں حق اور باطل خلط ملط نہ ہو جائے' اپنے لئے اس لقب کو پسند نہ کیا۔ اور اپنا لقب اہل سنت والجماعت رکھ لیا۔

مولانا رشید احمد گنگوہی نے بھی جناب مفتی محمد قلی صاحب کی کتاب سیف ناصری کے بعض مقامات کا جواب دیتے ہوئے' اس طرح سے تحریر فرمایا ہے۔

''مائیم شیعہ اولی و احادیث کہ در فضل شیعہ وارد اند مورد آں ما ستیم نہ روافض' و ہر گاہ روافض ایں نام را بکذب و زور بر خود بستند و در ایشان مشہور شد ما اطلاق آں را مکروہ داشتیم''

یعنی شیعہ اولی تو ہم ہی ہیں۔ اور وہ احادیث جو شیعوں کے فضائل میں پیغمبر اکرم صلعم نے بیان فرمائی ہیں۔ وہ بھی ہماری ہی شان میں بیان فرمائی ہیں۔ وہ رافضیوں کی شان میں نہیں ہیں۔ جو آج بھی شیعہ ہی کہلاتے ہیں۔ اور جب رافضیوں نے اس نام کو غلط اور جھوٹ طور پر اپنے لئے استعمال کرنا شروع کر دیا اور لفظ شیعہ ان کے لئے مشہور ہو گیا تو ہم نے شیعہ کہلانا چھوڑ دیا اور اس کا استعمال اپنے لئے ناپسند اور مکروہ جانا''

جواب سیف ناصری از رشید احمد گنگوہی

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور مولانا رشید احمد گنگوہی سرپرست مدرسہ دیوبند کے مذکورہ بیانات سے کم از کم تین باتیں حتمی طور پر ثابت ہیں۔

اول= یہ کہ پیغمبر اکرم نے اپنی زبان مبارک سے شیعیان علی کے فضائل بیان کئے ہیں۔ اور ان کے جنتی ہونے کی بشارت دی ہے۔

دوسرے= یہ کہ یہ تمام احادیث صحیح' درست اور سچی ہیں۔ ورنہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور رشید احمد گنگوہی ہرگز یہ نہ کہتے'' کہ ہم پہلے شیعہ ہی تھے۔ اور وہ احادیث جو شیعوں کی شان میں وارد ہوئی ہیں۔ وہ ہماری شان میں وارد ہوئی ہیں۔ بلکہ وہ ان احادیث کو ہی جھٹلا دیتے''

تیسرے= ان کے قول کے مطابق جب زیدیوں اور اسماعیلیوں نے خود کو شیعہ کہلوانا شروع کر دیا۔ تو اس وقت انہوں نے اپنا نام بدل کر شیعہ کی بجائے اہل سنت والجماعت رکھ لیا۔

اور یہ بات ایک تاریخی حقیقت ہے کہ زیدیہ شیعوں کا ظہور 122ھ کے بعد ہوا۔ اور اسماعیلیہ شیعوں کا ظہور امام جعفر صادق علیہ السلام کی وفات کے بعد' جو کہ

148ھ سے ان کے فرزند اسماعیل کی طرف نسبت سے مشہور ہوا۔

پس انصاف کی بات یہ ہے کہ اہل سنت والجماعت اگرچہ بہت بعد میں کہلائے۔ لیکن اتنی دور جا کر یعنی 148ھ کے بعد بھی اہل سنت نہیں کہلائے' بلکہ 40ھ میں معاویہ کی بیعت کے بعد جب معاویہ نے اس سال کا نام عام الجماعت اور اس سن کا نام ''سَنَۃُ الْجَمَاعَۃ'' یعنی جماعت کا سن رکھ دیا۔ تو شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور مولانا رشید احمد گنگوہی کے ان اسلاف نے' جنہیں انہوں نے شیعہ اولی اور شیعہ تفضیلیہ کہا ہے۔ اور جو نہ تو عثمانیوں والا عقیدہ رکھتے تھے۔ جنہیں انہوں نے ناصبی قرار دیا۔ اور نہ وہ خوارج کا عقیدہ رکھتے تھے۔ جو معاویہ وعلی دونوں کو کافر سمجھتے تھے۔ اور حضرت عثمان کو بھی خطا کار اور قابل معزولی سمجھتے تھے۔ اور صرف حضرت ابوبکر اور عمر کی خلافت کو صحیح اور درست سمجھتے تھے۔ اور نہ ہی وہ ان شیعہ امامیہ کا عقیدہ رکھتے تھے۔ جو حضرت علی کو پیغمبر کا جانشین حقیقی' خلیفہ بلافصل' امام برحق اور ہادی خلق مانتے تھے۔ اور انکی پیروی کرتے ہوئے ان کی سنت انکی منہاج اور ان کے طریقہ پر چلتے تھے۔ اور جنہیں انہوں نے رافضی کہا ہے۔ پس انہوں نے مسلمانوں کے مذکورہ چاروں طبقات سے خود کو علیحدہ سمجھتے ہوئے اپنا نام سَنَۃُ الْجَمَاعَۃ کی مناسبت سے اہل سنت والجماعت رکھ لیا۔

یہ تو ایک تاریخی حقیقت ہے۔ جس کی بنا پر اہل سنت والجماعت کا ظہور 40ھ میں بنتا ہے۔ لیکن اگر شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور سرپرست مدرسہ دیوبند مولانا رشید احمد گنگوہی کی بات تسلیم کی جائے۔ تو پھر اہل سنت والجماعت نے اپنا نام اسماعیلیوں کے بعد رکھا۔ جو 148ھ کے بعد بنتا ہے۔

اب یہ ان کی مرضی ہے۔ خواہ وہ اہل سنت والجماعت کا وجود میں آنا 40ھ میں تسلیم کریں یا 148ھ کے بعد مانیں۔ ہر صورت میں وہ کم از کم 40ھ تک شیعہ ہی کہلاتے تھے۔ اور ان کے قول کے مطابق 148ھ تک شیعہ کہلاتے تھے۔ پھر وہ اہل

سنت والجماعت کہلانے لگ گئے۔ لیکن ہر طور سے چاہے وہ 40ھ میں اہل سنت والجماعت کہلانے لگے ہوں یا 148ھ میں' ہر صورت میں وہ اپنا سابقہ مذہب تبدیل کرنے اور اہل سنت والجماعت بن جانے کے بعد' پیغمبر اکرم کی ان احادیث سے استفادہ نہیں کر سکتے۔ جو صحیح السند طریقہ سے شیعوں کے فضائل میں وارد ہوئی ہیں۔ ان کا فائدہ صرف ان کے اسلاف کو ہی پہنچے گا۔ اور پدرم سلطان بود کہنے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

امام حسن علیہ السلام کی شہادت کے بعد

امام حسن علیہ السلام نے حکومت معاویہ کے حوالہ کردی۔ اور خود اپنے عزیز واقارب کے ساتھ مدینہ تشریف لے گئے۔ اور خوارج اور حضرت علی کے معنوی شیعوں کے علاوہ کوفے کے رہنے والے مسلمانوں نے اور دوسرے تمام علاقوں کے مسلمانوں نے معاویہ کی بیعت کرلی۔ لیکن معاویہ نے شرائط صلح میں سے کسی بھی شرط پر عمل نہ کیا۔ چنانچہ معاویہ کے حکم سے حضرت علیؑ کے محبوں اور معنوی شیعوں کو چن چن کر قتل کیا گیا۔ ان کے گھر گرائے گئے۔ ان کے وظائف بند کردیے گئے اور ان کے سامنے بدستور حضرت علی پر تبرا ہوتا رہا۔ جمعہ اور عیدین کے خطبوں میں برملا طور پر حضرت علی پر سب کیا جاتا رہا۔ آخر امام حسن علیہ السلام نے 28 صفر 50ھ میں شہادت پائی۔ اور حضرت امام حسین ان کی جگہ منصب امامت پر فائز ہوئے۔ تو شیعیان امامیہ نے امام حسین علیہ السلام کو اپنا تیسرا امام مان کر ان کی اطاعت و پیروی اختیار کی۔ 60ھ میں معاویہ کے انتقال کے بعد یزید تخت پر بیٹھا اور اس نے بیٹھتے ہی امام عالی مقام سے بیعت پر زور دیا۔ اور بیعت نہ کرنے کی صورت میں انہیں قتل کرنے کے احکام جاری کئے۔ امام عالیمقام گورنر مدینہ کے سامنے بیعت کا انکار کرکے اپنے عزیزوں اور چند شیعوں کی قلیل تعداد کے ہمراہ مکہ کی طرف جو جائے امن ہے۔ تشریف لے گئے۔ اور شب جمعہ 3 شعبان 60ھ کو مکہ میں وارد ہوئے۔

نفس المہموم صفحہ 44

مکہ میں رہتے ہوئے اہل کوفہ کے سینکڑوں خطوط پہنچے جن میں کچھ ان شیعیان امامیہ اور محبان اہل بیت کے خطوط بھی تھے۔ جو آپ کو تیسرا امام مانتے تھے۔ اور ان شیعیان اولی اور شیعیان تفضیلیہ کے خطوط بھی تھے جو معاویہ سے بیعت کرنے کے بعد اہل سنت کہلانے لگ گئے تھے۔ لیکن وہ یزید کی خلافت کو ناپسند کرتے تھے۔ ان تمام خطوط میں امام عالی مقام کو کوفہ آنے کی دعوت دی گئی تھی۔ امام عالی مقام نے ایک طرف تو کوفہ کے حالات معلوم کرنے کے لئے مسلم بن عقیل کو اپنا سفیر بنا کر بھیجا اور دوسری طرف جب آپ کو معلوم ہوا کہ یزید کی طرف سے آپ کے قتل کیلئے حاجیوں کے بھیس میں بہت سے لوگ آئے ہوئے ہیں۔ تو آپ نے حج کے احرام کو کھول دیا۔ اور خود بھی اہل وعیال کے ساتھ 8 ذوالحجہ کو حج کو عمرہ سے بدل کر مکہ سے نکل کھڑے ہوئے۔

جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ فرزند رسول کوفے جا رہے ہیں۔ اور امام عالیمقام کو کوفہ سے بیعت کی دعوت ملی ہے۔ اور آپ مستقبل میں مملکت اسلامیہ کے خلیفہ بننے والے ہیں تو اور بھی بہت سے لوگ آپ کے ساتھ ہو لئے۔

لیکن امام حسین علیہ السلام سارے راستے لوگوں کو آگاہ کرتے رہے۔ کہ میں ملک گیری کے لئے نہیں جا رہا ہوں۔ بلکہ اپنے جد کی امت کی اصلاح کے لئے جا رہا ہوں۔

امام عالیمقام تمام راستے لوگوں کو چھانٹتے رہے اور لوگ بھی صورت حال سے آگاہ ہونے کے بعد ساتھ چھوڑ کر جاتے رہے۔ حتی کہ کربلا کے میدان میں بھی جب کربلا کا میدان کوفہ وشام کی فوجوں سے چھلک رہا تھا۔ آپ اپنے اصحاب کو اکٹھا کر کے اور رات کی تاریکی میں شمع گل کر کے فرما رہے تھے کہ تم میں سے جس کا دل چاہے چلا جائے۔

تاریخ گواہ ہے۔ کہ اس رات کو بھی جانے والے گئے۔ اور صرف بنی ہاشم

اور اولاد ابی طالب اور اولاد علی وفاطمہ کے علاوہ صرف چند خاص ومخلص شیعہ اور محب ہی ساتھ رہ گئے۔ اور غور طلب بات یہ ہے کہ امام عالی مقام اپنے ساتھ ہونے والوں کو تو طرح طرح سے اجازت دے کر رخصت کر رہے تھے۔ لیکن جو موجود نہیں تھے۔ انہیں خط لکھ لکھ کر بلا رہے تھے۔ چنانچہ پیغمبر کے صحابی حبیب ابن مظاہر کو کربلا سے خط لکھ کر کوفہ سے بلایا۔ اور حبیب کوفہ سے لبیک کہتے ہوئے نصرت امام کے لئے کربلا پہنچے اور روز عاشور امام عالیمقام کے میمنہ لشکر کی کمان سنبھالی۔ اور اسی طرح مسلم ابن عوسجہ بھی بعد میں پہنچے۔ زہیر ابن قین جو راستہ میں دور دور رہتے ہوئے چل رہے تھے۔ باقاعدہ شہادت کی اطلاع دیکر ساتھ ملایا۔ اور پھر عاشورہ کی صبح سے لیکر ظہر کی نماز کے وقت تک بار بار فوج مخالف کے نزدیک جا کر انہیں خطاب کرتے۔ انہیں اپنی معرفت کراتے۔ پیغمبر کے ارشادات یاد دلاتے۔ ان کے خطوط کا حوالہ دیتے اور ظہر تک صدائے استغاثہ ھل من ناصر ینصرنا بلند کرتے رہے۔ اور اس طرح فوج مخالف کی طرف سے بھی کئی آدمی نکل کر آئے۔ جن میں حر ابن یزید ریاحی اور حر کا بھائی مصعب ابن یزید ریاحی اور حر کا بیٹا علی ابن حر ابن یزید ریاحی اور حر کا غلام ادھر سے ہی نکل کر آئے اور امام عالیمقام کے ہم رکاب فوج کوفہ وشام سے جنگ کر کے جام شہادت نوش کیا۔ آخر یہ سب کچھ کیا تھا؟

عقل یہ بات مانے بغیر نہیں رہ سکتی کہ امام عالیمقام اپنے ساتھ ان لوگوں کی شہادت پسند نہیں کرتے تھے۔ جو دنیا کی طلب ہیں آپ کے ساتھ آئے تھے۔ پس امام علیہ السلام نے ان سب لوگوں کو رخصت کر دیا۔ جو غلط فہمی کی بنا پر دنیا کی طلب یا حکومت کے کسی منصب یا دنیاوی جاہ ومال کے لالچ میں ساتھ ہو گئے تھے۔ اور جو آپ کو اپنا امام اور اپنا ھادی برحق مانتے تھے۔ اور آپ کے سچے محبین میں سے تھے۔ انہیں خط لکھ لکھ کر اور خاص طور سے دعوت دیکر بلایا۔ اور ان سب نے امام کے ہمراہ جام شہادت نوش کیا۔ اور دنیا کو معلوم ہو گیا کہ امام عالی مقام کے شیعہ وہ تھے۔ جو آپ

کے ساتھ تھے۔ اور دوسری طرف سب کے سب وہ تھے۔ جنہوں نے پہلے کے چار خلفاء کے بعد معاویہ کو خلیفہ مان کر اس کی بیعت کی۔ اور اب یزید کی بیعت کر کے اس کے مقرر کردہ گورنر کے حکم سے امام کے خلاف میدان میں آئے تھے۔

امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد

امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد شیعیان امامیہ نے آپ کے فرزند دلبند حضرت امام زین العابدین علی ابن الحسین کو اپنا چوتھا امام مانا۔ ان کی اطاعت و پیروی کو واجب اور فرض عین جانا' امام زین العابدین علیہ السلام اہل حرم کے ساتھ اسیر ہو کر پہلے کربلا سے' کوفہ اور پھر کوفہ سے شام پہنچے اور کچھ عرصہ قید و بند کی صعوبتیں جھیلنے کے بعد جب قید خانہ شام سے رہائی ملی۔ تو مدینہ تشریف لے گئے۔ مدینہ والوں میں ان کی آمد پر ایک کہرام برپا ہو گیا۔ سب نے امام علیہ السلام کو ان کے پدر بزرگوار اور دوسرے شہدا کی شہادت پر تعزیت کی۔

امام زین العابدین علیہ السلام نے مدینہ میں رہتے ہوئے تبلیغ کی ایک نئی طرح ڈالی۔ اور اپنی دعاؤں کو عقائد حقہ کی تبلیغ کا ذریعہ بنایا۔ آپ نے اپنی دعاؤں میں تمام معارف توحید بیان کئے۔ ان میں توحید ذات۔ توحید صفات۔ توحید افعال اور توحید عبادت کو بڑے ہی پر اثر انداز میں بیان کیا۔ اور خدا کی صفات ثبوتیہ اور صفات سلبیہ کو اپنی دعاؤں میں سمو دیا۔ عدل خداوندی کا بیان' رسالت کی خصوصیات و صفات' امامت کی صفات۔ قیامت کا بیان۔ غرض عقائد کے بارے میں کونسی بات ہے۔ اور کونسا مسئلہ ہے جو آپ نے دعاؤں ہی دعاؤں میں بیان نہیں کر دیا۔

امام علیہ السلام کے مدینہ میں رہتے ہوئے۔ بس دو ہی کام تھے۔ یا کربلا والوں کی یاد میں گریہ کرنا' یا اپنی عبادات میں دعاؤں کے ذریعہ دین حق کی تبلیغ کرنا۔ جہاں تک کہ اپنے حق کا غصب کیا جانا۔ دین کا بدل دیا جانا۔ اور اس کے احکام کا معطل ہونا۔ سب کچھ دعاؤں میں بیان کیا۔ چنانچہ امام علیہ السلام جمعہ اور عید کے

خطبہ میں ارشاد فرماتے ہیں

''بار الہا یہ مقام (خطبہ و امامت نماز جمعہ) تیرے جانشینوں اور برگزیدہ بندوں کے لئے تھا۔ اور تیرے امانت داروں کا محل تھا۔ درانحالیکہ تو نے اس بلند منصب کے ساتھ انہیں مخصوص کیا تھا۔ (غصب کرنے والوں نے) اسے چھین لیا۔ اور تو ہی روز ازل سے اس چیز کا مقدر کرنے والا ہے۔ نہ تیرا امر و فرمان مغلوب ہو سکتا ہے اور نہ تیری قطعی تدبیر (قضاء و قدر) سے جس طرح تو نے چاہا ہو اور جس وقت چاہا ہو تجاوز ممکن ہے۔ اس مصلحت کی وجہ سے جسے تو ہی بہتر جانتا ہے۔ بہر حال تیری تقدیر اور تیرے ارادے و مشیت کی نسبت تجھ پر الزام عائد نہیں ہو سکتا۔ یہانتک کہ (اس غصب کے نتیجہ میں) تیرے برگزیدہ اور جانشین مغلوب و مقہور ہو گئے۔ اور ان کا حق ان سے جاتا رہا۔ اور وہ دیکھ رہے ہیں کہ تیرے احکام بدل دیئے گئے۔ تیری کتاب پس پشت ڈال دی گئی۔ تیرے فرائض و واجبات تیرے واضح مقاصد سے ہٹا دیئے گئے' اور تیرے نبی کے طور طریقے متروک ہو گئے۔

صحیفہ کاملہ ترجمہ مفتی جعفر حسین صفحہ 366، 367

پھر اس کے آگے فرماتے ہیں

''بار الہا مجھے توحید کا عقیدہ رکھنے والوں۔ تجھ پر ایمان رکھنے والوں اور تیرے رسول اور ان آئمہ کی تصدیق کرنے والوں میں سے قرار دے۔ جن کی اطاعت کو تو نے واجب کیا ہے۔ (اللھم واجعلنی من اھل التوحید والایمان بک والتصدیق برسولک والآئمة الذین حتمت طاعتھم''

صحیفہ کاملہ ترجمہ مفتی جعفر حسین صفحہ 367

کیا یہ دعاؤں کے عنوان سے عقائد حقہ کی تبلیغ نہیں ہے؟ کیا اس میں توحید و رسالت کے ساتھ امامت کے عقیدہ کا بیان نہیں ہوا؟ اور کیا اس میں مسلمانوں کو یہ نہیں بتلا دیا؟ کہ خدا نے ایسے امام مقرر کیے ہیں۔ جن کی خدا کے حکم سے اطاعت واجب ہے؟

بہرحال امام زین العابدین علیہ السلام نے واقعہ کربلا کے بعد ایسا طرزِ عمل اختیار کیا کہ یزید نے بھی آپ سے تعرض نہ کیا۔ اور یزید کے مکہ اور مدینہ پر حملوں اور ہزاروں اصحاب کے قتل عام کے باوجود اس نے امام علیہ السلام اور آپ کے شیعوں کو کچھ نہ کہا۔ چنانچہ بلال زبیری اپنی کتاب "فرقے اور مسالک" میں اس کی وجہ بتلاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ۔

"حضرت زین العابدین کو واقعہ کربلا کے بعد یزید نے اپنی بیعت کے لئے مجبور نہیں کیا تھا۔ کیونکہ مسلمانوں میں عمومی طور پر واقعہ کربلا کے بعد، یزید اور بنو امیہ کے خلاف شدید نفرت اور اولاد علی سے حد درجہ محبت پائی جاتی تھی"

فرقے اور مسالک بلال زبیری صفحہ 131

بلال زبیری نے جو کچھ لکھا ہے۔ وہ صرف امام زین العابدین تک محدود نہیں ہے۔ بلکہ امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد کسی میں بھی آئمہ ھدیٰ سے بیعت کا سوال کرنے کی جرات نہ ہوئی۔ البتہ انہیں اپنی دانست میں راستہ سے ہٹانے کیلئے زہر دغا سے شہید کراتے رہے۔

پیغمبر گرامی اسلام کے بعد مسلمانوں کی قیادت کے سلسلے

جب ہم تاریخ کا بغور مطالعہ کرتے ہیں۔ تو ہمیں معلوم ہوتا ہے۔ کہ پیغمبر گرامی اسلام کے زمانے میں دینی قیادت اور سیاسی اقتدار دونوں خود پیغمبر گرامی اسلام ہی کے پاس تھے۔ اور آپ کی حکومت آپ کی نبوت کا جزء، اور آپ کی رسالت کی خصوصیات میں سے تھی۔ اور آنحضرت نے اپنی وفات سے پہلے اپنی اس قیادت کی جانشینی کا اعلان کر دیا تھا۔ اور حضرت علی ابن ابی طالب کو اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے کے لئے مسلمانوں کی یہ قیادت حضرت علی کو سپرد کر کے انہیں خدا کے حکم سے اپنا جانشین حقیقی خلیفہ بلافصل امام امت اور ھادی خلق مقرر کر دیا تھا۔ اور آنحضرت کے بعد ہونے والے بارہ جانشینوں کی پیش گوئی فرما دی تھی۔ اگر مسلمان اس قیادت

کی اطاعت کرتے رہتے۔ تو خود پیغمبر گرامی اسلام صلعم کی احادیث اور ارشادات، کے مطابق، مسلمان ہرگز ہرگز گمراہ نہ ہوتے۔ اور نہ ہی اتنے فرقے بنتے۔ لیکن خدا نے جبرئیل نے، قرآن نے اور خود پیغمبر گرامی اسلام نے ایسے مسلمانوں کی خبر دے دی تھی۔ جو دنیا کے طالب تھے۔ لہذا انہوں نے نبوت کا تجزیہ کر ڈالا۔ اور پیغمبر گرامی اسلام صلعم کے ارشادات کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک تو وہ ارشادات پیغمبر، جنہیں انہوں نے نبی کی حیثیت سے پہنچایا جیسے نماز، روزہ، حج، وزکوۃ وغیرہ اور دوسرے وہ ارشادات پیغمبر صلعم جنہیں انہوں نے ایک عام انسان کی حیثیت سے جانا۔ اور خصوصیت کے ساتھ حکومت کے بارے میں پیغمبر گرامی اسلام صلعم کے ارشادات کو ایک عام انسان کی بات سمجھتے ہوئے۔ انہیں در خور اعتنا نہ سمجھا۔ اور مسلمانوں کو یہ نعرہ دیکر کہ نبوت اور حکومت ایک ہی خاندان میں نہیں جانے دیں گے۔ مسلمانوں میں دینی قیادت سے ہٹ کر خلافت کے نام سے دنیاوی حکومت کی طرح ڈال دی، اور اس طرح سے یہ دنیاوی قیادت خلافت کے نام سے 1924 تک چلتی رہی۔ اور خلافت کا یہ سلسلہ بنی امیہ اور بنی عباس سے ہوتا ہوا خلفائے عثمانیہ ترکیہ تک جاری رہا۔ خلافت کا یہ سلسلہ سلطنت عثمانیہ کے آخری خلیفہ سلطان عبدالمجید ترکی پر آ کر اختتام پذیر ہوا اور 1924 میں مصطفےٰ کمال پاشا نے خلافت کے ادارے کو ختم کر کے صدارتی نظام رائج کر دیا۔ لیکن 1924 تک کئی خاندان خلافت کے نام سے حکومت کرتے رہے۔ اور ان بادشاہوں کو خلیفہ ماننے والے سارے مسلمان، اپنی متعدد اقسام کے مجموعہ کے ساتھ اہل سنت والجماعت کہلاتے رہے۔

قیادت کا دوسرا سلسلہ دنیاوی اقتدار کی محرومی کی وجہ سے خالصتاً دینی قیادت میں محدود ہو گیا۔ اور اس سلسلہ امامت کی پیروی کرنے والے سارے شیعہ کہلائے۔

اگرچہ حضرت علیؑ کو پیغمبر گرامی اسلام کی رحلت کے تقریباً ربع صدی گذرنے کے بعد، مسلمانوں نے بامر مجبوری آپ کو چوتھا خلیفہ مان کر آپ کی بیعت

کرلی لیکن آپ کو صرف چار سال حکومت کرنے کا موقعہ ملا، بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ مسلمانوں نے بیعت کرنے کے باوجود آپ کو حکومت کرنے ہی نہیں دی۔ دنیا کے طلب گاروں نے ان کے خلاف بغاوتیں شروع کردیں۔ جنگ جمل ہوئی، پھر جنگ صفین ہوئی، پھر جنگ نہروان ہوئی اور بنی امیہ اور شام والوں نے آپ کو چوتھے نمبر پر بھی خلیفہ نہ مانا، آخر 21 رمضان کو آپ نے شہادت پائی۔

امام حسن کی بیعت کے بعد آپ صرف چھ ماہ خلیفہ رہے۔ لیکن معاویہ کی سازشوں۔ ریشہ دوانیوں۔ رشوتوں اور مناصب کے لالچ سے آپ کو پانچواں خلیفہ ماننے والے ہی آپ کے مخالف ہوگئے۔ اور آپ نے حکومت سے دستبردار ہو کر، دنیاوی اقتدار معاویہ کے حوالہ کردیا۔ اور خود مدینہ تشریف لے گئے۔ اور وہاں تبلیغ دین کے کام میں مصروف ہوگئے۔

جب امام حسن علیہ السلام بھی 25 صفر 50ھ کو زہر دغا سے شہید کردیئے گئے۔ تو ان کے بعد منصب امامت، ہدایت خلق اور دینی قیادت پر امام حسین علیہ السلام فائز ہوئے اور امام وقت کی حیثیت سے کار ہدایت انجام دیتے رہے۔ لیکن آپ نے بھی 10 محرم 61ھ کو کربلا کے میدان میں اپنے 72 جان نثار ساتھیوں کے ہمراہ جام شہادت نوش فرمایا۔

لہذا پیغمبر اکرم صلعم کی رحلت کے بعد آنحضرت کے ارشاد گرامی کے مطابق حضرت علیؑ کو اپنا امام اور ھادی خلق ماننے والے اور حضرت علیؑ کے بعد امام حسنؑ کو اپنا امام اور ھادی خلق ماننے والے اور امام حسنؑ کے بعد امام حسینؑ کو اپنا امام اور ھادی خلق ماننے والے اور ان کی اطاعت و پیروی کرنے والے اور پیغمبر کے بعد امامت کا عقیدہ رکھنے والے شیعہ کہلاتے رہے۔ لیکن امامت کا عقیدہ رکھنے والوں کے پھر امام حسینؑ کے بعد دو سلسلے ہوگئے۔ ایک سلسلہ وہ جس کے اماموں نے خود کو دینی قیادت تک محدود کرلیا۔ اور کفر و الحاد و زندقہ و بے دینی و دہریت و شرک کے خلاف اسلام کا دفاع

کرتے رہے۔ اور مسلمانوں کو علی العموم اور اپنے محبین، اپنے ماننے والوں، اپنی پیروی کرنے اور اطاعت کرنے والوں، یعنی شیعان معنوی کو حقیقی دین اسلام پر چلانے کی جدوجہد میں مصروف رہے۔ امامت کے اس سلسلہ میں پھر کسی نے تلوار نہیں اٹھائی۔ اور ہمہ تن کار دین اور تبلیغ اسلام کی جدوجہد کرتے رہے۔ امامت کا یہ سلسلہ پیغمبر گرامی اسلام کی پیشن گوئی کے مطابق بارہویں امام تک چلا، یعنی امام حسینؑ کے بعد چوتھے امام زین العابدینؑ ہوئے، پھر پانچویں امام محمد باقرؑ ہوئے۔ پھر چھٹے امام جعفر صادقؑ ہوئے۔ پھر ساتویں امام موسیٰ کاظمؑ ہوئے پھر آٹھویں امام علی رضاؑ ہوئے۔ پھر نویں امام محمد تقیؑ ہوئے۔ پھر دسویں امام علی نقیؑ ہوئے۔ پھر گیارہوں امام حسن عسکریؑ ہوئے پھر بارہویں امام مہدی ھادی آخر الزمانؑ ہوئے۔ امامت کا یہ سلسلہ بارہویں امام تک پہنچ کر ختم ہوگیا۔ بارہویں امام نے غیبت اختیار کی اور اب آپ کے ظہور فرمانے تک آپ کی ہی امامت کا دور ہے۔ لہذا اس سلسلہ امامت کی پیروی کرنے والے شیعیان اثنا عشری کہلاتے ہیں۔ شیعیان اثنا عشری کے نظریاتی اختلاف کی بنا پر تقسیم کا حال ہم آگے چل کر اس کے مناسب مقام پر کریں گے۔

امامت کا عقیدہ رکھنے والوں کا دوسرا سلسلہ وہ ہے جو امام حسینؑ کی شہادت کے بعد بنی امیہ اور بنی عباس کے ظلم و جور سے تنگ آ کر "تنگ آمد بجنگ آمد" کے مصداق بنی امیہ اور بنی عباس کے بادشاہوں کے خلاف بغاوتیں کرتے رہے۔ انقلابی تحریکیں چلتی رہیں اور ہر انقلابی تحریک کا رہنما جو تلوار اٹھاتا تھا۔ اس کا ساتھ دینے والے اسے امام مانتے تھے۔ یعنی ان کا اصول یہ تھا۔ کہ جو تلوار اٹھائے اور جہاد کے لئے میدان میں نکلے، وہ امام ہے۔ امامت کا یہ سلسلہ امام حسین علیہ السلام کے بعد مختار ثقفی کے انقلاب سے شروع ہوا اور اس کے بعد جس نے بھی حکومت وقت اور بنی امیہ اور بنی عباس کے خلفاء کے خلاف بغاوت کی اور ان کے خلاف انقلابی تحریک چلائی۔ خواہ وہ کامیاب ہوا یا ناکام ہوا، اس تحریک کے قائد کو اس کا ساتھ دینے والوں

نے امام مانا۔ اور اس کو امام ماننے والے اس کے شیعہ کہلائے۔ اور ہر انقلابی تحریک
کے قائد کو امام ماننے والے اس کے نام سے موسوم ہو گئے۔ جیسے کیسانیہ شیعہ کیسان
کے نام کی طرف منسوب ہوئے۔ زیدیہ شیعہ حضرت زید شہید کے نام کی طرف
منسوب ہوئے۔ نفسیہ شیعہ محمد نفس زکیہ کے نام کی طرف منسوب ہوئے۔ اور اسماعلیہ
شیعہ محمد بن اسماعیل کے نام کی طرف منسوب ہوئے اور ان انقلابی تحریکوں کا ساتھ
دینے والے اکثر وہی مسلمان ہوتے تھے۔ جو انقلابی تحریکوں میں دلچسپی رکھتے تھے۔
اس طرح بنی امیہ اور بنی عباس کے خلفاء کی حکومتوں کو جائز قرار دیکر ان کا ساتھ دینے
والے تو اہل سنت کہلاتے رہے۔ اور دینی قیادت کے رہنماؤں 'اماموں اور ھادیان
خلق کی پیروی کرنے والے اور انقلابی قائدین کو امام مان کر ان کا ساتھ دینے والے
شیعہ امامیہ کہلاتے رہے۔ اس فرق کے ساتھ کہ ھادیان خلق کی پیروی کرنے والے تو
صرف شیعہ کہلاتے تھے۔ مگر انقلابی تحریکوں کے قائدین کو امام مان کر ان کا ساتھ دینے
والے ان کے نام سے منسوب ہوتے تھے۔ جیسا کہ کیسانیہ شیعہ۔ لہذا اب ہم اس
سے آگے شیعوں کے ان دونوں سلسلوں کا حال علیحدہ علیحدہ بیان کریں گے۔

امام حسینؑ کے خون کا انتقام اور شیعہ کیسانیہ کی پیدائش

امام حسینؑ کی شہادت کے بعد اہل کوفہ بہت شرمندہ ہوئے۔ کیونکہ ان
میں ایک کثیر تعداد ان لوگوں کی تھی' جو ان کے پدر بزرگوار کو چوتھا خلیفہ مان کر شیعیان
علی کہلاتے رہے تھے۔ اور امیر المومنین کی شہادت کے بعد انہوں نے امام حسینؑ کے
بڑے بھائی امام حسنؑ کی بھی پانچویں خلیفہ کی حیثیت سے بیعت کی تھی اگرچہ وہ امام
حسنؑ کی شہادت کے بعد معاویہ کی بیعت کر کے اہل سنت والجماعت کہلانے لگ گئے
تھے۔ مگر معاویہ کے انتقال کے بعد وہ یزید کو پسند نہیں کرتے تھے۔ اور اسی وجہ سے
انہوں نے خط لکھ کر امام حسین علیہ السلام کو کوفہ آنے کی دعوت دی تھی۔
ان کے علاوہ کوفہ میں کچھ معنوی شیعیان علی بھی تھے۔ جو یا تو کسی نہ کسی

طرح امام حسینؑ کی نصرت کے لئے کربلا پہنچ گئے تھے اور انہوں نے امام کی نصرت
کرتے ہوئے جان دیدی۔ یا وہ عبیداللہ بن زیاد کی آمد کے بعد اس کے ساتھ جنگ
کرتے ہوئے کوفہ میں ہی شہید ہو گئے۔ جیسے ھانی ابن عروہ اور عبداللہ ابن عفیف
وغیرہ اور کچھ عبیداللہ ابن زیاد کے خوف سے زیر زمین چلے گئے اور انہیں امام حسینؑ
کے کربلا پہنچنے کا کچھ علم ہی نہ ہوا۔ اور کچھ عبیداللہ ابن زیاد کے حکم سے قید خانوں میں
ڈال دیئے گئے۔ اور انہیں قید سے رہائی کے بعد امام حسینؑ کی شہادت کا علم ہوا۔
مختار ابن ابو عبیدہ ثقفی کو بھی۔ جو عبیداللہ ابن زیاد کے حکم سے قید میں تھا۔ رہا
ہونے کے بعد امام حسینؑ کی شہادت کا علم ہوا' لہذا اہل کوفہ نے مختار کی سرکردگی میں
کوفہ پر قبضہ کر لیا۔ اور خون حسینؑ کا انتقام لینے کے لئے امام زین العابدینؑ کی طرف
اجازت لینے کے لئے رجوع کیا۔ کیونکہ امام زین العابدینؑ ہی امام حسینؑ کے وارث
تھے۔ اور امام وقت تھے۔ لہذا ان کی اجازت ضروری تھی۔ لیکن جیسا کہ پہلے بیان ہو
چکا ہے۔ امام علیہ السلام نے ایسا طرز عمل اختیار کیا تھا۔ کہ یزید تک کو آپ پر کسی قسم کا
شک وشبہ نہ ہوا۔ اور نہ ہی اس نے امام علیہ السلام سے بیعت طلب کی۔ بہر حال امام
علیہ نے خون حسینؑ کا انتقام لینے کے لئے اجازت کے سلسلہ میں اپنی طرف سے کوئی
جواب نہ دیا۔ اور خاموشی اختیار کر لی جیسا کہ بلال زبیری نے بھی اپنی کتاب "فرقے
اور مسالک" میں لکھا ہے کہ

"مختار نے امام زین العابدین سے ہر چند حسینؑ کے نام پر قتل عام کی
اجازت چاہی' لیکن ان کی طرف سے ہمیشہ انکار ہوتا رہا۔ بعد میں اس نے حضرت علیؑ
کے غیر فاطمی فرزند محمد الحنفیہ سے رجوع کیا۔ بعض مورخین کا خیال ہے کہ انہوں نے
اس تحریک کی سرپرستی فرمائی۔ کچھ مورخ لکھتے ہیں کہ ابتداء میں تائید کی تھی۔ مگر جب
مختار نے مبادیات دین میں اختراعات کا سلسلہ شروع کیا۔ تو آپ نے اپنی برات کا
اعلان کیا۔ لیکن اس کے باوجود مختار کی تحریک زور پکڑ گئی۔ اس شخص نے عراق کے وسیع

علاقہ پر قبضہ کر کے اپنی حکومت قائم کر لی۔

فرقے اور مسالک... بلال زبیری صفحہ 118

اس سے پہلے صفحہ پر بھی بلال زبیری نے شیعہ فرقوں کے بیان کے ذیل میں مختاریہ فرقے کا حال بیان کرتے ہوئے یہ لکھا ہے۔ کہ

"واقعہ کربلا کے بعد محبان علی کے جذبات بنو امیہ کے خلاف برانگیختہ تھے۔ اور وہ قاتلان حسینؑ سے انتقام لینے کے لئے متمنی تھے۔ سب کی نگاہیں امام زین العابدینؑ کی طرف تھیں۔ کہ وہ انتقامی کاروائیوں کا آغاز کریں۔ لیکن انہوں نے دنیاوی جھگڑوں سے دور رہنے کا فیصلہ کر لیا"

فرقے اور مسالک... بلال زبیری صہ 117

بلال زبیری نے جو کچھ لکھا ہے۔ وہ صرف امام زین العابدینؑ ہی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ بلکہ امام حسینؑ کی شہادت کے بعد کسی میں بھی آئمہ ھدیٰ علیہم السلام سے آئندہ بیعت کا سوال کرنے کی جرات نہیں ہوئی۔ البتہ وہ انہیں اپنی دانست میں اپنے راستے سے ہٹانے کے لئے زہر دغا سے شہید کراتے رہے۔ بہر حال مختار کا ساتھ ان تمام مسلمانوں نے دیا۔ جو حضرت علی کو چوتھا خلیفہ مان کر بیعت کرنے والے بھی تھے۔ ترتیب خلافت کے لحاظ سے فضیلت کا عقیدہ رکھنے والے بھی تھے۔ اور حضرت علی کو ساری مخلوق سے افضل ماننے والے تفضیلیہ بھی تھے۔ اور حضرت علی کو امام برحق اور ھادی خلق اور پیغمبر کا جانشین حقیقی اور خلیفہ بلا فصل ماننے والے بھی تھے۔ ان سب کا ہدف اور مقصد صرف انتقام خون حسینؑ لینا تھا۔ یہ تحریک بڑے زور وشور کے ساتھ اٹھی اور انتقام خون حسینؑ لینے کے بعد ختم ہو گئی۔

بلال زبیری نے مختار کا ساتھ دینے والوں کو مختاریہ فرقہ لکھا ہے۔ اگرچہ ایسا کوئی فرقہ خصوصی طور پر معرض وجود میں نہیں آیا تھا۔ لیکن اگر مختار کا ساتھ دینے والوں کو ضرور ہی مختاریہ فرقہ کہنا ہے۔ تو آج اس کا کوئی وجود نہیں ہے۔ مختار کی تحریک ختم اور یہ فرقہ ختم۔

اس کے بعد بلال زبیری فرقہ کیسانیہ کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ اس کا بانی کیسان نامی شخص تھا۔

"جب مختار ثقفی نے قاتلان حسینؑ کے خلاف تحریک چلائی۔ تو یہ اس کا حامی ہو گیا۔ اس نے یہ عقیدہ پھیلایا کہ محمد حنفیہ امام وقت ہیں۔ انہوں نے مختار ثقفی کو اپنا نائب مقرر کیا ہے۔ جب امام کسی دوسرے کو وصی مقرر کرتا ہے۔ تو اس کے اپنے اختیارات سلب ہو جاتے ہیں۔ اور اسے اپنی وصیت واپس لینے یا منسوخ کرنے کا کوئی اختیار نہیں رہتا۔ لہذا مختار ثقفی کو اختیار امامت دینے کے بعد منسوخ کرنے کا وہ مجاز نہیں۔ اب مختار ہی امام وقت ہے اور اسی کی امامت واجب ہے۔"

فرقے اور مسالک۔ بلال زبیری صہ 120

بحوالہ مروج الذہب۔ مسعودی

"مختار ثقفی کی موت کے بعد کیسانیوں نے یہ بات مشہور کر دی۔ کہ اب کیسان امام وقت ہے۔"

فرقے اور مسالک۔ بلال زبیری صہ 120

اس کے بعد بلال زبیری لکھتے ہیں۔ کہ

"مختار ثقفی کے متبعین نے کیسان کی اطاعت کر لی اور مختاریہ نام چھوڑ کر کیسانیہ کہلانے لگے۔"

فرقے اور مسالک۔ بلال زبیری صہ۔ 120

بحوالہ طبری جلد دوم۔ ابن خلدون جلد چہارم۔ ابن اثیر جلد سوم

بہر حال ان تحریکوں کے طرف دار خواہ مختاریہ کہلاتے ہوں یا کیسانیہ۔ یہ ان کے ساتھ ہی ختم ہو گئے۔ اور آج ان کا کوئی وجود نہیں ہے۔ سوائے تاریخوں میں ان کے ذکر کے

لیکن شیعہ امامیہ اس زمانے میں بھی امام حسینؑ کے بعد امام زین العابدینؑ کو اپنا چوتھا امام مانتے تھے۔ اور آج بھی ان ہی کو اپنا چوتھا امام مانتے ہیں۔ اور یہ آج بھی اس طرح سے موجود ہیں۔ جس طرح ان کے زمانے میں موجود تھے۔

یہاں پر ایک نکتہ کی وضاحت کر دینا خالی از فائدہ نہ ہوگا۔ اور وہ یہ ہے کہ پیغمبر اکرم صلعم خود یہ بیان کر کے گئے تھے۔ کہ میرے بعد میرے بارہ جانشین یا بارہ خلیفہ یا بارہ امام ہونگے۔ ان کا پہلا علی اور آخری مہدی ہے"

انہی آئمہ علیہم السلام کے بارے میں پیغمبر اکرم صلعم نے یہ فرمایا تھا۔ کہ

"من مات ولم یعرف امام زمانه مات میتة الجاهلیة"

مسند امام احمد حنبل جلد 4 صفحہ 96

"یعنی جو مر گیا اور اس نے اپنے زمانے کے امام کو نہیں پہچانا' وہ جاہلیت کی موت مرا"

پیغمبر اکرم صلعم نے یہ نہیں کہا تھا کہ

"من مات ولم یجعل امام زمانه مات میتة الجاهلیة"

یعنی جو مر گیا اور اس نے کسی کو اپنے زمانہ کا امام نہ بنایا تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔

اور نہ ہی یہ کہا تھا' کہ جو تلوار لے کر میدان میں نکلے اور جہاد کرے' اسے نہ پہچانا' وہ جاہلیت کی موت مرا' اور نہ ہی یہ کہا تھا کہ جو قوت و طاقت کے ذریعہ غلبہ کر کے حاکم بن گیا' اس کو نہ پہچانا' وہ جاہلیت کی موت مرا' کیونکہ جو تلوار لے کر میدان میں آئے گا۔ اور لوگوں پر غلبہ کر کے حاکم بن جائے گا۔ اسے پہچاننے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کا تلوار کے ذریعہ انقلاب برپا کرنا اور غلبہ پا کر حاکم بن جانا' خود اسے منوائے گا۔

پس پیغمبر کی مذکورہ حدیث کے مطابق اپنے زمانہ کے امام کو پہچاننے کا مطلب یہ ہے کہ خدا کے حکم سے پیغمبر کے مقرر کردہ امام برحق اور حادی خلق کو پہچانے' اس کا پہچاننا اس لئے واجب ہے تاکہ اس کی اطاعت و پیروی کر کے راہ ہدایت پر گامزن ہو سکے۔ چونکہ جو راہ ہدایت پر گامزن نہ ہوگا' وہی تو جاہلیت کی موت مرے گا"

بہرحال یہ بات تسلیم ہے۔ کہ امام زین العابدین کے زمانہ امامت میں ایک فرقہ شیعہ کیسانیہ پیدا ہوا اور کچھ ہی عرصہ بعد وہ خود بھی اور آگے جو ان کے فرقے بنے'

وہ بھی سب ختم ہو گئے۔ اور اب ان میں سے کوئی بھی باقی نہیں ہے۔ البتہ ان کے زمانے میں اس بات کی ضرورت تھی۔ کہ لوگ یہ پہچانیں کہ امام زین العابدینؑ امام برحق ہیں۔ یا کیسان اور امام زین العابدینؑ حادی خلق ہیں یا کیسان؟

امام زین العابدین نے تمام زندگی' دین مبین' حق کی تبلیغ کی۔ اپنے والد بزرگوار کی عزاداری قائم کی' اور اپنی ہی دعاؤں کو وسیلہ بنا کر صحیح عقائد لوگوں کے سامنے بیان کئے۔ لہذا آپ کے زمانہ میں شیعہ حقہ امامیہ کی تعداد بنی امیہ کے مظالم اور قتل عام کے باوجود ہزاروں تک پہنچ گئی۔ آپ نے 25 صفر 95 کو وفات پائی۔

امام زین العابدینؑ کی شہادت کے بعد

امام زین العابدینؑ کی شہادت کے بعد' شیعہ حقہ امامیہ' جو یہ عقیدہ رکھتے تھے' کہ پیغمبر اکرم صلعم کی بشارت اور پیشن گوئی کے مطابق آنحضرت کے 12 جانشین یعنی 12 'امام اور ہادی خلق ہونگے۔ وہ ہر امام کی شہادت کے بعد اس جستجو میں لگتے تھے۔ کہ اب پیغمبر کا حقیقی جانشین' وصی رسول' امام برحق' اور ہادی خلق کون ہے؟ کیونکہ حدیث رسول "من مات ولم یعرف امام زمانهٖ مات میتة الجاهلیة" کا تقاضا یہی تھا' کہ ہر جانے والے امام کے بعد ہونے والے امام کو پہچانیں۔ اسی طرح جس طرح آخری رسول کے آنے تک ساری امتیں' اسی انتظار میں رہیں کہ آخری رسول آئے' تو اس پر ایمان لائیں۔ اور جب تک آخری رسول نہیں آیا۔ وہ خدا کے بھیجے ہوئے ہر سچے نبی پر ایمان لاتے رہے۔ اور آخری رسول کے آنے کے بعد اب کسی نبی یا رسول پر ایمان لانے کا سلسلہ ختم کر دیا۔ لہذا اب جو کوئی آنحضرت کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے' اسے جھوٹا سمجھا جاتا ہے۔

بعینہ اسی طرح پیغمبر اکرم صلعم کے بعد ان کے بارہ جانشینوں کا بھی یہی معاملہ ہے۔ کہ شیعیان حقہ امامیہ ہر امام کے جانے کے بعد ہونے والے امام کے حلقہ اطاعت و پیروی میں داخل ہو گئے۔ اور جب پیغمبر اکرم صلعم کے فرمودہ یہ بارہ جانشین

اور بارہ کے بارہ امام اور ہادی خلق آ لیئے۔ تو پھر ان شیعیان حقہ امامیہ نے کسی اور کی امامت کو تسلیم نہیں کیا۔ حالانکہ ان کے زمانے میں بھی بہت سے لوگ امام کہلائے اور ان کے بعد بھی بہت سے لوگوں نے دعوئے امامت کیا۔

لہذا یہ شیعیان حقہ امامیہ بارہویں امام کے آنے تک ہر امام کے حقیقی جانشین پر ایمان لاتے رہے اور بارہویں امام کے آنے تک ان کا انتظار کرتے رہے۔ اور گیارہویں امام حضرت حسن عسکری علیہ السلام کے بعد انہوں نے بارہویں امام حضرت مہدی حادی آخرالزمان کو اپنا امام تسلیم کرلیا۔ تو پھر انہوں نے کسی کو اپنا امام تسلیم نہیں کیا۔ اور شیعہ اثنا عشری کہلائے۔ جب کہ دوسرے سلسلوں میں آج تک امامت کا سلسلہ جاری ہے۔

بہر حال امام زین العابدینؑ کی شہادت کے بعد 95ھ میں شیعیان حقہ امامیہ نے اپنے پانچویں امام حضرت محمد بن علی زین العابدینؑ کو اپنا پانچواں امام مانا۔ اور ان کی اطاعت و پیروی کو اپنا شعار بنایا۔ حضرت امام محمد ابن علیؑ کثرت سے علوم دین کی نشرو اشاعت کی بنا پر باقر العلوم کے لقب سے ملقب ہوئے۔ اور امام محمد باقر علیہ السلام کے نام سے معروف ہوئے۔

تعجب ہے کہ شیعہ فرقوں کی تعداد بڑھانے کے لئے بلال زبیری نے بھی تحفہ اثناء عشریہ سے نقل کر کے امام محمد باقرؑ کو اپنا امام، اپنا حادی اور پیشوا مان کر ان کی اطاعت و پیروی کرنے والوں کا نام باقری فرقہ لکھ دیا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

''حضرت زید شہید اور حضرت امام محمد باقرؑ دونوں حقیقی بھائی تھے۔ شیعیان علی کے کچھ گروہ اس سے پہلے الگ ہو چکے تھے۔ اور کچھ گروہ حضرت زین العابدین کو امام برحق سمجھتے تھے۔ ان کی وفات 95ھ کے بعد ان میں بھی شدید اختلاف پیدا ہوا۔ زید بن علی ابن زین العابدین مدعی امامت تھے۔ اور محمد باقر بن زین العابدین کو بھی ایک گروہ امام اور خاندان علی کا جائز وارث سمجھتا تھا۔ چنانچہ ایک گروہ زید شہید کا ساتھی

بن گیا۔ جن کا ذکر پہلے صفحات پر آ چکا ہے۔ اور دوسرے فریق نے امام محمد باقرؑ کی تائید و نصرت کی۔ ان دونوں گروہوں کے درمیان ایک بنیادی مسئلہ زیر بحث رہا۔ زیدیوں کا کہنا تھا۔ کہ امامت کا منصب صرف اسی کو ملتا ہے۔ جو راہ حق میں تلوار لے کر چلے اور دشمنوں سے نبرد آزما ہو۔ مگر باقریوں کا موقف تھا۔ کہ حالات کی غیر یقینی میں امام کو اختیار ہے۔ کہ وہ مصلحت میں بھلائی سمجھتا ہو تو تقیہ اختیار کرے اور لڑائی میں فائدہ سمجھتا ہو تو تلوار اٹھائے۔ امام وہی ہے جو امت کی بھلائی کو ہمیشہ سامنے رکھے۔ چنانچہ ابتداء میں یہ دونوں گروہ بظاہر ساتھ ساتھ چلے۔ جب زید شہید نے خروج کیا۔ تو باقریہ کے لوگ ان کا ساتھ چھوڑ کر اپنے اپنے مقامات پر چلے گئے۔ اس گروہ نے خیال ظاہر کیا۔ کہ پیچھے سے جو سلسلہ امامت آ رہا ہے۔ اس کے مطابق محمد باقرؑ باپ کے جائز وارث اور امت کے امام برحق ہیں۔ اور ان کے علاوہ جس شخص نے امامت کا دعویٰ کیا۔ وہ راہ راست پر نہیں۔ ان کے مطابق محمد الرسول اللہ نے حضرت علیؑ کو اپنا وصی مقرر کیا انہوں نے اپنی زندگی میں امام حسنؑ کو اختیارات سونپے اور بعد میں انہوں نے امام حسینؑ کو تاج امامت پہنایا۔ اور شہید کربلا نے زین العابدینؑ کو وصی مقرر کیا۔ اور انہوں نے محمد باقرؑ کو امام بنایا۔ یہ سلسلہ الہامی ہے۔ زیدیوں اور باقریوں کے درمیان گو تلوار نہیں چلی۔ مگر ان کے اختلافات نے تاریخ پر گہرا اثر ڈالا''

فرقے اور مسالک بلال زبیری صفحہ 135-134

بلال زبیری نے اپنی اس کتاب میں غیر جانبدارانہ تحقیق کا دعویٰ کیا تھا۔ مگر انہوں نے آنکھیں بند کر کے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی کتاب تحفہ اثنا عشریہ سے امام محمد باقر علیہ السلام کو امام تسلیم کر کے ان کی پیروی کرنے والوں کا نام ''باقریہ فرقہ'' لکھ دیا۔ اور یہ بات خود ان کی بیان کردہ سابقہ تحقیق کے خلاف ہے۔ جو انہوں نے اپنی کتاب کے صفحہ 131 پر لکھا تھا کہ :

''حضرت زین العابدینؑ کی وفات 95ھ میں ولید بن عبدالمالک کے

زمانہ حکومت میں ہوئی۔ان کی اولاد کی تعداد 15 مشہور ہے۔ اکثر شیعہ ان کے بعد ان کے لڑکے محمد باقر کو امام سمجھتے ہیں۔لیکن 122ھ میں جب کہ ہشام بن عبدالملک کا دور حکومت تھا۔ان کے لڑکے زید نے اموی حکومت کے خلاف زبردست تحریک شروع کر دی۔ ہزاروں مسلمان ان کے گرد جمع ہو گئے۔اس تحریک نے ایک مستقل فرقے کی صورت اختیار کر لی۔انہوں نے یہ عقیدہ پھیلایا کہ زین العابدین کے بعد حضرت زید امام وقت ہیں۔اور جو شخص اپنے عہد کے امام کی اطاعت و بیعت سے گریز کرے گا اس کا ایمان ضائع ہو جائے گا۔

فرقے اور مسالک بلال زبیری صفحہ 131

بلال زبیری کا یہ بیان جو انہوں نے زیدیہ فرقہ کے عنوان کے تحت صفحہ نمبر 130 پر لکھا ہے۔خود ان کے مذکورہ بیان سے متصادم اور متضاد ہے۔کیونکہ خود ان کی اپنی تحقیق کے مطابق جو صحیح ہے۔امام زین العابدینؑ کی وفات 95ھ میں ولید بن عبدالملک کے زمانہ حکومت میں ہوئی (صفحہ 131) اور امام محمد باقر علیہ السلام نے 114ھ میں وفات پائی (صفحہ 143) اور زید شہید نے 122ھ میں ہشام بن عبدالملک کے دور حکومت میں تحریک چلائی۔اور خروج کیا (صفحہ 131) اور 114ھ سے امام محمد باقرؑ کے فرزند حضرت جعفر صادق علیہ السلام کا دور امامت ہے۔یعنی حضرت زید شہید نے امام محمد باقر علیہ السلام کی وفات 114ھ کے 8 سال بعد یعنی 122ھ میں خروج کیا تو باقریہ فرقے کے ساتھ زیدیہ فرقہ کہاں سے آ گیا؟ زیدیہ فرقہ تو بنا 122ھ کے بعد جب حضرت زید شہید نے ہشام بن عبدالملک کے خلاف خروج کیا۔اور اس تحریک میں شامل لوگوں نے یہ قرار دیا کہ جو تلوار لے کر قیام کرے وہ امام ہے۔اور اس تحریک کو سارے مسلمانوں کی تائید و حمایت حاصل تھی۔ یہاں تک کہ ان کے امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہ بھی اس تحریک میں شامل تھے۔اور شیعہ زیدیہ کہلاتے تھے۔اور اس کی تفصیل آگے زیدیہ فرقے کے بیان میں آئے گی۔

بہر حال چونکہ امام محمد باقر علیہ السلام نے 114ھ میں وفات پائی۔اور

114ھ سے امام جعفر صادق علیہ السلام کا دور امامت ہے۔اور حضرت زید شہید نے 122ھ میں ہشام بن عبدالملک کے خلاف خروج کیا تھا۔لہذا زیدیہ فرقہ 122ھ کے بعد حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے دور امامت میں معرض وجود میں آیا۔ پس بلال زبیری کی یہ تحقیق قطعی غلط ہے۔

یہاں پر ایک بات کا بیان کرنا انتہائی مناسب ہے۔کہ امام محمد باقر علیہ السلام کے دور امامت (95ھ تا 114ھ) میں بنی امیہ کے خلیفہ عمر ابن عبدالعزیز کا دور حکومت (99ھ تا 101ھ) مسلمانوں کے لئے امن و آشتی کا دور تھا۔اسی لئے امام محمد باقر علیہ السلام کو علوم دین کے نشر کرنے کا موقع ملا۔اور طلب علم کے ہزاروں شائقین آپ کے حلقہ درس میں شریک ہوئے۔چنانچہ ایک روایت کے مطابق اہل سنت کے معروف امام اعظم امام ابوحنیفہ نے بھی آپ کی صحبت میں رہ کر کسب علوم کیا۔

عمر ابن عبدالعزیز بنی امیہ کا وہ خلیفہ تھا۔جسے لوگ نیکی کے ساتھ یاد کرتے ہیں۔عمر ابن عبدالعزیز نے خود بنی امیہ کے گذشتہ حکمرانوں کے کردار کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا ہے۔جیسا کہ مولانا مودودی نے اپنی کتاب خلافت و ملوکیت میں لکھا کہ؛

"حضرت عمر بن عبدالعزیز کہتے ہیں۔کہ اگر دنیا کی تمام قومیں خباثت کا مقابلہ کریں اور اپنے اپنے سارے خبیث لے آئیں۔تو ہم تنہا حجاج کو پیش کر کے ان پر بازی لے جا سکتے ہیں۔

خلافت و ملوکیت صفحہ 186

اور اسی حجاج بن یوسف کے بارے میں مولانا مودودی ابن اشیر جلد 4 صفحہ 103 = البدایہ جلد 9 صفحہ 67 اور ابن خلدون جلد 3 صفحہ 58 کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ

"اور یہ ظالم گورنر تھا۔جس کے حق میں عبدالملک نے اپنی اولاد کو مرتے وقت وصیت کی" کہ حجاج بن یوسف کا ہمیشہ لحاظ کرتے رہنا۔کیونکہ وہی ہے۔جس

نے ہمارے لئے سلطنت ہموار کی' دشمنوں کو مغلوب کیا۔ اور ہمارے خلاف اٹھنے والوں کو دبایا"

خلافت و ملوکیت صفحہ 184

بنی امیہ کے اس فرمانروا یعنی عمر ابن عبدالعزیز نے تین کام ایسے کیے۔ جس کے لئے شیعہ امامیہ بھی اس کے ممنون و مشکور ہیں۔

عمر ابن عبدالعزیز کے تین نیک کام

عمر ابن عبدالعزیز کا پہلا کام جس کے شیعہ امامیہ ممنون و مشکور ہیں۔ یہ کیا' کہ باغ فدک جسے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ نے حضرت فاطمہ کے نام ہبہ کر دیا تھا۔ اور اسے حضرت ابو بکر نے ضبط کر کے بیت المال میں داخل کر دیا تھا۔ اور جو حضرت عثمان کے زمانہ تک بیت المال ہی کا حصہ رہا' اسے حضرت عثمان نے اپنے چچازاد بھائی مروان بن الحکم کو بخش دیا تھا۔ اور جسے حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب بھی واپس نہ لے سکے تھے۔ حالانکہ انہوں نے حضرت عثمان کی اپنے اقرباء کو غلط طور پر بخشی ہوئی اکثر جاگیریں واپس لے کر بیت المال میں داخل کرا دی تھیں۔

چونکہ مروان شروع دن سے ہی حضرت امیر المومنین سے برسر پیکار تھا۔ پہلے جنگ جمل میں شریک ہو کر جنگ کرتا رہا' جنگ جمل کے بعد معاویہ کے پاس چلا گیا۔ اور معاویہ کے ساتھ شامل ہو کر جنگ صفین میں حضرت امیر المومنین کے خلاف لڑتا رہا۔ لہذا اس سے باغ فدک واپس لینے کا صرف اسی صورت میں امکان تھا' کہ ایک جنگ مروان کے خلاف صرف باغ فدک کو واپس لینے کے لئے لڑی جائے۔ لیکن عمر ابن عبدالعزیز کو اس قسم کی کوئی مجبوری نہیں تھی۔ لہذا اس نے باغ فدک' مروان کی اولاد سے واپس لیکر اولاد فاطمہ کے حوالہ کر دیا۔

اگر چہ اہل سنت کے بعض مورخین و محدثین اس خیال سے کہ باغ فدک کی اولاد فاطمہ کو واپسی تسلیم کرنے سے حضرت ابو بکر کا باغ فدک غضب کرنا ثابت ہوتا

ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ عمر ابن عبدالعزیز نے باغ فدک مروان کی اولاد سے واپس لے کر اولاد فاطمہ کو واپس نہیں کیا تھا۔ بلکہ حسب سابق بیت المال میں داخل کر لیا تھا۔ اس طرح کے بیان سے حضرت ابو بکر کو تو الزام سے بچا لیا گیا۔ مگر حضرت عثمان کے باغ فدک کی جاگیر' مروان کو غلط طور پر ہبہ کرنے کے الزام کو تو دور نہیں کیا جا سکتا۔

عمر ابن عبدالعزیز کا دوسرا کام۔ جس کے شیعہ امامیہ ممنون و مشکور ہیں۔ یہ ہے کہ بنی امیہ کے زمانے میں معاویہ سے لیکر بنی امیہ کے خلیفہ سلیمان کے زمانے تک بنی امیہ کے تمام خلفاء اور عمال حکومت حضرت علی پر تبرا کیا کرتے تھے۔ حضرت علیؑ پر سب کرتے تھے۔ انہیں گالیاں دیا کرتے تھے۔ حتی کہ نماز جمعہ و عیدین کے خطبہ میں بھی ان کو گالیاں دی جاتی تھیں۔ اور اہل سنت والجماعت کے وہ افراد بھی جو حضرت علی کو چوتھا خلیفہ مانتے تھے۔ ان کی اس بات کا برا مناتے تھے۔ لہذا وہ عید کی نماز پڑھ کر خطبہ سننے سے پہلے ہی چلے جاتے تھے۔ کیونکہ عید کا خطبہ شرعی طور پر نماز کے بعد ہوتا ہے۔ لہذا بنی امیہ کے حکمرانوں نے انہیں علیؑ پر تبرا اور گالیاں سنانے کے لئے یہ ترکیب نکالی کہ عیدین کا خطبہ نماز سے پہلے دینا شروع کر دیا۔ تاکہ نماز تو انہوں نے مجبوراً پڑھنی ہی ہے۔ نماز سے پہلے خطبہ میں امیر المومنین کو ان کی گالیاں بھی ضرور سنیں۔

بہر حال عمر ابن عبدالعزیز نے سختی کے ساتھ حکم صادر کیا کہ آج کے بعد کوئی شخص حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب پر تبرا نہیں کرے گا۔ نہ ان پر سب کرے گا۔ نہ انہیں گالیاں دے گا۔ اور جو گالی دے گا' اسے سزا دی جائے گی۔ لہذا شیعہ امامیہ بنی امیہ کے اس خلیفہ عمر ابن عبدالعزیز کی اس بات کے لئے بہت ہی ممنون و مشکور ہیں۔

عمر ابن عبدالعزیز کا تیسرا کام۔ یہ ہے کہ تمام بنی امیہ اور تمام شامی اور معاویہ کے لشکر والے تمام عثمانی حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب کو چوتھا خلیفہ

بھی نہیں مانتے تھے۔ بلکہ حضرت عثمان کے بعد معاویہ کو چوتھا خلیفہ مانتے تھے۔

عمر ابن عبدالعزیز نے حکم دیا کہ حضرت امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالب چوتھے خلیفہ راشد ہیں۔ لہذا انہیں چوتھا خلیفہ راشد مانا جائے۔

اب کسی کی مجال تھی۔ کہ حضرت علیؑ پر تبرا کرے یا انہیں گالیاں دے۔ یا انہیں کافر کہے۔ یا انہیں چوتھا خلیفہ راشد نہ مانے' پس عمر ابن عبدالعزیز کے زمانے میں تمام عثمانی اور شام والے جنہیں اہل سنت نے ناصبی کا لقب دیا تھا۔ اور تمام خوارج جنہوں نے حضرت علی کو چوتھا خلیفہ مان کر پھر علیحدگی اختیار کرلی تھی۔ اور انہیں کافر کہنے لگے تھے۔ یہ سب کے سب اہل سنت کے ساتھ مل کر اہل سنت کہلانے لگ گئے۔

عمر ابن عبدالعزیز کے زمانے میں اہل سنت کی اقسام

اگرچہ عمر ابن عبدالعزیز کے حکم سے تمام ناصبیوں اور تمام خارجیوں نے حضرت علی کو کافر کہنا یا گالیاں دینا چھوڑ دیا۔ اور مجبوراً حضرت علی کو پوری ایک صدی ہجری گزرنے کے بعد چوتھا خلیفہ راشد تسلیم کرلیا۔ اور اہل سنت میں شامل ہو کر سب کے سب اہل سنت والجماعت کہلانے لگ گئے۔ لیکن مزاج اور طرز عمل کے اعتبار سے ان کی فطرت نہ بدلی۔ لہذا طبعی اور فطری لحاظ سے اہل سنت والجماعت کی چار اقسام ہو گئیں۔

نمبر = 1 وہ مسلمان جو حضرت علی کی چوتھے نمبر پر بیعت کر کے اور ان کو چوتھا خلیفہ مان کر شیعیان عثمان کے مقابلہ میں شیعیان علی کہلانے لگ گئے تھے۔ لیکن وہ خلفاء کے افضل ہونے کو ترتیب خلافت کے اعتبار سے مانتے تھے۔ اور اس قسم کے مسلمانوں کو شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اہل سنت والجماعت کے اسلاف و پیشینان بتلایا ہے۔ اور انہیں شیعہ اولی اور شیعہ مخلصین کہا ہے۔ انہوں نے امام حسنؑ کی طرف سے حکومت چھوڑنے کے بعد جب معاویہ کی چھٹے خلیفہ کی حیثیت سے بیعت کرلی تو

انہوں نے سنۃ الجماعۃ کی مناسبت سے اپنا نام اہل سنت والجماعت رکھ لیا۔

نمبر 2 = وہ مسلمان جو حضرت علی کی چوتھے نمبر پر بیعت کر کے اور ان کو چوتھا خلیفہ مان کر شیعیان عثمان کے مقابلہ میں شیعیان علی کہلانے لگ گئے تھے۔ لیکن وہ ان احادیث پیغمبر کے مطابق' جو انہوں نے حضرت علی کے فضائل میں پیغمبر اکرم کی زبان مبارک سے خود اپنے کانوں سے سنی تھیں۔ حضرت علی کو سب سے افضل مانتے تھے۔ مگر وہ یہ عقیدہ رکھتے تھے۔ کہ اگر افضل کی موجودگی میں مفضول کی بیعت خلافت کے لئے ہو جائے تو وہ خلیفہ ہو جاتا ہے۔ اور اگرچہ اس قسم کے مسلمانوں کو بھی شاہ عبدالعزیز دہلوی نے اہل سنت والجماعت کے اسلاف اور پیشینان کہا ہے۔ لیکن ان کے بارے میں ان کا کہنا یہ ہے۔ کہ یہ لوگ عبداللہ بن سبا کے تھوڑا سے بہکاوے میں آ گئے۔ اور انہوں نے حضرت علی کو ساری مخلوق سے افضل سمجھ لیا۔ جن میں پہلے کے تین خلیفہ بھی شامل ہیں۔ اس لئے وہ اس قسم کے مسلمانوں کو تفضیلیہ کہتے ہیں۔ یعنی اہل سنت کے ان اسلاف و پیشینان نے پیغمبر اکرم کی بیان کردہ احادیث کے مطابق حضرت علیؑ کو سب سے افضل نہیں سمجھا تھا۔ بلکہ عبداللہ ابن سبا کے بہکاوے میں آ کر وہ حضرت علیؑ کو سب سے افضل سمجھنے لگ گئے تھے۔ بہر حال انہوں نے بھی امام حسنؑ کی طرف سے حکومت چھوڑنے کے بعد معاویہ کی چھٹے خلیفہ کی حیثیت سے بیعت کرلی اور یہ بھی سنۃ الجماعۃ کی مناسبت سے اہل سنۃ الجماعت کہلانے لگ گئے۔

نمبر 3 = وہ مسلمان جنہوں نے پہلے تو حضرت علی کو چوتھا خلیفہ مانا۔ اور شیعیان عثمان کے مقابلہ میں شیعیان علی بھی کہلائے۔ مگر واقعہ تحکیم کے بعد حضرت علی کا ساتھ چھوڑ گئے۔ اور خوارج کہلائے۔ واقعہ تحکیم کے بعد یہ حضرت علی اور معاویہ دونوں کو ہی کافر کہتے تھے۔ عمر ابن عبدالعزیز کے اس فرمان کے بعد وہ یہ حرکت نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن ان کی فطرت اور عادت نہیں بدلی۔ اگرچہ وہ حضرت عمر ابن عبدالعزیز کے مذکورہ فرمان کے بعد اہل سنت والجماعت میں شامل ہو گئے اور خود کو اہل سنت والجماعت

کہلانے لگ گئے۔ مگر وہ زبان وقلم سے اپنی فطرت کا اظہار کرتے رہتے ہیں۔

نمبر 4= وہ مسلمان جن میں سارے بنی امیہ اور معاویہ کے سارے لشکر والے۔ سارے عثمانی۔ اور سارے اہل شام جنہوں نے ایک لمبے عرصے تک حضرت علی کو خلیفہ تسلیم نہیں کیا تھا۔ وہ پہلے بھی معاویہ کو ہی اپنا حاکم تسلیم کرتے تھے۔ اور معاویہ کی بیعت ہو جانے کے بعد ان کو ہی چوتھا خلیفہ تسلیم کرتے تھے۔ یہ بھی حضرت علیؑ کو کافر کہتے تھے۔ انہیں گالیاں دیتے تھے۔ ان پر لعنت وتبرا کرتے تھے۔ اور انہیں ہر طرح سے برا بھلا کہتے تھے۔

عمر ابن عبدالعزیز کے فرمان کے بعد وہ امیر المومنین علی ابن ابی طالب کو گالیاں دینے ان پر تبرا کرنے سے تو باز آ گئے۔ کیونکہ وہ عمر ابن عبدالعزیز کے حکم کے آگے ایسا کرنے کی جرات نہیں کر سکتے تھے۔ انہوں نے عمر ابن عبدالعزیز کے حکم سے امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کو چوتھا خلیفہ مان کر خود کو اہل سنت والجماعت بھی کہلوانا شروع کر دیا تھا۔ لیکن ان کی بھی فطرت۔ عادت اور طرز عمل نہیں بدلا۔ اگرچہ وہ آج بھی اہل سنت والجماعت میں شامل ہیں۔ مگر اپنی فطرت سے باز نہیں آتے۔ اور اپنے بغض وعناد کا اظہار کئے بغیر نہیں رہتے۔ پس اہل سنت والجماعت کہلانے والوں میں مذکورہ چاروں قسم کے افراد شامل ہیں۔

لیکن شیعہ امامیہ کے دونوں سلسلوں یعنی دینی قیادت اور انقلابی قیادت کی اور اہل سنت والجماعت کی مذکورہ چاروں اقسام کی پیدائش' میں کسی عبداللہ بن سبا کا کوئی عمل دخل اور کسی بھی قسم کا کردار نہیں ہے۔ اور اہل سنت کے بعض مشہور دانشوران اور محققین نے کسی ایسے عبداللہ بن سبا کے وجود سے ہی قطعی طور پر انکار کیا ہے۔ جس کا بیان اس سے اگلے عنوان میں پیش کیا جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

عبداللہ بن سبا کے بارے میں اہل سنت محققین کی رائے
اور عبداللہ بن سبا کا افسانہ گھڑنے کی وجوہات

طٰہ حسین مصری اہل سنت کے ایک مشہور دانشور۔ محقق اور سیرت نگار ہیں۔ انہوں نے خلفائے راشدین یعنی حضرت ابوبکر۔ حضرت عمر۔ حضرت عثمان اور حضرت علیؑ کے زمانے کے حالات وواقعات پوری تفصیل سے اور بڑی شرح وبسط اور تحقیق کے طور پر قلمبند کئے ہیں۔ وہ کتاب جو انہوں نے حضرت عثمان کے حالات میں لکھی ہے۔ اس کا نام (**الفتنة الکبریٰ**) ہے۔ اس کتاب کا ترجمہ علامہ عبدالحمید نعمانی نے اردو زبان میں "**حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ**" کے نام سے کیا ہے۔ ہم اس ترجمہ "**حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ**" سے چند اقتباسات ھدیہ قارئین کرتے ہیں۔ وہ حضرت عثمان کے اپنے رشتہ داروں کو عطیات دینے کے بارے میں لکھتے ہیں۔ کہ

"حضرت عثمان سے ان کے بعض عطیات کے بارے میں بحث کی گئی۔ جو انہوں نے اپنے رشتہ داروں کو دیئے تھے۔ تو حضرت عثمان نے فرمایا۔ عمر خدا سے ڈر کر اپنے رشتہ داروں کو محروم رکھتے" اور میں خدا سے ڈر کر صلہ رحمی کرتا ہوں۔ اور ہم میں آج عمر جیسا کون ہے؟ یعنی حضرت عمر مسلمانوں کے مال سے اپنے عزیزوں کو محروم رکھ کر نیک اور مخلص تھے۔ اور حضرت عثمان اپنے رشتہ داروں کو مسلمانوں کا مال دے کر نیک اور مخلص ہیں۔ اس لئے کہ اللہ کا حکم ہے کہ صلہ رحمی کرو۔

حضرت عثمان کا یہ جواب فقہی تاویل کرنے والوں کے نزدیک ممکن ہے درست ہو لیکن مصلحت عامہ کسی طرح اس کی تائید نہیں کر سکتی۔ یہ مال تو عوام کا ہے۔ اور ایسی حالت میں بغیر عوام کی اجازت کے خلیفہ اس میں تصرف کا مجاز نہیں یا پھر خلیفہ کا ہے۔ اور اس صورت میں عوام کا اس تصرف پر اعتراض کرنا غلط ہے۔

لیکن یہ کہ بعض خلفاء اس مال کو عام مسلمانوں کے لئے مخصوص اور محفوظ

کر کے خدا سے قربت حاصل کریں۔ اور بعض صلہ رحمی میں اس کو خرچ کر کے خدا کے عبادت گذار بنیں۔ یہ صحیح نہیں۔ کھلی ہوئی بات یہ ہے۔ کہ اس سلسلہ میں ہم حضرت عمر کا مسلک پسند کرینگے۔ کیونکہ وہی حق وانصاف کے قرین اور خلفاء کی پاکبازی اور بے نفسی کے مناسب حال ہے۔ پھر عوام کے احساس کا بھی یہی تقاضا ہے۔ جیسا کہ آج بھی ہم سمجھتے ہیں۔"

کتاب حضرت عثمان ترجمہ الفتنہ الکبریٰ صفحہ 49

فاضل مولف موصوف حضرت عثمان کی اقربا پروری پر تبصرہ کرنے کے بعد عبداللہ بن سبا کے بارے میں اپنی تحقیق اس طرح سے پیش کرتے ہیں کہ

"جناب عثمان کے زمانے میں اسلامی شہروں میں جو فتنے اور فسادات رونما ہوئے۔ بہت سے لوگ اس کو اسی عبداللہ بن سبا کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ وہ اپنا مکر بہت مضبوط کر چکا تھا۔ چنانچہ شہروں میں خفیہ انجمنیں بنائی تھیں۔ جن میں پوشدہ طور پر شر وفساد کی دعوت دی جاتی تھی۔ پھر جب تدبیریں مکمل ہو گئیں۔ تو خلیفہ پر ٹوٹ پڑے اور بغاوت' محاصرہ اور شہادت کے واقعات ہوئے۔

میرا خیال ہے کہ ابن سبا کی بات کو اتنا بڑھاتے چڑھانے والے اپنی ذات پر اور تاریخ پر بڑی زیادتی کرنے والے ہیں۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے۔ کہ وہ اہم مصادر جن میں حضرت عثمان کی مخالفت کی تفصیل ہے۔ ابن سبا کے ذکر سے خالی ہیں۔ چنانچہ ابن سعد' حضرت عثمان کی خلافت اور لوگوں کی ان سے مخالفت کے حالات بیان کرتے ہیں۔ ابن سبا کا کوئی تذکرہ تک نہیں ہے۔ اسی طرح "انساب الاشراف" میں بلاذری اس کا کوئی ذکر نہیں کرتے۔ اور میرا خیال ہے۔ کہ "انساب الاشراف" سب سے زیادہ اہم ماخذ ہے۔ جس میں حضرت عثمان کے واقعات پوری تفصیل کے ساتھ لکھے گئے ہیں۔ ہاں طبری نے سیف ابن عمر کی روایت سے ابن سبا کا ذکر کیا ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ بعد میں آنے والے مورخین نے طبری ہی

سے لیا ہے۔

میں نہیں کہہ سکتا کہ حضرت عثمان کے زمانے میں ابن سبا کی کچھ بات تھی بھی یا نہیں۔ لیکن اس کا مجھے یقین ہے کہ اگر اس کی کوئی بات تھی۔ تو وہ ناقابل ذکر' مسلمان حضرت عثمان کے دور میں اتنے گئے گذرے نہ تھے۔ کہ ان کے افکار اور اقتدار سے ایک اجنبی کتابی کتاب شوخی کرتا۔ جو ابھی عہد عثمانی میں مسلمان ہوتا ہے۔ اور مسلمان ہوتے ہی تمام اسلامی بلاد میں فتنہ وفساد پھیلانے کی ذمہ داری بھی اپنے ذمہ لے لیتا ہے۔ اگر عبداللہ بن عامر یا امیر معاویہ اس اجنبی کو جو یہودی تھا۔ پکڑتے اور باز پرس کرتے تو اس کے سوا مفر نہ تھا۔ کہ وہ مسلمانوں کو دھوکہ دینے والا ایک مکار ثابت ہوتا۔ پھر تو وہ حضرت عثمان کو مطلع کرتے اور یہ اپنی سزا کو پہنچ جاتا۔ اور اگر کہیں عبداللہ بن ابی سرح اس کو پالیتے' تو کسی حالت میں معاف نہیں کرتے۔ وہ سزا دیتے" جو حضرت عثمان کے خوف سے دونوں محمدوں کو نہیں دے سکے تھے۔

اور جو شخص ابن ابی بکر کو' ابن ابو حذیفہ کو' اور بعض روایات کے مطابق عمار یاسر کو سزا دینے کی حضرت عثمان سے اجازت چاہتا ہو وہ ایک کتابی کو کس طرح معاف کر سکتا تھا۔ جس نے اسلام کو مسلمانوں میں نفاق اور تفرقے کا ذریعہ بنا لیا تھا۔ اور مسلمانوں کو ان کے خلیفہ بلکہ پورے دین کی طرف سے مشکوک کرتا تھا۔ اور پھر گورنروں کے لئے یہ بالکل آسان تھا۔ کہ وہ اس اجنبی پر نظر رکھتے اور گرفتار کر کے سزا دیتے۔ خصوصاً ایسی حالت میں کہ وہ اپنے مخالفین اور مقابلہ کرنے والوں کا پتہ چلانے' ان کو شہر بدر کرنے' امیر معاویہ یا عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید تک پہنچانے میں کافی مہارت رکھتے تھے۔"

کتاب حضرت عثمان ترجمہ الفتنہ الکبریٰ صفحہ 143-142

"غالب گمان یہ ہے کہ اموی اور عباسی دور میں شیعوں کے مخالفین نے عبداللہ بن سبا کے معاملہ میں بڑے مبالغہ سے کام لیا' تاکہ ایک طرف بعض ان واقعات کو مشکوک کر دیا جائے۔ جو حضرت عثمان اور ان کے حاکموں کی طرف منسوب

کئے جاتے ہیں۔ اور دوسری طرف حضرت علی اور شیعوں کی برائی کی جائے۔ اور ان کے بعض خیالات کی بنیاد ایک ایسے نومسلم یہودی کو قرار دیا جائے۔ جو مسلمانوں کو فریب دینے کے لئے مسلمان بنا تھا۔

کتاب حضرت عثمان ترجمہ الفتنۃ الکبریٰ صفحہ 144

پھر اس کے بعد اس سے اگلے صفحہ پر لکھتے ہیں۔

"اس میں شک کی مطلق گنجائش نہیں کہ حضرت عثمان نے سعد کو معزول کر کے ولید اور پھر سعید کو کوفہ کا گورنر بنایا۔ ابو موسیٰ کو معزول کر کے بصرے کا حاکم عبداللہ بن عامر کو بنایا۔ امیر معاویہ کو سارے ملک شام کی حکمرانی دے کر ممکنہ حد تک ان کی حکومت وسیع کر دی۔ حالانکہ شام متعدد صوبوں کا مجموعہ تھا۔ اور وہاں کے حکمرانوں میں قریش اور دوسرے عرب شریک رہا کرتے تھے۔ مصر سے عمر بن عاص کو معزول کر کے عبداللہ بن ابی سرح کو مقرر کیا۔ اور یہ سب حکمران حضرت عثمان کے رشتہ دار ہیں۔ کوئی رضاعی بھائی ہے۔ کوئی ماں کی طرف سے ان کا بھائی ہے۔ کوئی ماموں ہے۔ کوئی امیہ بن عبدشمس سے قریبی نسبت رکھنے کی وجہ سے آپ کا عزیز ہے۔ یہ وہ حقیقتیں ہیں۔ جن کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اور ہم نہیں جانتے کہ ان تقررات اور معزولیوں کیلئے حضرت عثمان کو ابن سبا نے آمادہ کیا تھا۔ اور پھر تمام زمانے میں لوگوں نے یہ بات معیوب سمجھی ہے۔ کہ بادشاہ اور امراء حکومت کے معاملات میں اپنے رشتہ داروں کو ترجیح دیں۔ تو یہ لوگ جو حضرت عثمان کی رعایا تھے۔ وہ کوئی نئے قسم کے انسان نہ تھے۔ وہ بھی لوگوں کی طرح جو چیز بری تھی اس کو معیوب سمجھتے تھے۔

کتاب حضرت عثمان ترجمہ الفتنۃ الکبریٰ صفحہ 146-145

مخالفت کی ابتداء کب اور کہاں سے ہوئی

طٰہٰ حسین مصری پھر مذکورہ عنوان کے تحت اس طرح سے لکھتے ہیں:

"اب جو سوال قابل بحث ہے۔ اور جس کا جواب دینے کی ہم کوشش کریں گے۔ وہ یہ کہ حضرت عثمان کے طرز عمل کی مخالفت کہاں سے شروع ہوئی؟ مدینہ منورہ

سے جو دارالخلافہ تھا' یا دوسرے شہروں سے؟ دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ مخالفت کی ابتداء نبی کے صحابہ مہاجر و انصار سے ہو کر شہروں تک اور شہروں میں نیم فوجوں تک پہنچی یا پہلے فوج میں ہوئی اور پھر صحابہ تک' مدینہ پہنچی"

کتاب حضرت عثمان ترجمہ الفتنۃ الکبریٰ صفحہ 146

اس کے اگلے صفحہ پر اس طرح سے لکھتے ہیں۔

"اب ہمیں صوبوں کی اس طویل سیاحت کے بعد مدینہ منورہ چلنا چاہئے۔ اور کچھ وقت عثمان اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ گذارنا چاہیے۔ تاکہ معلوم ہو کہ ان کے ساتھ حضرت عثمان کا طرز عمل کیسا تھا، اور حضرت عثمان کے بارے میں ان کی رائے کیا تھا"

کتاب حضرت عثمان ترجمہ الفتنۃ الکبریٰ صفحہ 147

پھر طٰہٰ حسین مصری اس سے اگلے صفحہ پر خلافت کمیٹی کے ارکان کا حضرت عثمان کے ساتھ طرز عمل خصوصیت کے ساتھ اس طرح سے بیان کرتے ہیں۔

"سب سے پہلے ہم کو یہ دیکھنا ہے۔ کہ حضرت عثمان کا تعلق ان پانچ افراد سے کیسا ہے؟ جنہوں نے آپ کو خلافت کے لئے چنا' اور سب سے پہلے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی' یہ وہ لوگ ہیں۔ جو حضرت عمر کے عہد میں مجلس شوریٰ میں آپ کے شریک تھے۔ یہ سب کے سب اسلام کے سابقین ہیں۔ خدا کی راہ میں سب نے سخت مصیبتیں اٹھائیں اور شدید آزمائشوں میں مبتلا کیے گئے"

کتاب حضرت عثمان ترجمہ الفتنۃ الکبریٰ صفحہ 148

نمبر 1 = حضرت عبدالرحمٰن بن عوف

حضرت عبدالرحمٰن خلافت کمیٹی کے سرپنچ تھے۔ ان کا حال لکھتے ہوئے' طٰہٰ حسین مصری فرماتے ہیں۔

"شروع شروع میں عبدالرحمٰن (بن عوف) حضرت عثمان کے مخالف نہ تھے۔ بلکہ ان کے موید اور نگران تھے۔ پھر جب لوگوں میں چہ مہ گوئیاں ہونے

نکلیں۔ تو متوجہ ہوئے اور نگرانی میں شدت کر دی۔ پھر وہ دن بھی آئے۔ جب لوگوں نے دیکھا کہ عبدالرحمٰن دینی اور سیاسی معاملات میں حضرت عثمان کے مخالف ہو گئے۔ پھر نوبت مخالفت کی حد سے آگے بڑھی اور انہوں نے حضرت عثمان کا بائیکاٹ کر دیا۔ نہ ان سے ملتے تھے نہ ان سے گفتگو کرتے تھے۔

کتاب حضرت عثمان ترجمہ الفتنۃ الکبریٰ صفحہ 151

نمبر 2 = حضرت سعد ابن ابی وقاص

طٰہٰ حسین مصری سعد ابن وقاص کے حضرت عثمان کے ساتھ تعلقات کے بارہ میں لکھتے ہیں کہ

''حضرت عمر نے ان کو اس شوریٰ کے چھ افراد میں رکھا تھا۔ جس کے سپرد خلافت کا مسئلہ تھا۔ بس وہ خلافت کے امیدوار بھی تھے۔ لیکن عبدالرحمٰن بن عوف نے اپنی طرح ان کو بھی دور رکھا۔

کتاب حضرت عثمان ترجمہ الفتنۃ الکبریٰ صفحہ 157

نمبر 3 = حضرت طلحہ بن عبیداللہ

طلحہ بن عبیداللہ کے بارے میں طٰہٰ حسین مصری اس طرح سے لکھتے ہیں کہ:

''طلحہ جیسا کہ تم نے پڑھا۔ پہلے دن سے حضرت عثمان کے مخالف ہیں۔ اس لئے کہ ان کی بیعت کے موقع پر وہ حاضر نہ تھے۔ لیکن حضرت عثمان نے ان کو راضی کر لیا۔ اور طرفین کے تعلقات ٹھیک ہو گئے۔ پھر عطیات دیکر حضرت عثمان نے معاملات کو اور بھی ٹھیک کر لیا۔ پھر جب حضرت عثمان کی مخالفت میں زور پیدا ہوا تو جیسا کہ روایات میں مذکور ہے۔ سرگرم ہو گئے۔ اور جیسے ہی مخالفت میں غیر معمولی شدت ہوئی۔ تو وہ ہجوم کرنے والوں کی صف میں تھے۔ اور جب عثمان کا محاصرہ کیا گیا۔ تو وہ حلقہ باندھنے والوں میں نظر آئے۔

کتاب حضرت عثمان ترجمہ الفتنۃ الکبریٰ صفحہ 159

پھر اس سے آگے چل کر لکھتے ہیں کہ:

''راویوں کا بیان ہے کہ ان کی موت مروان بن الحکم کے ایک تیر سے ہوئی۔ مروان کہتا ہے۔ کہ اس کے بعد میں نے کبھی حضرت عثمان کے خون کے بدلے کا مطالبہ نہیں کیا' مروان کے خیال میں حضرت عثمان کے قتل پر آمادہ کرنے والوں میں طلحہ پیش پیش تھے۔

کتاب حضرت عثمان ترجمہ الفتنۃ الکبریٰ صفحہ 159

طٰہٰ حسین مصری کے علاوہ طلحہ کے بارے میں دوسری تاریخوں میں بھی اسی قسم کا بیان آیا ہے۔ چنانچہ بلاذری لکھتے ہیں کہ:

''لم یکن احد من اصحاب النبی اشد علی عثمان من طلحہ''
اصحاب نبی میں سے عثمان پر سختی کرنے والا طلحہ سے بڑھ کر کوئی نہ تھا۔

انساب الاشراف بلاذری جلد 1 صفحہ 113

اور طبری نے خود حضرت عثمان کا طلحہ کے بارے میں بیان اس طرح سے نقل کیا ہے۔ کہ آپ نے فرمایا:

''اللھم اکفنی طلحۃ ابن عبیداللہ فانہ حمل علیٰ ھولاء والبھم''
تاریخ طبری جلد 3 صفحہ 411

{ خدایا! مجھے طلحہ کے شر سے بچائے رکھ۔ اس نے لوگوں کو میرے خلاف بھڑکایا ہے۔ اور میرے گرد گھیرا ڈلوایا }

نمبر 4 حضرت علی ابن ابی طالبؑ

طٰہٰ حسین مصری پہلے علیؑ کو تیسرے نمبر پر خلافت نہ ملنے کی وجہ تحریر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مسلمانوں نے دو باتوں کی وجہ سے ایسا کرنا پسند نہ کیا۔ ایک تو قریش کا یہ خدشہ کہ اگر کسی ہاشمی کو خلافت مل گئی۔ تو وہیں کی ہو کر رہ جائے گی۔ دوسری بات یہ کہ بیعت کے موقع پر عبدالرحمٰن بن عوف جب یہ شرط پیش کر رہے تھے کہ وہ کتاب اور سنت پر چلیں گے۔ اور شیخین کی اتباع کریں گے۔ اور سر مو تجاوز نہیں کریں گے۔ تو

حضرت علیؑ نے اس شرط کو ماننے سے انکار کر دیا"

کتاب حضرت عثمان ترجمہ الفتنہ الکبریٰ صفحہ 162

یہ بات سب مورخین نے لکھی ہے لیکن اصل وجہ تو صرف ایک ہی تھی۔ کہ بنی ہاشم میں یعنی حضرت علی کے پاس خلافت نہیں جانے دیں گے۔ دوسری وجہ اسی پہلی وجہ کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی تدبیر تھی، علیحدہ سے کوئی وجہ نہیں تھی۔ چونکہ وہ جانتے تھے کہ حضرت علی ہرگز شیخین کی سیرت کا اتباع قبول نہیں کریں گے۔ لہذا شیخین کی سیرت کی پیروی کی شرط رکھ دی۔ تاکہ اس بہانہ سے ان تک خلافت نہ جانے دی جائے۔ چنانچہ طہٰ مصری خود حضرت علی کے شیخین کے ساتھ اختلاف کا ذکر ان الفاظ کے ساتھ کرتے ہیں کہ:

"حضرت علیؑ تینوں خلفاء کے مخالف تھے۔ لیکن شیخین نے کوئی ایسی بات نہیں کی۔ جس سے خفیف اعتراض کا بھی ان کو موقع ملتا۔ چہ جائیکہ تنقید اور کڑی نکتہ چینی کا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے ساتھ حضرت علیؑ کی مخالفت نمایاں نہیں ہوئی"

کتاب حضرت عثمان ترجمہ الفتنہ الکبریٰ صفحہ 164

پھر طہٰ حسین مصری حضرت عثمان سے حضرت علیؑ کے تعلقات کا بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"حضرت عثمان اور حضرت علی کے تعلقات میں خرابی پیدا کرنے والے حضرت عثمان کے رشتہ داروں کے علاوہ کوئی نہ تھا۔ ان ہی کی بدولت ایک مرتبہ دونوں میں تصادم ہوتے ہوتے رہ گیا"

کتاب حضرت عثمان ترجمہ الفتنہ الکبریٰ صفحہ 165

یہ سب کے سب حضرات اس خلافت کمیٹی کے ارکان تھے۔ جنہیں حضرت عمر نے خلیفہ کے انتخاب کے لئے مقرر کیا تھا۔ اور ان کے بارے میں حضرت عمر نے یہ کہا تھا۔ کہ یہ وہ حضرات ہیں۔ جن سے رسول اللہ راضی تھے۔ ان میں سے ایک اور امیدوار حضرت زبیر بن العوام تھے۔ جو حضرت ابوبکر کے داماد، حضرت عائشہ کے

بہنوئی اور حضرت اسماء بنت ابوبکر کے شوہر تھے۔ محاصرے کے دنوں میں یہ لوگوں کو یہ کہتے پھرتے تھے کہ:

"اقتلوه فقد بدل دینکم"

شرح ابن ابی الحدید جلد 2 صفحہ 404

"یعنی اسے قتل کر ڈالو۔ اس نے تمہارے دین کو بدل ڈالا ہے"

لیکن ام المومنین حضرت عائشہ کا طرز عمل ان سب کی نسبت سب سے زیادہ سخت تھا۔ وہ حضرت عثمان کی اس قدر دشمن ہو گئی تھیں۔ کہ برملا آنحضرت کی قمیض لکڑی پر بلند کر کے کہتی تھیں۔ کہ ایھا الناس۔ ابھی رسول خدا کا لباس بھی میلا نہیں ہونے پایا تھا۔ کہ عثمان نے ان کی شریعت کو میلا کر دیا۔ اور وہ ان کو نعثل کے نام سے یاد کر کے کہتی تھیں کہ:

"اقتلوا نعثلاً قتل الله نعثلاً فانه قد کفر"

اس نعثل کو قتل کر دو۔ خدا اسے قتل کرے یہ کافر ہو گیا ہے"

نہایت ابن اثیر صفحہ 166
الامامت والسیاست جلد 1 صفحہ 54
روضۃ الاحباب جلد 3 صفحہ 20-12
تاریخ اعثم کوفی صفحہ 153
تاریخ روضۃ الصفا صفحہ 295
شرح ابن ابی الحدید جلد 2 صفحہ 474
وفات عائشہ صفحہ 26

اس طرح حضرت عائشہ لوگوں کو خوب مشتعل کر کے عمرہ کے ارادہ سے مکہ روانہ ہو گئیں۔ تاکہ جو کچھ ہونا ہے۔ وہ ان کے پیچھے ہو۔ راستہ میں مدینہ سے سات میل کے فاصلہ پر مقام صلصل میں ابن عباس سے ملاقات ہوئی۔ جو امیر حج کی حیثیت سے مکہ جا رہے تھے۔ ام المومنین حضرت عائشہ نے ان سے فرمایا:

"یا ابن عباس انشدك الله۔ فانك قد اعطیت لسانا ازعیلا ان تخذل الناس عن هذا الرجل و ان تشكك فيه الناس فقد بانت لهم بصائرهم

وانهجت ورفعت لهم المنار وتحلبوا من البلدان لامر قد حم و قد رایت طلحه ابن عبیداللہ قد اتخذ علی بیوت الاموال و الخزائن مفاتیح فان یل یسره بسیرة ابن عمه ابی بکر"

تاریخ طبری جلد 3 صفحہ 434
سیرۃ امیر المومنین صفحہ 533-534

ترجمہ= "اے ابن عباس تم کو گویائی اور چرب زبانی کا جوہر عطا ہوا ہے۔ میں تمہیں اللہ کا واسطہ دیتی ہوں۔ کہ تم لوگوں کو اس شخص (عثمان) کی مدد سے روکو' اور ان کے بارے میں لوگوں کو شک وشبہ میں ڈالو۔ یوں بھی لوگوں کی آنکھیں کھل چکی ہیں۔ حقیقت کی راہ ہموار اور روشنی کا مینار بلند ہو چکا ہے۔ لوگ مختلف شہروں سے فیصلہ کن امر کے لئے جمع ہو چکے ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ طلحہ ابن عبیداللہ بیت المال اور خزانہ کی کنجیوں پر قابض ہو چکا ہے۔ اگر خلافت اس کے سپرد کی گئی۔ تو وہ قدم بقدم اپنے ابن عم ابوبکر کی سیرت پر چلے گا۔"

طبری کی اس عبارت سے صاف واضح ہے۔ کہ ام المومنین حضرت عائشہ تک ان (عثمان) کے انتہائی خلاف ہو گئیں تھیں۔ اور اس کے پس پشت یہ خواہش تھی۔ کہ طلحہ ابن عبیداللہ کو جو قبیلہ بنی تیم سے تھے اور حضرت ابوبکر کے ابن عم تھے اور خود حضرت عائشہ کے چچا لگتے تھے۔ اور بیت المال پر قبضہ کر چکے تھے خلیفہ بنوا دیا جائے۔

عبداللہ بن سبا کے بارے میں طہٰ حسین مصری کا فیصلہ

ہم نے مذکورہ تمام حالات وواقعات خود اہل سنت کے معتبر ماخذوں سے اس لئے لکھے ہیں۔ تا کہ عبداللہ ابن سبا کے بارے میں ہر کوئی آسانی کیساتھ فیصلہ کر سکے۔ لیکن ہم ان تمام حالات کو نقل کرنے کے بعد عبداللہ بن سبا کے بارے میں پھر طہٰ حسین مصری کے ہی فیصلہ کو ان کی کتاب "الفتنۃ الکبریٰ" سے نقل کرتے ہیں۔ جو انہوں نے اصل حقائق لکھنے کے بعد دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ

"یہ وہ حقیقتیں ہیں۔ جن کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اور ہم نہیں جانتے کہ ان تقررات اور معزولیوں کے لئے حضرت عثمان کو ابن سبا نے آمادہ کیا تھا۔ اور پھر تمام زمانے میں لوگوں نے یہ بات معیوب سمجھی ہے۔ کہ بادشاہ اور امراء حکومت کے معاملات میں اپنے رشتہ داروں کو ترجیح دیں۔ تو یہ لوگ جو حضرت عثمان کی رعایا تھے۔ وہ کوئی نئے قسم کے انسان نہ تھے۔ وہ بھی لوگوں کی طرح جو چیز بری تھی' اس کو معیوب سمجھتے تھے۔

کتاب حضرت عثمان۔ ترجمہ الفتنۃ الکبریٰ صفحہ 146-145

یہ بات بھی قابل غور ہے۔ کہ خلافت کمیٹی کے سارے ہی افراد حضرت عثمان کے خلاف ہو گئے تھے۔ کیا حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو بھی عبداللہ بن سبا نے بہکا کر حضرت عثمان کے خلاف کیا تھا؟ کیا حضرت سعد بن وقاص کو بھی عبداللہ بن سبا نے بہکا کر حضرت عثمان کے خلاف کیا تھا؟ کیا حضرت زبیر کو بھی عبداللہ بن سبا نے بہکا کر حضرت عثمان کے خلاف کیا تھا؟ کیا حضرت طلحہ کو کو بھی عبداللہ بن سبا نے بہکا کر حضرت عثمان کے خلاف کیا تھا؟ یہ حضرات تو وہ تھے۔ جن کے بارے میں حضرت عمر نے یہ کہا تھا۔ کہ میں خلافت کے انتخاب کے لئے ان چھ آدمیوں کو مقرر کرتا ہوں۔ جن سے رسول اللہ آخری وقت میں راضی تھے۔ جہاں تک حضرت علیؑ کا معاملہ ہے تو وہ ان سب سے مختلف تھا۔ وہ تو پیغمبر کی نص کی رو سے امام امت اور ھادی خلق تھے۔ اور وہ یہ سمجھتے تھے کہ امت کے تمام افراد پر ان کی اطاعت واتباع واجب ہے۔ اسی وجہ سے آپ نے تیسرے نمبر پر حکومت کو ٹھوکر ماردی۔ لیکن سیرت شیخین پر چلنا قبول نہ کیا۔ لیکن حضرت عثمان سے ساری رعایا کو جو اختلاف تھا۔ اس کے سلجھانے میں حضرت علیؑ نے انتہائی پرخلوص کوشش کی' اور ان کا سفیر بن کر حضرت عثمان کو سارے حالات سے آگاہ کیا۔ انہیں بہت سمجھایا' اور انہیں اچھی نصیحتیں کیں۔ لیکن حضرت عثمان جس ڈگر پر چل نکلے تھے۔ اسے حضرت علیؑ بھی غلط جانتے تھے۔ آخر لوگوں کی مخالفت کو روکنا' آپ کے بھی اختیار سے باہر ہو گیا۔ اور یہ آپ کے بس کی

بات نہ رہی...

سب سے زیادہ قابل غور بات حضرت عائشہ کا طرز عمل تھا۔ کیا ان کی زبان سے ''اقتلو انعثلاً قتل اللہ نعثلاً فانہ قد کفر'' بھی عبداللہ بن سبا نے بہکا کر کہلوایا تھا؟ لہذا فی الحقیقت ابن سبا کے بارے میں اہل سنت کے مشہور دانشور اور سیرت نگار طہ حسین مصری کا یہ محاکمہ اور فیصلہ بالکل درست ہے۔ جو انہوں نے بیان کیا' وہ لکھتے ہیں۔ کہ:

''غالب گمان یہ ہے۔ کہ اموی اور عباسی دور حکومت میں شیعوں کے مخالفین نے عبداللہ بن سبا کے معاملے میں بڑے مبالغہ سے کام لیا' تاکہ ایک طرف بعض ان واقعات کو مشکوک کر دیا جائے۔ جو حضرت عثمان اور ان کے حاکموں کی طرف منسوب کے جاتے ہیں۔ اور دوسری طرف حضرت علیؑ اور شیعوں کی برائی کی جائے۔ اور ان کے بعض خیالات کی بنیاد ایک ایسے نومسلم یہودی کو قرار دیا جائے۔ جو مسلمانوں کو فریب دینے کے لئے مسلمان بنا تھا۔''

کتاب حضرت عثمان۔ ترجمہ الفتنۃ الکبریٰ صفحہ 144

طہ حسین بصری کے فیصلہ پر تبصرہ

مذکورہ فیصلہ اور تمام تحقیقات اہل سنت والجماعت کے مشہور دانشور' محقق' سیرت نگار طہ حسین مصری کی کتاب الفتنۃ الکبریٰ سے نقل کی گئی ہیں۔ اور یہ فیصلہ اور ان کی تحقیقات بالکل صحیح اور درست ہیں۔ کیونکہ ایک طرف نصف النہار پر چمکتے ہوئے سورج سے بھی زیادہ آشکار اور مشہور اور کھلے ہوئے واقعات پر پردہ ڈالنا اور بڑے بڑے گناہوں کو تاویل کر کے ثواب میں بدلنا اور دوسری طرف پیغمبر کی واضح اور مستند و متواتر اور صحیح احادیث کی موجودگی میں ان باتوں کو جو پیغمبر اکرم صلعم نے بیان فرمائی تھیں۔ ایک فرضی عبداللہ بن سبا کی گردن میں ڈالنے سے یہ بات صاف عیاں ہے۔ کہ یہ سوچ 99ھ تا 101ھ کے بعد پیدا ہوئی۔ تاکہ اپنے مخالف شیعوں کو عبداللہ

بن سبا کا پیدا کردہ کہہ سکیں۔ چونکہ عمر ابن عبدالعزیز کے مسند خلافت پر جلوہ افروز ہونے سے پہلے خارجی بھی حضرت علیؑ کو کافر کہتے تھے۔ اور عثمانی بھی' جو بعد میں ناصبی مشہور ہوئے۔ حضرت علیؑ کو کافر کہتے تھے۔ انہیں گالیاں دیتے تھے۔ ان پر تبرا کرتے تھے۔ اور معاویہ اور اس کے لشکر والے شامیوں نے ایک لمحہ کے لئے بھی حضرت علیؑ کو خلیفہ نہیں مانا تھا۔ جب حضرت عمر ابن عبدالعزیز کے فرمان کے مطابق حضرت علیؑ پر تبرا۔ اور سب وشتم اور گالیاں دینا بند ہو گیا۔ اور سب خارجی وناصبی وعثمانی حضرت علیؑ کو حضرت عمر ابن عبدالعزیز کے حکم سے چوتھا خلیفہ راشد ماننے پر مجبور ہو گئے اور سب ہی اہل سنت والجماعت میں ضم ہو کر اہل سنت والجماعت کہلانے لگ گئے۔ تو وہ اس سوال کا جواب سوچنے پر مجبور ہو گئے۔ کہ خلیفہ راشد کے خلاف جنگ کرنے والا تو اسلام کا باغی ہے۔ اور خلیفہ راشد کے خلاف بغاوت کرنے والا کافر ہے' لہذا انہوں نے یہ ترکیب سوچی۔ کہ جس سے اپنے سارے گناہ اور بغاوتیں کرانے کا الزام اس عبداللہ بن سبا یہودی' نومسلم کے گلے میں ڈال دیئے جائیں۔ اور اپنے مخالف دوسرے شیعہ فرقے کو جو پیغمبر کے ارشادات کے مطابق شروع سے حضرت علیؑ کو اپنا امام اور ہادی خلق مان کر ان کا پیرو تھا' عبداللہ بن سبا یہودی کا پیدا کردہ قرار دیا جائے۔ کیونکہ حضرت عمر ابن عبدالعزیز کے مذکورہ فرمان پر عمل کرتے ہوئے' سارے خارجی وناصبی وشامی اہل سنت میں ضم ہو کر اہل سنت کہلانے لگ گئے تھے۔ لہذا اس وقت مسلمانوں میں پھر دو قسم کے مسلمان رہ گئے۔ ایک اہل سنت والجماعت اپنی چاروں اقسام کے افراد کے ساتھ۔ اور دوسرے شیعہ امامیہ جو حضرت علی کو پیغمبر اکرم کی احادیث صحیحہ کے مطابق پیغمبر کا جانشین' حقیقی وصی رسول' خلیفہ بلافصل' امام برحق' اور ہادی خلق مانتے تھے۔ اور بس انہی کی اطاعت و پیروی کو واجب جانتے تھے۔ اور ان کے بعد ان کی پاک اولاد میں سے گیارہ اماموں کے آنے کے انتظار میں رہتے تھے۔ اور وہ ان کے علاوہ کسی اور کو خلیفہ رسول نہیں سمجھتے تھے۔ لہذا طہ حسین مصری کے کہنے

کے مطابق بھی اور حقیقت کے اعتبار سے بھی وہ اہل سنت والجماعت' اپنی چاروں اقسام کی افراد کے ساتھ یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے۔ کہ اب کیا کیا جائے' کہ حضرت عثمان کو بھی بے خطا بنایا جائے۔ حضرت عائشہ کو بھی بے قصور گردانا جائے۔ اور معاویہ کو بھی گنہگار نہ سمجھا جائے اور حضرت علیؑ پر خلیفہ راشد ماننے کی وجہ سے کوئی حرف نہ آئے' اور اہل سنت کے مقابلہ میں جو لوگ شیعیان علی کہلاتے ہیں۔ ان کو بھی باطل مذہب قرار دیا جاسکے۔ اور اسطرح ایک تیر سے کئی شکار کیے جاسکیں۔

پس انہوں نے اس ایک مقصد کے حصول کے لئے ایک فرضی عبداللہ بن سبا بنا کر کھڑا کیا۔ اور اس سے ایک طرف تو حضرت عثمان کی اقربا پروری اور غلط بخشیوں کی وجہ سے لوگوں میں جو ان کے خلاف جذبات بھڑ کے تھے۔ اسے بھی اور اپنے رشتہ داروں کو تمام صوبوں کے گورنر بنانے اور ان گورنروں کی طرف سے رعایا پر ظلم وستم کرنے کی بنا پر جو ہیجان برپا ہوا تھا۔ اسے بھی' اور اس کے نتیجہ میں حضرت عثمان کے قتل کو بھی' اور جنگ جمل اور جنگ صفین اور جنگ نہروان کی تمام تر ذمہ داری بھی' اسی عبداللہ بن سبا کی گردن میں ڈال دی جائے۔ اور حضرت عائشہ کو بھی' طلحہ کو بھی' زبیر کو بھی' اور معاویہ کو بھی مجتہد قرار دے کر انہیں سوا لاکھ مسلمانوں کے قتل کے لئے اجتہادی غلطی کر کے ایک ثواب کا مستحق بنا دیا جائے۔ اور اس طرح ان سب کا احترام برقرار رکھا جائے۔

اور دوسری طرف پیغمبر اکرم صلعم کی احادیث کے مطابق حضرت علیؑ کو پیغمبر کا حقیقی جانشین۔ خلیفہ بلافصل۔ امام برحق اور ہادی خلق مان کر ان کی اطاعت و پیروی کرنے والوں کو عبداللہ بن سبا کا پیدا کردہ قرار دیا جائے۔ اور یہ بے پر کی انہوں نے ایسی اڑائی ہے۔ کہ آج اہل سنت کے ہر منبر پر شیعیان علی کے خلاف برملا کہا جاتا ہے۔ کہ فرقہ شیعہ پیدا کردہ عبداللہ بن سبا یہودی کا ہے۔ حالانکہ سب سے پہلے علی اعلان جو لوگ شیعیان علی کہلائے' وہ حضرت علیؑ کو چوتھا خلیفہ مان کر شیعیان عثمان کے

مقابلہ میں شیعیان علیؑ کہلانے والے تھے۔ جنہیں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے شیعہ اولی اور شیعہ مخلصین اور پیشینان اہل سنت کہا ہے۔ اور اب اہل سنت کا جو بھی کوئی مولف اور مصنف شیعوں کے خلاف کوئی کتاب لکھنے بیٹھتا ہے۔ تو وہ اپنی کتاب کو عبداللہ بن سبا کے اس فرضی افسانہ سے ہی سجاتا ہے۔ اور خود اپنی مستند کتابوں میں لکھی ہوئی پیغمبر اکرم صلعم کی صحیح احادیث کو بھی درخور اعتنا نہیں سمجھتا۔

عبداللہ بن سبا کے افسانے کا ماخذ

طہٰ حسین مصری اپنی کتاب ''الفتنۃ الکبریٰ'' میں لکھتے ہیں:

''ابن سبا کی بات کو اتنا بڑھانے' چڑھانے والے اپنی ذات پر اور تاریخ پر بڑی زیادتی کرنے والے ہیں۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے۔ کہ وہ اہم مصادر جن میں حضرت عثمان کی مخالفت کی تفصیل ہے۔ ابن سبا کے ذکر سے خالی ہیں۔ چنانچہ ابن سعد' عثمان کی خلافت اور لوگوں کی ان سے مخالفت کے حالات بیان کرتے ہیں۔ ابن سبا کا کوئی تذکرہ تک نہیں ہے۔

اسی طرح انساب الاشراف میں بلاذری اس کا کوئی ذکر نہیں کرتے۔ اور میرا خیال ہے کہ انساب الاشراف سب سے زیادہ اہم ماخذ ہے۔ جس میں حضرت عثمان کے واقعات پوری تفصیل کے ساتھ لکھے ہیں۔

ہاں طبری نے سیف ابن عمر کی روایت سے ابن سبا کا ذکر کیا ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ بعد کے آنے والے مورخین نے طبری ہی سے لیا ہے''

کتاب حضرت عثمان۔ ترجمہ الفتنۃ الکبریٰ صفحہ 143-142

ایک اور محقق نے ''عبداللہ بن سبا'' کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے۔ جو قاہرہ (مصر) کے دار الکتاب عربی کے چھاپہ خانہ میں دوسری بار طبع ہوئی ہے۔

فاضل محقق نے کامل تحقیق کے ساتھ یہ لکھا ہے کہ جس نے بھی عبداللہ بن سبا کا قصہ نقل کیا ہے۔ وہ تین آدمیوں سے نقل کیا ہے۔ اور اس داستان کے ماخذ بس یہی

تین ہیں۔

اول ابن جریر طبری متوفی 310ھ نے اپنی کتاب تاریخ الامم والملوک میں 35ھ کے واقعات کے ذیل میں لکھا ہے۔

دوسرے ابن عساکر متوفی 571ھ نے اپنی کتاب تاریخ کبیر تاریخ مدینہ و دمشق میں لکھا ہے۔

تیسرے ابن ابی بکر متوفی 741ھ نے اپنی کتاب التمہید والبیان فی مقتل الشہید عثمان بن عفان میں لکھا ہے۔

اور اب جو بھی کوئی لکھتا ہے۔ وہ ان تین ہی کتابوں کے حوالے سے لکھتا ہے۔ اور چونکہ ان میں سے ابن جریر طبری متوفی 310ھ سب سے پہلے ہوئے اور ابن عساکر متوفی 571ھ ان کے بعد میں اور ابن ابی بکر متوفی 741ھ ان کے بھی بعد لہٰذا طہٰ حسین مصری نے یہ لکھا ہے کہ:

''ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ بعد کے آنے والے مورخین نے طبری ہی سے لیا ہے''

کتاب حضرت عثمان۔ ترجمہ الفتنۃ الکبریٰ صفحہ 142

لیکن کتاب ''عبداللہ بن سبا'' کے مصنف کی تحقیق یہ ہے کہ ''ان تینوں حضرات نے عبداللہ بن سبا کی داستان سیف بن عمر تمیمی متوفی 170ھ کی زبانی کتاب ''الفتوح والردہ'' اور کتاب ''الجمل و سیر عائشہ و علیؑ'' سے نقل کیا ہے۔ اور ان کے علاوہ اور کسی نے بھی اس داستان کو نقل نہیں کیا''

حصہ اول اردو صفحہ 134

اس تحقیق سے صاف ظاہر ہے۔ کہ یہ داستان اس وقت گھڑی گئی جب عمر ابن عبدالعزیز کے حکم سے حضرت علی پر تبرا اور سب و لعن اور گالیاں دینا بند کر دیا گیا اور خارجی و ناصبی اور عثمانی سارے ہی حضرت علی کو چوتھا خلیفہ ماننے پر مجبور ہو گئے۔ اور سب کے سب اہل سنت والجماعت میں ضم ہو کر اہل سنت والجماعت کہلانے لگ

گئے۔ تو اس کے بعد شیعیان حقہ امامیہ کو ایک باطل مذہب ثابت کرنے کے لئے اور انہیں عبداللہ بن سبا کا پیدا کردہ کہنے کے لئے اور حضرت عثمان کے قتل کے محرکات اور جنگ جمل و جنگ صفین و جنگ نہروان کے برپا ہونے میں ان کے اصل ذمہ داروں کو بے قصور ظاہر کرنے کے لئے اور کسی اور کی گردن میں ڈالنے کے لئے ایک فرضی عبداللہ بن سبا کا افسانہ گھڑا گیا۔ اور شیعیان حقہ امامیہ کی پیدائش' اور حضرت عثمان' حضرت عائشہ' حضرت طلحہ' حضرت زبیر' اور معاویہ کے سارے الزامات اسی ایک افسانوی عبداللہ بن سبا کی گردن میں ڈال دیئے گئے۔ جس کا گھڑنے والا ایک واحد و یکا و تنہا شخص سیف ابن عمر تمیمی متوفی 170ھ ہے۔

اور جب یہ بات ثابت ہو گئی۔ کہ سیف ابن عمر تمیمی کے سوا اس گھڑی ہوئی روایت کا راوی اور کوئی نہیں ہے۔ حالانکہ 24ھ سے 41ھ تک ساری مملکت اسلامی میں اتنی سورش برپا کرنے' اتنی جنگیں کرانے اور اتنی کثرت سے شدید اور اہم واقعات رونما کرانے والے کی بابت بکثرت لوگوں کی طرف سے اس افسانہ کو بیان ہونا چاہیے تھا۔ لیکن صرف سیف ابن عمر تمیمی متوفی 170ھ کی طرف سے اس افسانہ کا بیان ہونا' اس قصہ کے من گھڑت ہونے کا واضح ثبوت ہے۔

سیف ابن عمر تمیمی کی حیثیت علمائے رجال کی نظر میں

جب یہ ثابت ہو گیا۔ کہ اس قصہ کا بیان کرنے والا تنہا اور واحد شخص صرف سیف ابن عمر تمیمی متوفی 170ھ ہے تو آیئے! اب یہ دیکھتے ہیں۔ کہ علم رجال کی نظر میں سیف ابن عمر تمیمی کا کیا وزن ہے؟ اور اس کی کیا حیثیت ہے؟ اور کیا وہ ایسا شخص ہے کہ جس پر اعتماد کیا جا سکتا ہے؟ اور کیا کوئی محقق اور مورخ سیف ابن عمر تمیمی کے قصہ کو سچا سمجھ سکتا ہے؟ اور اس پر اعتبار کر سکتا ہے؟ تو اہل سنت کے تمام محدثین اور علمائے علم الرجال نے سیف ابن عمر تمیمی کو بالاتفاق جھوٹا۔ کاذب۔ مفتری۔ ضعیف۔ جھوٹے قصے گھڑنے والا۔ ناقابل اعتبار۔ حدیثیں وضع کرنے والا۔ متہم بہ زندقہ قرار

دیا۔ اور اس سیف ابن عمر تمیمی کے بارے میں آقائے مرتضیٰ عسکری نے اپنی کتاب "عبداللہ بن سبا" میں اہل سنت کے گیارہ بزرگ علماء و محدثین ور جالیس کے نام لکھے ہیں۔ جنہوں نے سیف ابن عمر تمیمی کے بارے میں مذکورہ رائیں پیش کی ہیں۔ ان کے نام حسب ذیل ہیں:

نمبر 1= ابن معین متوفی 233ھ
نمبر 2= ابوحاتم متوفی 277ھ
نمبر 3= نسائی متوفی 353ھ
نمبر 4= ابوداؤد متوفی 316ھ
نمبر 5= ابن عدی متوفی 365ھ
نمبر 6= ابن حبان
نمبر 7= دار قطنی متوفی 405ھ
نمبر 8= ابن عبداللہ متوفی 463ھ
نمبر 9= فیروز آبادی متوفی 817ھ
نمبر 10= ابن حجر مکی متوفی 837ھ
نمبر 11= جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ وغیرہ وغیرہ

کیا ایسا شخص جو اتنا جھوٹا۔ اور حدیثیں گھڑنے والا حتیٰ کہ زندیق و بے دین مشہور ہو کیا اس لائق ہے کہ اس کی بیان کردہ روایات کو مستند اور تاریخی مدرک اور دینی ماخذ قرار دیا جائے۔

عبداللہ بن سبا کے بارے میں بیان کو کافی طویل ہو گیا ہے۔ اور اس میں بعض باتیں موقع و محل کی مناسبت سے مکرر بھی تحریر میں آگئی ہیں۔ لیکن چونکہ ہمارے برادران اہل سنت روزانہ منبروں پر بیان کرتے اور اپنے سادہ لوح اور بے خبر عوام کو گمراہ کرتے نہیں تھکتے۔ کہ فرقہ شیعہ پیدا کردہ عبداللہ بن سبا کا ہے۔ اور اہل سنت والجماعت میں سے اکثر جو بھی شیعہ مذہب کے خلاف کتاب لکھتا ہے۔ وہ عبداللہ سبا کا من گھڑت فسانہ بیان کئے بغیر نہیں رہتا۔ لہذا ضروری تھا کہ اس کے بارے میں کچھ تفصیل سے لکھا جائے۔ اب ہم پھر شیعہ فرقوں کے بیان کی طرف توجہ دیتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆

امام محمد باقر علیہ السلام کی شہادت کے بعد

امام محمد باقر علیہ السلام نے سات ذوالحجہ 114ھ کو شہادت پائی اور آپ کی جگہ آپ کے فرزند حضرت امام جعفر صادق" منصب امامت پر فائز ہوئے۔ اور شیعیان حقہ امامیہ نے حضرت امام جعفر صادق" کو اپنا چھٹا امام مان کر ان کی اطاعت و پیروی کو اپنا شعار بنایا۔ اسی طرح جس طرح امام زین العابدینؑ کے بعد امام محمد باقر" کو اپنا پانچواں امام مان کر ان کی اطاعت و پیروی کو واجب سمجھا تھا۔ لیکن بلال زبیری نے تحفہ اثنا عشریہ سے دھوکہ کھا کر امام محمد باقر علیہ السلام کی پیروی کرنے والوں کو زیدیہ فرقہ کے مقابلہ میں باقریہ فرقہ لکھ دیا۔

بیشک حضرت زید شہید امام محمد باقر" کے بھائی تھے۔ لیکن انہوں نے امام محمد باقر" کے زمانہ امامت میں خروج نہیں کیا۔ خود بلال زبیری نے حضرت زید شہید کے خروج کو 122ھ میں لکھا ہے (فرقے اور مسالک صفحہ 131) جب کہ امام محمد باقر 114 میں وفات پا چکے تھے۔ جیسا کہ انہوں نے لکھا ہے کہ:

"حضرت زین العابدینؑ کی وفات 95ھ میں ولید بن عبدالملک کے زمانہ حکومت میں ہوئی۔ ان کی اولاد کی تعداد پندرہ مشہور ہے۔ اکثر شیعہ ان کے بعد ان کے لڑکے حضرت محمد باقر کو امام سمجھتے ہیں۔ لیکن 122ھ میں جب کہ ہشام بن عبدالملک کا دور حکومت تھا۔ ان کے لڑکے حضرت زید نے اموی حکومت کے خلاف زبردست تحریک شروع کر دی۔ ہزاروں مسلمان ان کے گرد جمع ہو گئے۔ اس تحریک نے ایک مستقل فرقے کی صورت اختیار کر لی۔ انہوں نے یہ عقیدہ پھیلایا کہ زین العابدینؑ کے بعد حضرت زید امام وقت ہیں۔ اور جو شخص اپنے عہد کے امام کی اطاعت وبیعت سے گریز کرے گا۔ اس کا ایمان ضائع ہو جائے گا۔"

فرقے و مسالک۔ بلال زبیری صفحہ 131

☆☆☆☆☆☆☆

شیعہ زیدیہ فرقے کی ابتداء

فرقے اور مسالک میں بلال زبیری کے مذکورہ بیان سے ثابت ہے کہ حضرت زید شہید نے امام محمد باقرؑ کی وفات 114ھ کے آٹھ سال بعد 122ھ میں ہشام بن عبدالمالک کے خلاف زبردست تحریک شروع کی۔ لہذا یہ تحریک امام محمد باقرؑ کے زمانہ میں نہیں' بلکہ امام جعفر صادقؑ کے زمانہ میں شروع ہوئی۔ اور اس تحریک نے ایک مستقل فرقے کی صورت اختیار کرلی۔

بلال زبیری کا اپنے اس بیان میں یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے۔ کہ زیدیہ شیعہ نے یہ عقیدہ پھیلایا کہ امام زین العابدینؑ کے بعد زید امام امت ہیں۔ کیونکہ امامت کے لئے زیدیہ شیعوں نے جو اصول قرار دیا تھا۔ امام زین العابدینؑ بھی اس پر پورا نہیں اترتے۔ اس لئے کہ انہوں نے نہ تو کسی کے خلاف تلوار اٹھائی' اور نہ ہی کسی کے خلاف خروج کیا' اور نہ ہی کسی انقلابی تحریک کی قیادت کی لہذا اس اصول کی بنا پر زیدیہ شیعوں کے نزدیک تو امام زین العابدینؑ امام ہیں ہی نہیں' تلوار تو خون حسینؑ کا انتقام لینے کے لے امام حسنؑ کے بعد مختار نے اٹھائی۔ اور چونکہ امام زین العابدینؑ نے اجازت دینے کی بجائے خاموشی اختیار کرلی تھی۔ لہذا کیسان نے یہ مشہور کردیا۔ کہ حضرت محمد حنفیہ امام وقت ہیں۔ اور انہوں نے اجازت دے دی ہے۔ اور پھر مختار کی نیابت کی شہرت دیکر مختار کے بعد کیسان نے خود اپنی امامت کا اعلان کردیا۔ اور اس کے ماننے والے کیسانی کہلاتے ہیں۔ کیسانیہ شیعوں کے بعد بلال زبیری کی نقل کے مطابق مفضلیہ 70ھ۔ سریفیہ 78ھ۔ کربیہ 80ھ۔ اسحاقیہ 80ھ۔ ہاشمیہ 96ھ۔ حمرانیہ 97ھ۔ فریقیہ 96ھ۔ طیارہ 97ھ۔ جناعیہ 96ھ۔ نبانیہ 96ھ۔ حارثہ 129ھ۔ مغیریہ 97ھ میں امامت کے نام سے مذکورہ ناموں کے افراد نے قیام کیا۔ اور ان کی پیروی کرنے والے ان کے نام کیطرف منسوب ہوکر شیعہ کہلائے۔ ان میں سے کسی نے بھی تلوار

سے خروج نہیں کیا۔ لیکن جب آئمہ اطہار کے زمانہ میں' جو برحق امام تھے۔ دوسروں کے لئے امامت کا منصب اختیار کرلیا گیا' تو پھر جس بوالہوس کے سر میں سودائے امامت پیدا ہوا' وہ امام ہونے کا دعویدار بن گیا۔ لیکن حضرت زید شہید نے باقاعدہ تحریک چلائی۔ اور ہشام ابن عبدالملک کے خلاف خروج کیا۔ حضرت زید شہید کے خروج کی وجہ یہ تھی۔ کہ ایک طرف تو حضرت زید شہید اپنے پدر بزرگوار حضرت امام زین العابدینؑ سے واقعات کربلا سنتے' اور انہیں کربلا کے واقعات پر روتا ہوئے دیکھتے۔ پھر اپنے بھائی حضرت امام محمد باقرؑ سے بھی اپنے پدر بزرگوار کے مصائب کا حال اور اسیری' اہل حرم کے جانگداز واقعات سنتے' چونکہ اہل حرم کے ساتھ کربلا سے کوفہ' اور کوفہ سے شام لیجائے گئے تھے۔ اور انہوں نے کافی عرصہ شام کی قید میں گزارے تھے۔ دوسرے ان مصائب کا حال سننے کے علاوہ بنی امیہ کے خلفاء برملا' منبروں پر حضرت علیؑ پر لعن وسب اور تبرا کرتے اور انہیں گالیاں دیتے تھے۔ جنہیں سن سن کر حضرت زید کا خون کھولتا تھا۔ آخر آپ نے 122ھ میں بنی امیہ کے فرمانروا ہشام بن عبدالمالک کے خلاف خروج کردیا۔

چنانچہ زید شہید کی اس تحریک میں وہ تمام مسلمان جو کبھی پہلے حضرت علیؑ کو چوتھا خلیفہ مان کر ان کے ساتھ تھے۔ اور جنگوں میں شریک رہ کر شیعیان علی کہلاتے تھے۔ جنہیں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اہل سنت کے اسلاف وپیشینان اور شیعہ اولی وشیعہ تفضیلیہ لکھا ہے۔ لیکن وہ معاویہ کے برسراقتدار آنے کے بعد معاویہ کی چھٹے خلیفہ کی حیثیت سے بیعت کرنے کے بعد سنۃ الجماعت کی مناسبت سے اہل سنت والجماعت کہلانے لگ گئے تھے۔ انہیں بھی چونکہ معاویہ اور بنی امیہ کے حکمرانوں کا حضرت امیر المومنین پر تبرا کرنا اور انہیں گالیاں دینا پسند نہیں تھا۔ اور وہ بھی بنی امیہ کے حکمرانوں کے ظلم اور زیادتیوں سے تنگ آئے ہوئے تھے۔ لہذا حضرت زید شہید کی تحریک میں شریک ہونے والے اکثر وہ اہل سنت والجماعت ہی تھے۔ جو حضرت علیؑ

کو چوتھا خلیفہ مان کر شیعیان علی کہلاتے تھے۔ اور معاویہ کی بیعت کے بعد اہل سنت والجماعت کہلانے لگ گئے تھے۔ چنانچہ اس تحریک کی اہل سنت کے معروف امام حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کی مکمل تائید وحمایت حاصل تھی۔ جیسا کہ بلال زبیری نے اپنی کتاب فرقے اور مسالک میں لکھا ہے کہ:

''حضرت زید کی بنوامیہ کے خلاف اس تحریک اور خروج کو حضرت امام ابوحنیفہ کی بھی تائید حاصل تھی۔ یہی وجہ ہے کہ زیدیہ اور حنفیہ کے درمیان بیشتر امور شرعی میں اتفاق پایا جاتا ہے۔ اس فرقے کی یمن۔ حضر موت۔ بحرین میں اکثریت ہے۔ حضرت زید کو ہشام بن عبدالملک کے حاکم یوسف بن عمر ثقفی نے شکست دے کر گرفتار کرلیا۔ اور بعد میں ان کا سر کاٹ دیا۔ لاش چار سال تک دروازہ دمشق پر لٹکتی رہی۔''

فرقے اور مسالک۔ بلال زبیری صفحہ 132

بحوالہ طبری۔ ابن خلدون۔ ابن وشیر۔ ابن کثیر۔ تاریخ امت۔ تحفہ اثناعشریہ

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ شیعہ زیدیہ تھے

بلال زبیری نے اپنی کتاب فرقے اور مسالک میں مذکورہ تاریخوں کے حوالے سے صرف اتنا لکھا ہے کہ حضرت زید شہید کو امام اعظم ابوحنیفہ کی تائید حاصل تھی۔ لیکن شیعہ فرقوں کا بیان تحریر کرنے والی معتبر تاریخوں نے شیعہ زیدیہ کے بیان میں امام اعظم امام ابوحنیفہ کو شیعہ زیدیہ لکھا ہے۔

یہ تحریک بنی امیہ کے دور سے نکل کر بنی عباس کے دور میں بھی چلتی رہی اور شیعہ زیدیہ اس تحریک کے قائدین یا اماموں کے پرچم تلے بنی امیہ اور بنی عباس سے لڑتے رہے۔ اور امام اعظم ابوحنیفہ مستقل طور پر ان کے ساتھ رہے۔ چنانچہ مورخ شہیر شہرستانی اپنی کتاب ''ملل ونحل'' میں لکھتے ہیں کہ:

'' وکان ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علی بیعتہ (ای بیعتہ محمد بن عبداللہ بن الحسن بن الحسین بن علی) و من جملۃ شیعتہ حتی رفع الی

المنصور فحبسہ حبس الابد حتی مات فی المحبس''

کتاب ملل ونحل شہرستانی

حصہ اثناعشری صفحہ 15

''یعنی ابوحنیفہ رحمت اللہ علیہ اس (محمد بن عبداللہ بن حسن بن حسین بن علی) کی بیعت پر مستقل طور پر قائم تھے۔ اور وہ محمد بن عبداللہ (جو اس وقت زیدیہ فرقے کے امام تھے) کے شیعوں میں سے تھے۔ یہانتک کہ امام اعظم کے زیدی شیعہ ہونے کی خبر عباسی خلیفہ منصور دوانیقی کے کانوں تک پہنچی۔ منصور نے انہیں زیدی شیعہ ہونے کے جرم میں عمر قید کی سزا دیدی۔ اور ابوحنیفہ نے قید خانہ میں وفات پائی۔

شہرستانی کی ملل ونحل کی اس عبارت سے ثابت ہوا کہ حضرت امام اعظم امام ابوحنیفہ شیعہ زیدیہ کے اتنے پابند تھے۔ کہ اس کی خاطر قید خانہ کے اندر جان دیدی۔ لیکن مذہب شیعہ زیدیہ سے دستبردار نہ ہوئے۔

شہرستانی کے علاوہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے بھی اپنی کتاب تحفہ اثناعشریہ کے اوائل میں امام اعظم کے بارے میں اس طرح لکھا ہے کہ:

''گویند کہ امام اعظم ابوحنیفہ کوفی رحمت اللہ علیہ نیز بصحت امامت زید بن علی قائل بود واور ادریں خروج تصویب می نمود... ومردم را برفاقت وے تحریص می کرد''

تحفہ اثناعشریہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

حصہ اثناعشری صفحہ 15

''یعنی بہت سے لوگوں کا یہ کہنا ہے۔ کہ امام اعظم امام ابوحنیفہ کوفی رحمت اللہ علیہ بھی زید بن علی کی امامت کا عقیدہ رکھتے تھے اور ان کی امامت کے قائل تھے۔ اور اس خروج میں ان کو حق پر سمجھتے تھے اور لوگوں کو ان کا ساتھ دینے پر آمادہ کرتے تھے۔''

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے بیان کے لفظ ''گویند'' سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے۔ کہ امام اعظم امام ابوحنیفہ کے زیدی شیعہ ہونے کو بہت سے علماء و مورخین نے لکھا ہے۔ اور یہ موضوع سب کے لئے مشہور و معروف تھا۔

یہ فرقہ یعنی شیعہ زیدیہ' دوسرے شیعہ کہلانے والے فرقوں مثلاً کیسانیہ

ناووسیہ، فطحیہ اور واقفیہ وغیرہ کی طرح پیدا ہو کر ختم نہیں ہوا۔ بلکہ آج بھی باقی ہے اور یمن میں ان کی حکومت ہے۔

پیغمبر اکرم صلعم کی حیثیت اور پیغمبر کے بعد اقتدار کی تقسیم

پیغمبر گرامی اسلام نبی رسول امام اور ہادی خلق ہونے کی حیثیت سے دینی اقتدار کے مالک بھی تھے۔ اور دنیاوی اقتدار کے حامل بھی تھے۔ اور ہم ایک سابقہ عنوان "پیغمبر اکرم صلعم نے اپنی امت کے سامنے حضرت علیؑ کی ہادیانہ حیثیت کو کامل طور پر پہنچوادیا تھا" میں یہ ثابت کر آئے ہیں۔ کہ پیغمبر کے بعد حضرت علیؑ ہی پیغمبر کے جانشین حقیقی امام برحق اور ہادی خلق تھے۔ لہذا پیغمبر کے بعد دینی و دنیاوی اقتدار کے وہی اصل اور حقیقی نمائندہ تھے۔ چنانچہ پیغمبر صلعم کے کچھ جلیل القدر اصحاب پیغمبر مثل سلمان فارسی ابوذر غفاری مقداد اور عمار یاسر وغیرہ تو اسی دینی قیادت سے وابستہ رہے۔ لیکن کچھ اصحاب پیغمبر نے پیغمبر کے دنیاوی اقتدار کو دینی اقتدار سے جدا سمجھا۔ لہذا وہ اپنی جدوجہد سے دنیاوی اقتدار کو دینی قیادت سے علیحدہ کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اور اسی طرح دینی اقتدار کی قیادت اور دنیاوی اقتدار کی قیادت علیحدہ علیحدہ ہو گئے۔ لیکن اقتدار کی دینی و دنیاوی قیادت کی تقسیم کے باوجود بھی مسلمانوں میں کوئی نیا فرقہ وجود میں نہ آیا تھا۔ اور دونوں قسم کے اصحاب پیغمبر خود کو مسلمان ہی کہلاتے تھے۔ چنانچہ خود حضرت عمر اکثر دینی مسائل میں حضرت علیؑ کی طرف ہی رجوع کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ انکا یہ قول بہت مشہور ہے کہ آپ نے فرمایا:

"لولا علی لهلك عمر" اگر علی (ہدایت کیلئے) موجود نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔ اور یہ بات بھی بہت مشہور ہے۔ کہ ایک مرتبہ حضرت عمر نے حکم دیا کہ اگر کوئی زیادہ مہر باندھے گا۔ تو میں اسے سزا دونگا۔ تو مجمع میں ایک عورت نے کہا: اے عمر! تم نے قرآن کے خلاف حکم دیا ہے۔ قرآن تو کہتا ہے کہ ایک قنطار (یعنی سونے کا ڈھیر) بھی اگر تم عورت کو دو تو (طلاق کے وقت) اسے واپس نہ لو۔ اس پر حضرت عمر نے اپنا

فیصلہ واپس لے لیا۔

غرض زیادہ واقعات بیان کرنے اور تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ جس کا دل چاہیے وہ تواریخ کی طرف رجوع کرے۔ یہ تمام باتیں پکار پکار کر کہہ رہی ہیں کہ حضرت ابوبکر۔ حضرت عمر اور حضرت عثمان نے "دنیاوی اقتدار" کے سوا کبھی بھی دینی قیادت کے لئے خدائی نمائندہ ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ اور نہ ہی کبھی دینی رہنما اور مذہبی پیشوا کی حیثیت سے خود کو پیش کیا۔ وہ تو پیغمبر گرامی اسلام کی رحلت کے بعد اپنی کوششوں سے دنیاوی اقتدار پر فائز ہو گئے۔ اور نظام سلطنت چلانے کے لئے دنیاوی حکمرانوں کی طرح انہوں نے بہت سی اصطلاحات بھی کیں اور بہت سے ملک بھی فتح کئے۔

البتہ حضرت علیؑ نے ہمیشہ خود کو منصوص من اللہ امام برحق اور ہادی خلق کی حیثیت سے متعارف کرایا۔ اور اپنے سے پہلی حکومتوں کے زمانہ میں بھی کار ہدایت انجام دیتے رہے۔ لیکن حضرت علیؑ کو امام برحق اور ہادی خلق ماننے والے آپ کے پیروکار اور سابقہ حکومتوں کے طرفدار سب کے سب مسلمان ہی کہلاتے تھے۔ اور کوئی بھی نیا فرقہ "ظاہری طور پر وجود میں نہیں آیا تھا۔

اگرچہ حضرت عثمان کے قتل کے بعد خون عثمان کے انتقام کے مطالبہ کے ساتھ جنگ جمل میں آنے والے شیعیان عثمان کے نام سے میدان میں آئے تھے۔ اور حضرت علی کو چوتھا خلیفہ مان کر شیعیان عثمان کے مقابلہ میں حضرت علی کا ساتھ دینے والے شیعیان علیؑ کے نام سے میدان میں آئے تھے۔ لیکن یہ قرآنی آیت! "هذا من شيعته و هذا من عدوه" کے مطابق دو گروہ طرفداران علی اور طرفداران انتقام خون عثمان تو ضرور بن گئے۔ لیکن ابھی بھی کسی نے کسی مذہبی فرقے کی حیثیت اختیار نہیں کی تھی۔ اگرچہ ان شیعیان علیؑ میں ایک قلیل تعداد ان کی بھی شامل تھی۔ جو حضرت علیؑ کو امام برحق اور ہادی خلق مانتے ہوئے ان کی پیروی کو واجب اور ان کی

اطاعت کو فرض سمجھتے تھے۔ اور حضرت علیؑ کی پیروی کرنے کے معنوں میں اسی طرح ان کے شیعہ تھے۔ جیسا کہ کہ قرآن نے حضرت ابراہیم کو حضرت نوح کا شیعہ کہا ہے۔

لیکن جب تمام شامیوں نے تمام عثمانیوں نے اور ان تمام شیعیان علیؑ نے جنہوں نے حضرت علیؑ کو چوتھا خلیفہ مان کر ان کا ساتھ دیا تھا۔ معاویہ کی بیعت کر لی اور مسلمانوں کی اکثریت کا معاویہ کی حکومت و خلافت پر اجماع ہو گیا۔ تو اس نے برسر اقتدار آتے ہی اس دین کے مقابلہ میں جو ان کے قبیلہ بنی امیہ کے مخالف یعنی قبیلہ بنی ہاشم کے نبی نے پھیلایا تھا۔ ایک دوسرا دین اور دوسرا مذہب جاری کرنا چاہا۔ لہذا اس نے تخت پر بیٹھتے ہی باوجود اس کے کہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان نے کبھی اس بات کا دعویٰ نہیں کیا تھا۔ لیکن اس نے ان کو اور خود کو دینی رہنما اور مذہبی پیشوا کے طور پر منوانے کے لئے ایک حکم نامہ اپنے عمال کے نام جاری کیا۔ جسے ابن ابی الحدید معتزلی نے اپنی کتاب شرح نہج البلاغہ میں مشہور عالم اہل سنت شیخ ابوالحسن مدائینی کی کتاب "الاحداث" سے اور تاریخ ابن عرفہ المعروف بہ نفطویہ سے نقل کیا ہے۔ اس کے چند اقتباسات اس طرح ہیں:

"روی ابوالحسن علی بن محمد ابی سیف الدین المدائنی فی کتاب الاحداث، قال کتب معاویہ نسخۃ واحدۃ الی عماله بعد عام الجماعة انی برئت الذمه ممن روی شیئاً من فضل ابی تراب واهل بیته، فقامت الخطباء فی کل کورة و علی کل منبر یلعنون علیاً و یبرئون منه و یقصون فیه و فی اهل بیته"

ترجمہ = ابوالحسن علی بن محمد ابن سیف الدین المدائنی نے کتاب الاحداث میں روایت کی ہے۔ کہ معاویہ نے مضمون واحد کے حکم نامے عام الجماعت کے بعد (یعنی جس سال ان کی بیعت ہوئی) اپنے عمال کے پاس بھیجے۔ جن میں اس نے تحریر کیا، کہ میں بری الذمہ ہوں۔ اس شخص سے جو فضائل علیؑ اور اولاد علیؑ بیان کرے گا۔

لہذا ہر طبقہ و سرزمین میں ہر منبر پر لیکچرار کھڑے ہو گئے۔ جو حضرت علیؑ پر لعنت کرتے تھے۔ ان سے بیزاری چاہتے تھے اور ان کی اور ان کی اولاد کی مذمت کرتے تھے۔

پھر اس سے آگے چل کر لکھتے ہیں:

"و کتب الیهم ان انظروا من قبلکم من شیعة عثمان و محبیه و اهل ولائه والذین یروون فضائله و مناقبه فادنوا مجالسهم و قربوا و اکرموا"

ترجمہ = پھر معاویہ نے اپنے عاملوں کو لکھا۔ کہ عثمان کے پیروکاروں و دوست داروں اور اہل ولا پر مہربانی کرو۔ جو عثمان کے فضائل کو بیان کرتے ہیں۔ ان کی جائے نشست اپنے نزدیک قرار دو اور ان لوگوں کو اپنا مقرب بناؤ"

جب حضرت عثمان کی شان میں بکثرت احادیث تیار ہو گئیں۔ تو معاویہ نے اپنے عمال کو جو کچھ لکھا اسے ابوالحسن مدائینی کی کتاب الاحداث سے ابی الحدید معتزلی نے اس طرح نقل کیا ہے۔

"ثم کتب الی عماله ان الحدیث فی عثمان قد کثر وفشا فی کل مصر و فی کل وجهة و ناحیة۔ فاذا جاء کم کتابی هذا۔ فادعوا الناس الی الروایة فی فضائل الصحابة و الخلفاء الاولین۔ ولا تترکوا خبراً یرویه احد من المسلمین فی ابی تراب والا و آتونی بمناقض له فی الصحابة مفتعلة فان هذا احب الی و اقر لعینی وادحض لحجة ابی تراب و شیعته"

ترجمہ = پھر معاویہ نے اپنے عمال کو لکھا کہ بہ تحقیق عثمان کی شان میں حدیثیں بکثرت ہو گئی ہیں۔ اور ہر شہر اور ہر طرف اور ہر گوشہ میں پھیل گئی ہیں۔ لہذا جس وقت یہ میرا خط تم کو ملے فوراً تم لوگوں کو صحابہ اور پہلے خلفاء کے فضائل بیان کرنے پر مائل کرو۔ اور اگر تم کوئی حدیث ابوتراب کے حق میں سنو تو ویسی ہی اور اس کے مثل و نظیر اور اس سے بالکل ملتی جلتی ہوئی دوسری حدیث صحابہ کے حق میں بنا کر مجھے بھیجو۔ پس بہ تحقیق مجھے یہ امر بہت محبوب تر ہے۔ اور میری آنکھوں کو خنک کرنے

والا ہے۔ اور ابو تراب اور ان کے شیعوں کی دلیل کو بہت توڑنے والا ہے"

اور اس کے بعد آگے چل کر لکھتے ہیں:

"فظہر حدیث کثیر موضوع و بہتان منتشر و مضی علی ذالک الفقھاء والولاۃ و کان اعظم الناس فی ذالک بلیۃ القراء المرائون والمستضعفون الذین یظہرون الخشوع والنسک ویفتعلون الاحادیث لیحظوا بذالک عند ولاتھم ویقربوا مجالسھم ویحصلوا بہ الاموال والضیاع والمنازل"

ترجمہ= پس بہت سی گھڑی ہوئی موضوع احادیث صحابہ کے حق میں ظاہر ہوئیں اور بہت سی بہتان پھیلانے والی احادیث برخلاف حضرت علیؑ شائع ہوئیں۔ اور اس ہی روش پر سب فقہا اور قاضی و حکام چلے۔ سب سے زیادہ اس روش پر چلنے والے قاریان وریا کنندگان اور مستضعفین تھے۔ جو اظہار خشوع و خضوع کرتے تھے۔ پھر وہ جھوٹی احادیث بناتے تھے۔ تاکہ ان کے سبب سے اپنے والیان ملک کے نزدیک بہرہ مند ہوں۔ اور پاس بیٹھنے سے قرب حاصل کریں۔ اور بسبب تقرب کے مال جائیداد و مکانات و مراتب ان کو حاصل ہوں۔

پھر آگے چل کر ابن عرفہ کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

"وقد روی ابن عرفہ المعروف بہ نفطویہ وھو من اکابر المحدثین واعلامھم فی تاریخہ ماینا سب ھذا الخبر وقال ان اکثر الاحادیث الموضوعۃ فی فضائل الصحابۃ افتعلت فی ایام بنی امیہ تقربا الیھم بمایظنون انھم یرغمون بہ انوف بنی ھاشم"

ابن ابی الحدید۔ شرح نہج البلاغہ الجزء الثالث صفحہ 16-15

شرح خطبہ ان فی ایدی الناس حقا و باطلا وصدقا و کذبا بحوالہ البلاغ المبین صفحہ 286 تا 290

ترجمہ= اور بہ تحقیق روایت کی ہے۔ اپنی تاریخ میں ابن عرفہ نفطویہ نے جو بہت بڑے محدثین میں سے ہیں۔ وہ خبر جو اس ہی خبر کی تصدیق کرتی ہے۔ کہا ابن

عرفہ نے کہ بہت احادیث موضوعہ فضائل صحابہ میں گھڑی گئی ہیں۔ زمانہ بنی امیہ میں تاکہ ان کے ذریعہ سے نزدیکی اور تقرب حاصل کریں۔ کیونکہ بنی امیہ گمان کرتے تھے۔ کہ وہ ان احادیث موضوعہ کے ذریعہ سے بنو ہاشم کی ناک مروڑ رہے ہیں۔

ابن ابی الحدید معتزلی نے ابوالحسن مدائنی کی کتاب الاحداث سے اور ابن عرفہ المعروف بہ نفطویہ کی تاریخ سے جو کچھ لکھا ہے۔ اس سے صاف طور پر ثابت ہے کہ معاویہ کے حکم سے صحابہ اور پہلے کے تین خلفاء کی شان میں ایسی احادیث وضع کرائی گئیں۔ جیسی پیغمبر اکرم نے حضرت علیؑ کی شان میں بیان فرمائی تھیں۔ جن میں پیغمبر نے حضرت علیؑ کی ہادیانہ حیثیت کو بیان کیا تھا۔ اور اپنے بعد انہیں کار ہدایت انجام دینے کا ذمہ دار ٹھہرایا تھا۔

اگرچہ حضرت ابوبکر۔ حضرت عمر اور حضرت عثمان نے اپنی زندگی میں خود کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا' کہ وہ خدا کے مقرر کردہ دینی رہنما' اور مذہبی پیشوا' اور امام و ھادی خلق ہیں۔ لیکن معاویہ نے ان کی شان میں ایسی احادیث گھڑوا کر ان کو ایک منصوص من اللہ۔ دینی رہنما اور مذہبی پیشوا کے طور پر مشہور کر کے ایک نئے مذہب کی بنیاد رکھ دی۔ اور اس طرح خلفائے ثلاثہ کے دنیاوی اقتدار کو مذہبی پیشوائی میں بدل دیا۔ اور معاویہ کے زمانے سے خلفائے ثلاثہ کی خلافت کو ماننے والوں نے ایک مذہبی فرقے کی حیثیت اختیار کر لی۔ اور انہوں نے پیغمبر کے بعد قائم ہونے والی حکومت کے لئے یہ عقیدہ گھڑا کہ جو سب سے افضل تھا۔ وہ سب سے پہلے خلیفہ بنا۔ جو اس کے بعد افضل تھا۔ پھر وہ خلیفہ بنا۔ جو اس کے بعد سب سے افضل تھا' پھر وہ خلیفہ بنا' اور اس طرح افضلیت کے اعتبار سے ترتیب خلافت کا قائل فرقہ وجود میں آیا۔ یہ سب کچھ معاویہ کی بیعت کے بعد ہوا۔ اس سے پہلے کسی کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ آئی تھی۔ کیونکہ دنیاوی اقتدار پر لوگ آتے رہتے ہیں' اور جاتے رہتے ہیں۔ اس سے کسی مذہب یا فرقے کی بنیاد قائم نہیں ہوتی۔ خلفائے ثلاثہ کے دنیاوی اقتدار کو مذہبی

پیشوائی اور دینی قیادت کا رنگ دینا' معاویہ کا کارنامہ ہے۔ جس سے ایک نئے فرقے کی بنیاد پڑی۔

اسی طرح پیروان علیؑ میں بھی پھوٹ پڑ گئی۔ اور وہ لوگ جو نص کی رو سے حضرت علیؑ کو امام برحق اور ھادی خلق ماننے کی وجہ سے شیعیان علیؑ کہلاتے تھے۔ جب ان میں سے کچھ نے بنی امیہ اور بنی عباس کی حکومتوں کے خلاف انقلابی تحریکیں منظم کیں اور اقتدار کی جنگیں لڑیں۔ تو ان کا ساتھ دینے والوں نے بھی اپنے قائد کو امام مان کر ایک مذہبی فرقے کی صورت اختیار کر لی۔ تاکہ اقتدار کی جنگیں مذہبی جذبے کے ساتھ لڑی جا سکیں۔ پس امامت کے نام سے اقتدار کی جنگیں لڑنے والوں اور برسر اقتدار آنے والے شیعوں نے بھی دنیاوی اقتدار کو مذہب کی شکل دیدی۔ اور انقلاب کی قیادت کرنے والے کو ہی منصوص من اللہ امام مان لیا۔ اور اس طرح دونوں طرف یعنی شیعوں میں بھی اور سنیوں میں بھی' دنیاوی اقتدار کو مذہب کے نام پر استعمال کرنے والے وجود میں آ گئے۔ اور اس طرح عقائد کے اختلاف اور شریعت کے احکام کی تشریح کے اعتبار سے بہت سے مذاہب اور فرقوں نے جنم لیا۔ جن کا اجمالی بیان آگے آتا ہے۔

بہت سے شیعہ اور سنی فرقے امام جعفر صادقؑ کے زمانہ امامت میں پیدا ہوئے

امام جعفر صادق علیہ السلام کا زمانہ امامت ایک انقلابی دور تھا۔ چنانچہ بلال زبیری نے بھی اپنی کتاب فرقے اور مسالک میں اس طرح سے بیان کیا ہے کہ:

"امام جعفر صادقؑ کی زندگی کا دور انقلاب کا دور شمار ہوتا ہے۔ کیونکہ ولادت 83ھ سے وفات 148ھ تک گویا 65 برس کا طویل عرصہ گروہی سیاست۔ خروج۔ بغاوتوں۔ اور فلسفیانہ مباحثوں پر مشتمل ہے۔ ان کی زندگی میں معتزلہ' جبریہ۔ قدریہ۔ جہلمیہ ایسے فلسفیانی فرقے ظہور میں آئے۔ حسنی اور حسینی سادات کی آویزش اور دشمنیاں نمایاں ہوئیں۔ اموی حکومت کا خاتمہ۔ عباسی سلطنت کا آغاز ہوا۔ فقہی مذاہب۔ حنفی۔ مالکی۔ شافعی وغیرہ کی بنیاد رکھی گئی۔ زندیقوں کے کئی گروہ مرتب و مدون ہوئے۔ تاریخ اسلام میں یہ دور کئی معاملات میں منفرد شمار ہوتا ہے۔ اثنا عشری شیعوں کے مطابق اصول و فروع کی ترتیب بھی اسی دور میں قائم ہوئی۔ جو ان کے ہاں مروج تھے........

اس زمانے میں جن لوگوں نے حضرت امام جعفر صادقؑ کی امامت کو تسلیم کیا اور قائل ہوئے وہ تاریخ میں جعفریہ کے نام سے مشہور ہوئے۔"

فرقے اور مسالک.....بلال زبیری۔ صفحہ 144

بلال زبیری نے یہاں پر پھر غلطی کی ہے۔ کیونکہ حضرت امام جعفر صادقؑ کو امام ماننے والے یا اثنا عشری کہلاتے ہیں۔ یا امام جعفر صادقؑ کے بعد محمد بن اسماعیل کی امامت کو ماننے والے اسماعیلیہ کہلاتے ہیں۔ جہاں تک جعفری کہلانے کا تعلق ہے۔ تو وہ اس فقہ پر عمل کرنے کی وجہ سے کہلاتے ہیں۔ جو امام جعفر صادق کے دور امامت میں مدون ہوئی۔ جیسا کہ امام ابوحنیفہ کی فقہ پر عمل کرنے والے حنفی امام مالک کی فقہ پر عمل کرنے مالکی' امام شافعی کی فقہ پر عمل کرنے والے شافعی' اور امام حنبل کی فقہ پر عمل کرنے والے حنبلی کہلاتے ہیں۔ اسی طرح امام جعفر صادقؑ کی فقہ پر عمل کرنیوالے جعفری کہلاتے ہیں۔ امام جعفر صادق علیہ السلام کو امام ماننے کی وجہ سے علیحدہ' شیعہ فرقے کی حیثیت سے جعفری کوئی نہیں کہلاتا۔ اور اگر کسی نے انہیں آخری امام مان کر آگے کسی کو امام نہیں مانا' تو اس قسم کا کوئی جعفری فرقہ آج موجود نہیں ہے۔ کیونکہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے بعد حضرت امام موسیٰ کاظم کو امام ماننے والے اثنا عشری کہلاتے ہیں اور حضرت امام جعفر صادقؑ کے بعد ان کے بڑے بیٹے حضرت اسماعیل کو جو حضرت امام جعفر صادقؑ کی زندگی میں ہی 20 سال پہلے وفات پا چکے تھے۔ امام ماننے والے اسماعیلیہ کہلاتے ہیں۔ اور امامت کا سلسلہ محمد بن اسماعیل سے آگے چلاتے ہیں۔

شیعہ نفیسہ فرقے کا بیان

امام جعفر صادق علیہ السلام کی امامت کے زمانے میں ہی حسنی سادات میں سے محمد نفس ذکیہ نے حکومت وقت کے خلاف تحریک شروع کی۔ ان کی تحریک کا ساتھ دینے والے ان کے نام کی نسبت سے نفیسہ کہلاتے تھے۔ بلال زبیری کی تحقیق کے مطابق امام اعظم امام ابو حنیفہ اس تحریک کے بھی موید تھے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

''اس تحریک میں امام اعظم ابو حنیفہ بھی نفس ذکیہ کے حامی تھے''

فرقے اور مسالک۔۔۔۔ بلال زبیری

ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ بہت سے اہل سنت والجماعت جو حضرت علیؑ کے دور حکومت ظاہری میں انہیں چوتھا خلیفہ مان کر شیعیان علیؑ کہلاتے تھے۔ اور معاویہ کی بیعت کے بعد اہل سنت والجماعت کہلانے لگ گئے تھے۔ وہ بھی بنی امیہ اور بنی عباس کی زیادتیوں سے تنگ آئے ہوئے تھے۔ لہذا وہ بنی امیہ اور بنی عباس کی حکومتوں کے خلاف اٹھنے والی ہر تحریک کا ساتھ دینے لگ جاتے تھے۔ چنانچہ محمد نفس ذکیہ کے قتل ہو جانے کے بعد جب ان کے بھائی ابراہیم بھی قتل ہو گئے۔ اور منصور عباسی نے مدینہ پر قبضہ کر لیا۔ اور اہل مدینہ سے جبریہ بیعت لی۔ تو اس وقت امام مالک نے عباسی خلیفہ کی ڈٹ کر مخالفت کی اور فتویٰ دیا۔ کہ جبریہ بیعت اور جبریہ طلاق حرام ہے۔ اور امام مالک نے یہ فتویٰ اس لئے دیا تھا۔ چونکہ وہ نفس ذکیہ کے حامی تھے۔ بلال زبیری اپنی کتاب فرقے اور مسالک میں لکھتے ہیں کہ:

''محمد نفس ذکیہ اور ابراہیم کے خروج کی تائید امام ابو حنیفہ اور امام مالک نے بھی کی تھی۔''

فرقے اور مسالک بلال زبیری صفحہ 155

بہر حال محمد نفس ذکیہ کے قتل کیے جانے کے بعد لوگوں نے محمد نفس ذکیہ کے بھائی ادریس کی بیعت کر لی۔ اور یہ بیعت کرنے والے شیعہ ادریسیہ کے نام سے مشہور ہوئے۔ چنانچہ بلال زبیری شیعہ ادریسیہ کے بارے میں اس طرح سے لکھتے

ہیں:

''اس گروہ نے اپنی تنظیم مصر۔ سوڈان۔ اور افریقہ میں قائم کر لی۔ بربری قبائل نے ان کا بھرپور ساتھ دیا۔ چنانچہ ادریس نے لیبیا پر قبضہ کر کے حسنی سادات کی پہلی سلطنت 169ھ میں قائم کی اور 309ھ تک بڑے کروفر سے ان کی حکومت رہی۔ عباسیوں اور فاطمیوں کو بھی اس طرف رخ کرنے کا حوصلہ نہ ہوا۔ بعد میں عبد الرحمٰن ثالث اموی حاکم اندلس نے حملہ کر کے اس سلطنت کا خاتمہ کر دیا۔ لیکن اندلس میں اموی دور حکومت ختم ہونے کے فوری بعد 409ھ میں اس علاقہ پر حسنی سادات نے قبضہ کیا۔ 1970ء میں لیبیا میں انقلاب آیا۔ جس نے ادریس النوسی کو ملک بدر کر دیا۔ اور کرنل قذافی کو حکمران تسلیم کیا۔ ادریس نوسی آخری حسنی حکمران تھا۔''

فرقے اور مسالک۔ بلال زبیری صفحہ 143

اب تک کے بیان سے ثابت ہوا کہ اموی حکمران ہشام بن عبد الملک کے زمانے سے امام حسنؑ اور امام حسینؑ کی اولاد حکومت کے خلاف تحریک چلا کر قیام کرتی رہی۔ جو بنی عباس کے دور حکومت میں بھی جاری رہی۔ اور اس نظریہ کی بنا پر کہ جو تلوار لے کر قیام کرے وہ امام ہے۔ ہر تحریک کے سربراہ اور قائد کی لوگ بیعت کر کے اسے امام مانتے رہے۔ یہاں تک کہ امام حسینؑ کی اولاد میں سے حضرت زید شہید کی تحریک کی حمایت کرنے والوں نے یمن میں حکومت قائم کر لی۔ اور امام حسنؑ کی اولاد میں سے محمد نفس ذکیہ کو امام ماننے والوں نے محمد نفس ذکیہ کے بعد ان کے بھائی ادریس کی بیعت کر لی۔ اور ادریس نے لیبیا پر قبضہ کر لیا۔ جس کا معمر قذافی نے 1970ء میں تختہ الٹا اور ادریس النوسی حسنی سادات کا لیبیا میں آخری فرمانروا ہوا۔ پس لیبیا میں حسنی سادات نے تقریباً 1120 سال حکومت کی۔

ان تحریکوں کے علاوہ ان کی دیکھا دیکھی کچھ دوسرے بوالہوس افراد نے بھی طمع حکومت کے لئے امامت کے دعوے کئے۔ اور اپنے پیروکار بنائے۔ جو امامت کے عقیدہ کی بناء پر شیعہ ہی کہلاتے تھے۔ لیکن یہ سب وقت کے ساتھ ساتھ ختم ہو

گئے۔ اور اب ان کا کوئی وجود باقی نہیں ہے۔ لہذا ہمیں ان کے نام گنوانے اور ان کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔

فرقہ صوفیہ کا ظہور

یہ فرقہ بھی امام جعفر صادقؑ کے زمانے میں پیدا ہوا بلال زبیری نے اپنی کتاب فرقے اور مسالک میں صوفیہ کے 33 فرقے لکھے ہیں۔ اور ان کا تفصیلی بیان اپنی کتاب کے صفحہ 63 سے 81 تک کیا ہے۔

لیکن ہمارے شیعہ علمائے بزرگ میں سے علامہ احمد بن محمد معروف بہ مقدس اوردبیلی نے اپنی کتاب حدیقۃ الشیعہ میں امام جعفر صادقؑ کے حالات زندگی کے ضمن میں ان کے زمانے میں پیدا ہونے والے اس نئے مذہب یا فرقے کا حال بیان کرتے ہوئے ان کے 20 فرقوں کا حال تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ اور اس کے بعد یہ لکھا ہے کہ صوفیوں کے اور بھی بہت سے فرقے ہیں۔ لیکن ان سب کی اصل تین عقائد ہیں:

اول= حلول۔ دوسرے= اتحاد اور تیسرے= وحدت وجود

اور یہ تینوں عقائد خداوند تعالی کی صفات سلبیہ ہیں۔ جن کا عقیدہ رکھنا صریحا کفر ہے۔

ہم صوفیہ کے بارے میں بزرگ شیعہ عالم علامہ احمد بن محمد معروف بہ مقدس اردبیلی کی کتاب حدیقۃ الشیعہ سے کچھ حالات ذیل میں ہدیہ قارئین کرتے ہیں

صوفیت کا بانی

علامہ احمد بن محمد معروف بہ مقدس اردبیلی اپنی کتاب حدیقۃ الشیعہ میں لکھتے ہیں کہ:

"باید دانست کہ عثمان ابن شریک کوفی کہ بابوھاشم کوفی مشہور بود در آخر زمان بنی امیہ ایں مذہب وایں طریقہ را وضع نمودہ"

حدیقۃ الشیعہ صفحہ 559

"یعنی جاننا چاہیے کہ عثمان ابن شریک کوفی نے جو ابو ہاشم کوفی کے نام سے مشہور تھا۔ بنی امیہ کے آخری زمانے میں اس مذہب کو ایجاد کیا تھا"

اس کے بعد مقدس اردبیلی اس کی سند اور حوالہ کے طور پر لکھتے ہیں۔ کہ ابن حمزہ نے اپنی کتاب 'ھادی الی النجات'' میں یہی لکھا ہے۔ اور کتاب ایجاز المطالب فی ابراز المطالب میں بھی یہی لکھا ہے۔ اور سید مرتضی رازی نے اپنی کتاب فصول میں بھی یہی لکھا ہے۔ اور خود مشائخ صوفیہ میں سے شیخ عزیز نسفی نے اپنی کتاب تصفیۃ القلوب میں اور اہل سنت کے معروف عالم امام قشیری نے۔ اپنی اپنی کتابوں اور رسالوں میں اس بات کا اعتراف کیا ہے۔ اور ملا جامی نے اپنی کتاب نفحات الانس میں اسی سے نقل کیا ہے۔ اور ملا جامی کے نزدیک ابو ہاشم کوفی ہی اس مذہب کا بانی ہے۔ ان کے علاوہ شیعوں اور سنیوں کی اور بہت سی کتابوں میں یہی لکھا ہے۔ کہ مذہب صوفیہ کا بانی ابو ہاشم کوفی تھا"

حدیقۃ الشیعہ صفحہ 560

اس کے بعد پھر اس طرح لکھتے ہیں کہ:

"بدانکہ اول کسی را کہ صوفی گفتند چنانکہ شیعہ وسنی نقل کردہ اند ابو ھاشم کوفی بود وایں بسبب آں بود کہ مانند رہبانان جامہای پشمینہ درشت می پوشید وآن ملعون مثل نصاری بہ حلول واتحاد قائل شد لیکن نصاری در بارہ عیسی بہ حلول واتحاد قائل بودند واو از برای خود"

حدیقۃ الشیعہ صفحہ 560

یعنی جاننا چاہیے کہ سب سے پہلا آدمی جسے صوفی کہا گیا۔ جیسا کہ شیعہ اور سنی دونوں نے لکھا ہے۔ ابو ہاشم کوفی تھا۔ اور اسے صوفی کہنے کا سبب یہ تھا۔ کہ وہ راہبوں کی طرح سخت بالوں یا اون کے کپڑے پہنتا تھا۔ اور یہ ملعون نصاری کی طرح حلول اور اتحاد کا قائل ہو گیا۔ لیکن نصاری تو حضرت عیسی کے بارے میں حلول واتحاد

کے قائل تھے۔ اور وہ خود اپنے لئے حلول واتحاد کا قائل تھا۔''

حدیقة الشیعہ صفحہ 560

علمائے اہل سنت خود بھی حلول واتحاد اور وحدت الوجود کو کفر سمجھتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود۔ ان صوفیوں نے مکروفریب کا ایسا جال بچھایا ہے کہ اکثر اہل سنت عوام ان صوفیوں کو بزرگ۔ قابل احترام اور اولیآ اللہ سمجھتے ہیں۔ اور اکثر اہل سنت عوام ان صوفیوں کے مرید بننے پر فخر محسوس کرتے ہیں۔ ان صوفیوں کے فریب کے جال میں پھنسنے والے صرف اہل سنت والجماعت ہی نہیں ہیں۔ بلکہ بعض شیعہ بھی ان کے مکروفریب کے جال میں پھنس گئے ہیں۔ اور اسی بنا پر مقدس اردبیلی نے امام جعفر صادقؑ کے حالات کے بیان کے ضمن میں ان کے زمانے میں پیدا ہونے والے اس فرقے کے حالات اور عقائد اور ان کے بارے میں احادیث معصومین کو نقل کیا ہے۔ اور حدیقة الشیعہ میں صوفیوں کا حال بیان کرنے کی وجہ اس طرح سے لکھی ہے۔

حدیقة الشیعہ میں صوفیوں کا حال بیان کرنے کی وجہ

''و ایں فقیر دید کہ بسیار کس از شیعیان فریب سنیان را خوردہ اند و طریقہ مذہب صوفیہ را حق پنداشتہ مائل بایشاں شدہ۔ اند و بہ بعضی از مواعظ حسنہ کہ بعضی ازاں طائفہ بجہتہ مردم فریبی در نظم ونثر خود بکار بردہ اند۔ شیفتہ شدہ از عقائد باطلہ ایشاں غافل گشتہ مریدی آں گروہ فاسد عقیدہ را اختیار کردند۔ خواست کہ اندکی از عقائد بعضی از طوائف ایشاں را در ایں کتاب ذکر کند''

حدیقة الشیعہ صفحہ 362

''یعنی اس فقیر نے جب یہ دیکھا کہ بہت سے شیعہ صوفی سنیوں کے دھوکہ میں آگئے ہیں۔ اور مذہب صوفیہ کے طریقہ کو حق سمجھتے ہوئے ان کی طرف مائل ہو گئے ہیں۔ اور ان کے بعض مواعظ حسنہ کی وجہ سے جو اس گروہ کے بعض افراد کی طرف سے لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے اپنی نظم ونثر میں بیان کئے گئے ہیں۔ شیفتہ ہو کر ان کے باطل عقائد کی طرف سے غافل رہتے ہوئے اس فاسد عقیدہ گروہ کے مرید بن

گئے ہیں۔ تو میں نے چاہا کہ میں اس کتاب میں ان کے مختلف گروہوں کے عقائد کو بیان کروں''

حدیقة الشیعہ صفحہ 362

مقدس اردبیلی۔ علامہ مجلسی اور بہت سے بزرگ شیعہ علماء کی تصانیف سے صاف عیاں ہے۔ کہ ایران میں ایسے شیعہ بھی ہیں۔ جنہوں نے مذہب تصوف کو اختیار کر لیا۔ اور اسی وجہ سے مقدس اردبیلی نے اپنی کتاب حدیقة الشیعہ میں اس فرقے کے حالات اور خصوصیت کے ساتھ ان کے بارے میں بہت سی احادیث معصومین کو نقل کیا ہے۔ ہم نمونہ کے طور پر ان میں سے چند احادیث ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

ابو ہاشم کوفی کے بارے میں احادیث معصومین

مقدس اردبیلی اپنی کتاب حدیقة الشیعہ میں ابو ہاشم کوفی کے بارے میں احادیث معصومین بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''در باب ابو ہاشم کوفی نیز کہ واضع ایں مذہب است احادیث واقع است واز انہا یکی آں است کہ علی ابن حسین ابن موسیٰ ابن بابویہ قمی رضوان اللہ علیہ در کتاب قرب الاسناد خود روایت می کند سعد بن عبداللہ از محمد بن عبدالجبار از امام حسن عسکری علیہ السلام کہ آنحضرت فرمود پرسیدند از ابی عبداللہ جعفر بن محمد الصادق علیہما السلام حال ابو ہاشم کوفی صوفی را آنحضرت فرمود کہ:

''انہ فاسد العقیدة جداً وھو الذی ابتدء مذھباً ۔ یقال لہ التصوف وجعلہ مفراً لعقیدتہ الخبثة''

حدیقة الشیعہ صفحہ 564

''ابو ہاشم کوفی کے بارے میں بھی جو اس مذہب صوفیہ کا بانی ہے۔ بہت سی احادیث بیان ہوئی ہیں۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے۔ کہ علی ابن الحسین ابن موسیٰ ابن بابویہ قمی رضوان اللہ علیہ نے اپنی کتاب قرب الاسناد میں سعد بن عبداللہ سے

انہوں نے محمد ابن عبد الجبار سے انہوں نے حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا لوگوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے ابو ہاشم کوفی صوفی کا حال دریافت کیا تو امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ:

ابو ہاشم کوفی حتماً فاسد العقیدہ ہے اور یہی ہے وہ جس نے مذہب تصوف کی بدعت ایجاد کی۔ اور اس نے اس مذہب کو اپنے خبیث عقیدہ کے لئے جائے فرار قرار دیا ہے۔ اور علی بن حسین نے بھی ایک اور سند کے ساتھ یہ روایت بھی بیان کی ہے کہ:

''اس نے اپنے خبیث عقیدہ کو چھپانے کے لئے تصوف کو رائج کیا ہے۔ اور اکثر ملاحدہ نے اپنے باطل عقائد کے لئے تصوف کو ڈھال بنالیا ہے۔''

(حدیقۃ الشیعہ صفحہ ۵۶۳)

پیغمبر اکرم کی صوفیا کے بارے میں پیشین گوئی

پیغمبر اکرم صلعم سے بھی صوفیا کے بارے میں بہت سی پیشین گوئیاں وارد ہوئی ہیں۔ ان میں سے ایک وہ ہے۔ جسے شیخ ورام بن ابی فراس علیہ الرحمہ نے اپنے مجموعہ میں بیان کیا ہے۔ آنحضرت صلعم نے ابی ذر سے فرمایا:

''یا اباذر یکون فی اخر الزمان قوم یلبسون الصوف فی صیفھم و شتائھم یرون الفضل لھم بذالك علی غیر ھم اولیك یلعنھم الملائکۃ السماء والارض''

حدیقۃ الشیعہ صفحہ 564

'' اے ابوذر آخر زمانے میں ایک قوم ہوگی۔ جو گرمیوں اور سردیوں میں صوف کا لباس پہنے گی۔ اور اس کے ذریعہ وہ خود کو دوسروں سے افضل سمجھیں گے۔ آسمان اور زمین کے فرشتے ان پر لعنت کرینگے''

اس کے علاوہ بھی پیغمبر کی اس قوم کے بارے میں پیشین گوئیاں ہیں۔ لیکن ہم صرف ایک ہی حدیث پر اکتفا کرتے ہیں:

صوفیا کے بارے میں امام جعفر صادقؑ کی حدیث

چونکہ صوفیا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانے میں پیدا ہوئے۔ لہذا صوفیہ کے بارے میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں۔ ان میں ایک یہ ہے۔ جسے مقدس اردبیلی نے اس طرح سے نقل کیا ہے۔

''وحدیث دیگر بسند صحیح از احمد بن محمد بن ابی نصر مذکور است وروایت شدہ کہ او گفت:

''قال رجل من اصحابنا للصادق جعفر بن محمد علیه السلام قد ظهر فی هذا الزمان قوم یقال لهم الصوفیة فما تقول فیهم' قال علیه السلام انهم اعدائنا فمن مال الیهم فهو منهم و یحشر معهم و سیکون اقوام یدعون حبنا و یمیلون الیهم و یتشبهون بهم و یلقبون انفسهم بلقبهم و یأ ولون اقوالهم الا فمن مال الیهم فلیس منا و انا منه براء ومن انکرهم و رد علیهم کان کمن جاهد الکفار بین یدی رسول الله''

حدیقۃ الشیعہ صفحہ 562-563

ترجمہ: دوسری حدیث جو صحیح سند کے ساتھ احمد بن محمد بن ابی نصر سے مذکور و روایت ہوئی ہے۔ اس میں اس نے کہا ہے کہ:

''ہمارے اصحاب میں سے ایک شخص نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا۔ کہ اس زمانے میں ایک قوم نمودار ہوئی ہے۔ انہیں صوفی کہتے ہیں۔ آپ ان کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: بلاشبہ وہ سب ہمارے دشمن ہیں۔ جو ان کی طرف ذرا سا بھی مائل ہوا۔ وہ انہیں میں سے ہے۔ اور وہ انہی کے ساتھ محشور ہوگا۔ اور عنقریب وہ وقت آنے والا ہے۔ کہ کچھ لوگ ہماری محبت کا دعویٰ کرنے والے ہونگے لیکن وہ ان کی طرف مائل ہونگے۔ اور ان کی شباہت اپنائیں گے۔ اور ان کے لقب کے ساتھ خود کو ملقب کرینگے۔ اور ان کے (کافرانہ)

اقوال کی تاویل کرینگے۔ آگاہ ہو جاؤ۔ جو ان کی طرف مائل ہو گا وہ ہمارا محب اور ہمارا شیعہ نہیں ہے۔ اور میں اس سے بری اور بیزار ہوں۔ جو کوئی ان کا انکار کرے گا۔ اور ان کی تردید کرے گا۔ وہ ایسا ہے جیسا کہ اس نے پیغمبر گرامی اسلام صلعم کے ساتھ ہو کر کفار کے ساتھ جہاد کیا ہے"۔

حدیقۃ الشیعہ صفحہ 562-563

اس کے بعد مقدس اردبیلی لکھتے ہیں۔ کہ پس جاننا چاہئے کہ تمام صوفی کلیتاً آئمہ معصومین علیہم السلام کے مخالفین میں سے ہیں۔ اور آئمہ معصومین علیہم السلام سے بہت زیادہ احادیث ان کی مذمت میں وارد ہوئی ہیں۔

حدیقۃ الشیعہ صفحہ 562-563

امام جعفر صادق علیہ السلام کی مذکورہ حدیث سے چند باتیں واضح طور پر ثابت ہیں۔ جو اس طرح ہیں

نمبر 1 = یہ کہ صوفیا امام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانے میں پیدا ہوئے۔

نمبر 2 = یہ کہ اس میں امام عالیمقام کی طرف سے ایک پیشین گوئی ہے۔ کہ عنقریب وہ وقت آنے والا ہے۔ کہ لوگ ہماری محبت کا دعوی کرینگے۔ ہمارا شیعہ ہونے کے مدعی ہونگے۔ لیکن انہوں نے صوفیہ کا عقیدہ اختیار کر لیا ہوگا۔

نمبر 3 = یہ کہ آپ نے واضح الفاظ میں آگاہ فرمایا کہ ایسا شخص جو صوفیوں کی طرف مائل ہو جائے۔ وہ ہمارا محب اور ہمارا شیعہ نہیں ہے۔ جو ان کی تردید کرے گا۔ اور ان کے باطل عقائد کا انکار اور ابطال کرے گا• وہ ایسا ہوگا۔ جیسا کہ اس نے پیغمبر گرامی اسلام صلعم کے ساتھ ہو کر جہاد کیا ہو۔

صوفیا کے بارے میں امام رضا علیہ السلام کی حدیث

امام رضا علیہ السلام سے بھی ایسی ہی ایک حدیث منقول ہے۔ جسے مقدس اردبیلی نے اپنی کتاب حدیقۃ الشیعہ میں اس طرح سے نقل کیا ہے۔

"وحدیث دیگر بسند صحیح مرویست از احمد بن

محمد بن ابی نصر بزنطی و اسمعیل بن بزیع از حضرت امام رضا علیہ السلام کہ آنحضرت فرمود کہ:

"من ذکر عنده الصوفیه ولم ینکر هم بلسانه وقلبه فلیس منا ومن انکر هم فکانما جاهد الکفار بین یدی رسول الله۔

حدیقۃ الشیعہ صفحہ 562

ترجمہ = "اور ایک اور حدیث میں سند صحیح کے ساتھ احمد بن محمد بن نصر بزنطی سے اور اسمعیل بن بزیع سے امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے۔ کہ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:

"جس کسی کے سامنے صوفیوں کا ذکر ہو اور وہ اس کا اپنی زبان اور دل سے انکار نہ کرے۔ وہ ہمارا شیعہ نہیں ہے۔ اور جو کوئی صوفیوں کا انکار کرے۔ اور ان کے عقائد کا رد کرے۔ وہ ایسا ہے۔ جیسا کہ اس نے پیغمبر اکرم صلعم کے ساتھ ہو کر کفار سے جہاد کیا ہو۔

حدیقۃ الشیعہ صفحہ 562

ایران کے شیعہ اور تصوف سے شیعوں کی فریب خوردگی

بیشک مملکت ایران شیعہ اکثریت کا ملک ہے۔ لیکن تحقیق سے یہ بات ثابت ہے۔ کہ شیعوں کی جتنی اقسام اور شیعوں کے جتنے فرقے عالم وجود میں آئے۔ ان میں سے اکثر تو وقتی تھے۔ جو وقت کے ساتھ مٹ گئے۔ لیکن جو باقی رہ گئے۔ وہ سب کے سب ایران میں پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ ایران میں شیعہ زیدیہ بھی مل جاتے ہیں۔ شیعہ اسماعیلیہ بھی رہتے ہیں۔ صوفی شیعہ بھی رہتے ہیں۔ اور شیخی شیعہ بھی رہتے ہیں۔ اور شیعہ حقہ جعفریہ اثنا عشریہ بھی اکثریت میں موجود ہیں۔ جب کہ صوفی شیعہ اور شیخی شیعوں کی کرمانی اور احقاقی دونوں شاخیں بھی خود کو اثنا عشری ہی کہتی ہیں۔ اور یہ موخر الذکر دونوں فرقے یعنی صوفی شیعہ اور شیخی شیعہ دونوں ہی فقہ جعفریہ پڑھ کر حجتہ الاسلام اور آیت اللہ بھی کہلانے لگ جاتے ہیں۔

پس ایران سے آنے والی ہر کتاب کیلئے یہ دیکھنا ضروری ہے۔ کہ کہیں یہ صوفی شیعوں یا شیخی شیعوں میں سے تو کسی کی لکھی ہوئی نہیں ہے۔ کیونکہ بہت سے صوفی شیعہ اور شیخی شیعہ نہ صرف حجتہ الاسلام کہلاتے ہیں۔ بلکہ آیت اللہ العظمٰی اور الامام المصلح کے لقب سے بھی ملقب کیے جاتے ہیں۔

چنانچہ ماضی قریب میں ایران سے دو کتابیں وارد ہوئی ہیں۔ ایک کتاب کا نام "ولایت در قرآن" ہے۔ جو آیت اللہ جوادی آملی کی تصنیف ہے۔ اور جس کا پاکستان میں اردو ترجمہ محترم ثاقب نقوی صاحب نے کیا ہے۔ اور جسے مصباح القران ٹرسٹ لاہور نے شائع کیا ہے۔ اس کتاب میں جس ولایت کو ثابت کیا گیا ہے۔ وہ صوفیوں والی ولایت ہے۔ جس میں انسان کو صمد بنانے کی ترکیب بتائی گئی ہے۔ دوسری کتاب "ولایت از دیدگاہ قرآن" ہے۔ جسے رئیس مذہب شیخیہ احقاقیہ کویت مرزا حسن الحائری الاحقاقی کے فرزند مرزا عبدالرسول احقاق نے تصنیف و تالیف کیا ہے۔ اور اس میں شیخیوں والی ولایت تکوینی کو بیان کیا گیا ہے۔ یعنی خداوند تعالٰی کی ولایت تکوینی یا ولایت مطلقہ کلیہ آلٰہیہ محمد و آل محمد صلعم کو سپرد کر دی گئی ہے۔ اور خدا نے ان کو پیدا کر کے اور کوئی کام نہیں کیا۔ اور اس کتاب کا جواب ہم نے اپنی کتاب "ولایت قرآن کی نظر میں" کے ذریعہ دیا ہے۔ جس کا مطالعہ کرنے سے ہر فرقے کے ولایت کے بارے میں نظریے کا فرق معلوم ہو جائے گا۔

مختصر طور پر یہ جان لینا چاہئے کہ صوفیوں کی ولایت اور ہے۔ شیخیوں کی ولایت اور ہے۔ اور شیعہ حقہ جعفریہ اثنا عشریہ کی ولایت اور ہے۔ جو ان دونوں کے نظریہ ولایت سے مختلف ہے۔ لہذا شیعیان جعفریہ حقہ اثنا عشریہ کو محض ولایت کا نام سن کر اور پڑھ کر دھوکہ نہیں کھانا چاہئے۔ مصباح القران ٹرسٹ لاہور ایک اچھا دینی ادارہ ہے۔ اور عملی میدان میں اچھی خدمات انجام دے رہا ہے۔ مگر معلوم نہیں اس کتاب یعنی "ولایت در قرآن" کا ترجمہ کرا کے شائع کرانے کا مشورہ انہیں کس نے

دیدیا؟

صوفی فرقوں کی اقسام

جیسا کہ ہم سابق میں لکھ آئے ہیں۔ کہ بلال زبیری نے اپنی کتاب فرقے اور مسالک میں صوفیوں کے 33 فرقے لکھے ہیں۔ اور مقدس اردبیلی نے بھی صوفیوں کے نام بنام 20 سے زیادہ فرقوں کا حال بیان کیا ہے۔ لیکن تمام صوفی فرقوں کی اصل صرف 2 ہیں۔ اور تیسری اصل دوسری اصل کی ہی غلو کی صورت ہے۔ چنانچہ مقدس اردبیلی صوفیوں کی ان تینوں اصلوں کا بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"در بیان مذاہب صوفیہ پیشتر مذکور شد کہ یکی از ان دو اصل حلولیہ است وایشان گویند خدائے تعالی در ما حلول کردہ است و ہم چنین در ابدان جمیع عارفین وبطلان این مذہب ظاہر است"

حدیقۃ الشیعہ صفحہ 565

"یعنی صوفیوں کے مذہب کے حال میں پہلے بیان ہو چکا۔ کہ ان کی دو اصل میں سے ایک "حلولیہ" ہے۔ یہ لوگ یہ کہتے ہیں۔ کہ خدائے تعالی ہمارے اندر حلول کر گیا ہے۔ اور اسی طرح تمام عارفین کے جسموں میں حلول کرتا ہے۔ اور اس مذہب کا باطل ہونا ظاہر ہے۔"

حدیقۃ الشیعہ صفحہ 565

"دوم مذہب اتحادیہ باین معنی کہ می گویند ما با خدا یکی شدہ ایم۔ ہم چنین خدائے تعالی با ہمہ عارفان یکی می شود۔ وعقل ببطلان این مذہب قاضی است۔ این فرقہ حق تعالی را تشبیہ می کنند بآتش وخود را بآہن وانگشت ومیگویند چنانچہ آہن وانگشت بسبب ملاقات ومصاحبت آتش۔ آتش می شوند عارف نیز بواسطہ قرب بخدا۔ خدا می شود این سخن محض کفر و زندقہ است"

حدیقۃ الشیعہ صفحہ 565

یعنی دوسرا مذہب صوفیوں کا صوفیہ اتحادیہ ہے۔ اس معنی میں کہ وہ یہ کہتے

ہیں۔ کہ ہم خدا کے ساتھ ملکر ایک ہو گئے ہیں۔ اسی طرح خدا عارفوں کے ساتھ ملکر
ایک ہو جاتا ہے۔ اور عقل اس مذہب کے باطل ہونے پر فیصلہ دینے والی ہے۔ یہ فرقہ
خدائے تعالیٰ کو آگ کے ساتھ تشبیہ دیتا ہے۔ اور اپنے آپ کو لوہے اور کوئلہ کے ساتھ
تشبیہ دیتا ہے۔ اور وہ یہ کہتا ہے۔ کہ جس طرح لوہا اور کوئلہ آگ کے سات ملکر اور اس
کی صحبت میں رہ کر خود آگ بن جاتا ہے۔ اسی طرح عارف بھی خدا کے قرب کی وجہ
سے خود خدا بن جاتا ہے۔ اور یہ بات محض کفر اور زندقہ ہے۔

حدیقۃ الشیعہ صفحہ 565

متاخرین صوفیہ اتحادیہ میں سے بعض نے ایک قدم اور آگے بڑھایا ہے۔
اور وہ وحدت الوجود کے قائل ہو گئے ہیں۔ چنانچہ مقدس اردبیلی انکے بارے میں اس
طرح لکھتے ہیں:۔

"بعض از متاخرین اتحادیہ مثل محی الدین عربی و شیخ عزیز نسفی و عبدالرزاق
کاشی کفر و زندقہ را از ایشاں گذرانیدہ بوحدت وجود قائل شدہ اند و گفتہ اند کہ ہر موجود
خدا است تعالی اللہ عما یقول الملحدون علوا کبیرا و ایضا باید دانست کہ سبب تمادی
وطغیان ایشاں در کفر آن بود کہ بمطالعہ کتب فلاسفہ مشغول شدند چوں بر قول افلاطون
واتباع او اطلاع یافتند از غایت ضلالت گفتار غوایت شعار او را اختیار کردند و از حیث
آنکہ کسے پے نبرد کہ ایشاں وزدان مقالات و اعتقادات قبیحہ فلاسفہ اند این معنی را
لباس دیگر پوشانیدند وحدت وجودش نام کردند"

حدیقۃ الشیعہ صفحہ 565

کیونکہ صوفیہ اتحادیہ کے بعض متاخرین۔۔ جیسے محی الدین عربی و شیخ عزیز نسفی
و عبدالرزاق کاشی نے کفر و زندقہ کو صوفیہ اتحادیہ سے بھی آگے بڑھا کر وحدت وجود
کے قائل ہو گئے ہیں۔ اور انہوں نے یہ کہا ہے۔ کہ ہر موجود خدا ہے۔ یہ ملحد جو کچھ کہتے
ہیں۔ خداوند تعالیٰ کی ذات اس سے بہت بلند و برتر ہے۔
اور یہ بھی جان لینا چاہئے کہ انکی گمراہی اور کفر و ضلالت میں بڑھنے اور سرکشی

کا سبب یہ تھا۔ کہ وہ فلاسفہ یونان کی کتابوں کے مطالعہ میں مشغول ہو گئے۔ اور جب
انہیں افلاطون اور اس کی پیروی کرنے والوں کی باتوں کا علم ہوا۔ تو انتہائی ضلالت و
گمراہی سے اس کی گمراہ کن باتوں کو قبول کر لیا۔ اور اس غرض سے کہ کسی کو اس بات کا
پتہ نہ چلے۔ کہ انہوں نے فلاسفہ کے مقالات اور اعتقادات چرائے ہیں۔ اس
مطلب کو دوسرے لباس میں پیش کیا۔ اور اس کا نام وحدت وجود رکھا۔

حدیقۃ الشیعہ صفحہ 565

اس سے ثابت ہوا۔ کہ صوفیا اتحادیہ تو لوہا اور آگ اور کوئلہ اور آگ کی مثال
سے خود خدا بنتے تھے۔ مگر وحدت الوجود کے قائلین نے فلسفہ یونان کی پیروی کرتے
ہوئے ہر چیز کو خدا مانا ہے۔

صوفیوں نے تو یہ سب عقائد خود کو خدا بنانے کے لئے ایجاد کئے تھے۔ لیکن
مذہب شیخیہ اور شیخ احمد احسائی نے اس فلسفہ کو اور آگ اور لوہا اور کوئلہ اور آگ وغیرہ کی
مثالوں کو چہاردہ معصومین علیہم السلام کے لئے عقیدہ تفویض کو مستدل کرنے لئے
اختیار کیا۔ جیسا کہ شیخ احمد احسائی نے شرح زیارت میں اور مرزا موسیٰ اسکوئی نے
احقاق الحق میں اور مرزا علی الاسکوئی نے عقیدۃ الشیعہ میں ان ہی مثالوں کے ذریعہ
چہاردہ معصومین علیہم السلام کا خالق و رازق و محیی و ممیت و مدبر کائنات اور سارے جہاں
کا نظام چلانے والا ثابت کیا ہے۔ اور اس کا بیان اس فرقے کے حال میں کیا جائے
گا۔

بہر حال مقدس اردبیلی وحدت وجود کے قائل صوفیوں کا عقیدہ بیان کرتے
ہوئے لکھتے ہیں کہ۔

"فرقہ اول وحدتیہ اند ایشاں بوحدت وجود قائل اند وھمہ کس وھمہ چیز را خدا
می دانند"

حدیقۃ الشیعہ صفحہ 568

یعنی پہلا فرقہ وحدتیہ ہے۔ یہ لوگ وحدت وجود کے قائل ہیں۔ اور ہر شخص کو

اور ہر چیز کو خدا جانتے ہیں۔ اور اس کے بعد فرماتے ہیں کہ:

"واین جماعت خدا را تشبیہ بدریا کردہ ومخلوقات را بہ موج دریا ومیگویند کہ ظاہر است کہ موج دریا عین دریا است۔ یعنی مخلوقات ہمہ خدا اند واین طائفہ کسانی را کہ دعوی خدائی کردہ اند خواہ در پردہ حلول واتحاد ووحدت وجود وخواہ خارج ازیں پردہ۔ مانند نمرود وفرعون را دوست می دانند وہمہ را از خود می شمارند۔ نمی دانم کیست از متاخرین شیعہ کہ فریب این طائفہ را خوردہ ایشان را از نیکان پنداشتہ است وبعض دیگر تقلید او کردہ اند۔ لیکن می دانم کہ متقدین علمائے امامیہ این قوم را مذمت بسیار کردہ اند وکتابہا مشتمل بر طعن ایشان نوشتہ اند واز اصحاب عصمت (ع) احادیث در رد وبطلان وکفر ایشان نقل کردہ اند با آنکہ در آن زمان ہنوز کسی ازیں طاغیان بوحدت وجود قائل نشدہ بود"

حدیقۃ الشیعہ صفحہ 569

یعنی یہ جماعت خدا کو دریا کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں۔ اور مخلوقات کو موج دریا کے ساتھ اور وہ یہ کہتے ہیں۔ کہ یہ بات ظاہر ہے کہ موج دریا عین دریا ہے۔ یعنی مخلوقات سب کی سب خدا ہے۔ اور یہ گروہ ان لوگوں کو جنہوں نے دعوے خدائی کیا۔ خواہ حلول کے پردہ میں خواہ اتحاد کے پردہ میں اور خواہ وحدت الوجود کے پردے میں اور خواہ اس پردہ سے خارج میں خدائی کا دعوی کرنے والے جیسے نمرود فرعون کو دوست رکھتے ہیں۔ اور ان سب کو اپنے میں سے شمار کرتے ہیں۔

مجھے معلوم نہیں ہے کہ متاخرین شیعہ میں سے وہ کون ہے؟ کہ جس نے ان صوفیوں سے دھوکہ کھا کر انہیں نیکوں میں سے سمجھ لیا ہے۔ اور بعض نے ان صوفیوں کی تقلید کرلی ہے۔ لیکن مجھے معلوم ہے کہ متقدمین علمائے امامیہ نے اس قوم کی بہت ہی زیادہ مذمت کی ہے۔ اور ان کے رد وابطال میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔ اور معصومین علیہم السلام سے ان کے رد وابطال اور ان کے کفر میں احادیث نقل کی ہیں۔ حالانکہ اس وقت تک ان گمراہوں میں سے کوئی وحدت الوجود کا قائل نہیں ہوا تھا۔

حدیقۃ الشیعہ صفحہ 569

بہت سے شیعوں کا صوفیوں سے دھوکہ کھانے کا سبب

مقدس اردبیلی اپنی کتاب حدیقۃ الشیعہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

"وجمعی از غافلان شیعہ ظاہراً گول ایشان را خوردہ ازیں سبب کہ بعضی از ایشان امیر المومنین را مدح بسیار گفتہ اند وندانستہ اند کہ این گروہ اگر ملحد نہ باشد جبری خود ہستند۔ چوں جبری اند ہمہ چیز را خوب میدانند ودوست میدارند۔ وہر کسی را بتصور باطل قائل بعقیدہ فاسدہ خود میدانند باو دوستی بیشتری ورزند۔ وبنا بر آنکہ کلام امیر المومنین را نفہمیدہ اند کہ فرمودہ است: "من عرف نفسہ فقد عرف ربہ" چوں ملحدان آن را منطبق بر مدعای خود میسازند۔ وبمراد خود تاویل می نمایند۔ چنانکہ محی الدین عربی در کتاب فصوص الحکم میگوید کہ من عرف نفسہ بھذا المعرفۃ فقد عرف ربہ فانہ علی صورۃ خلقہ بل ہویتہ وحقیقتہ۔ لہذا اکمال دوستی نسبت باں حضرت می کنند۔ وبسیار باشد کہ از برای فریب دادن شیعہ مبالغہ در مدح حضرت امیر نمایند وحال آنکہ در حدیث واقع است کہ مدح گفتن ایشان گول ایشان مخورید"

حدیقۃ الشیعہ صفحہ 570

ترجمہ= یعنی بہت سے غافل شیعہ ظاہراً ان صوفیوں سے دھوکہ کھا گئے ہیں۔ اور اس کا سبب یہ ہے۔ کہ ان میں سے بعض نے امیر المومنین کی بہت مدح سرائی کی ہے۔ اور ان شیعوں نے یہ نہ دیکھا کہ یہ اگر ملحد نہ ہوں تو قائل جبر تو ضرور ہیں۔ اور چونکہ وہ جبری ہیں۔ لہذا ہر چیز کو اچھی سمجھتے ہیں۔ اور اسے دوست رکھتے ہیں۔ اور جس کو بھی اپنے باطل تصور کے مطابق اپنے فاسد عقیدہ کا قائل خیال کرتے ہیں۔ تو اس سے بہت ہی زیادہ دوستی کا اظہار کرتے ہیں۔ اور اس بنا پر کہ چونکہ انہوں نے حضرت امیر المومنین کے اس کلام کا مطلب نہیں سمجھا۔ جو آپ نے فرمایا ہے کہ:

"من عرف نفسہ فقد عرف ربہ" چونکہ یہ ملحدان اسے اپنے عقیدہ پر منطبق کرتے ہیں۔ اور اس کی اپنے مطلب اور مراد کے مطابق تاویل کرتے ہیں۔

جیسا کہ محی الدین عربی نے اپنی کتاب فصوص الحکم میں اس کی تاویل کرتے ہوئے یہ کہا ہے۔ کہ "من عرف نفسہ بھذا المعرفۃ فقد عرف ربہ فانہ علی صورۃ خلقہ بل ھویتہ و حقیقتہ "لہذا آنحضرت سے کمال دوستی کا اظہار کرتے ہیں۔ اور اکثر ایسا ہوتا ہے۔ کہ شیعوں کو دھوکا دینے کے لئے حضرت امیر المومنین کی مدح میں مبالغہ کرتے ہیں۔ حالانکہ حدیث میں یہ آیا ہے۔ کہ ان کی طرف سے تعریف کرنے پر دھوکہ نہ کھا جانا...

حدیقۃ الشیعہ صفحہ 570

مقدس اردبیلی کی شیعوں کو نصیحتیں

مقدس اردبیلی نے اپنی کتاب حدیقۃ الشیعہ میں شیعوں کو بہت سی نصیحتیں کی ہیں۔ ہم ان میں سے چند ذیل میں نقل کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ:

نمبر 1= واگر آنکس کہ بر بد اعتقادی ایں قوم مطلع باشد بحقیت ایشاں معترف شود آنکس دانستہ از طریق حق انحراف نمودہ واز مذہب حق امامیہ بیزار گشتہ گمراہ کنندہ باشد و حالش از دیگراں بدتر۔ پس اگر آنکس دعوائے تشیع کند باید کہ شیعہ قبول آں نہ کنند و اورا از شیعہ نشمارند زیرا کہ ناچار است اورا از اعتراف نمودن بحلول و اتحاد و وحدت وجود"

حدیقۃ الشیعہ صفحہ 574

ترجمہ= یعنی اگر وہ آدمی جو اس قوم کے عقیدہ بد سے آگاہ ہو وہ ان کے حق ہونے کا معترف ہو جائے۔ تو ایسا شخص دانستہ حق سے منحرف ہو گیا ہے۔ اور مذہب حقہ امامیہ سے بیزار ہو کر گمراہ کرنے والا بن گیا ہے۔ اور اس کا حال دوسروں سے بدتر ہے۔ پس اگر ایسا شخص اپنے شیعہ ہونے کا دعوی کرے۔ تو شیعوں کو چاہئے کہ اس کی بات کو قبول نہ کرے۔ کیونکہ مجبور ہے کہ وہ حلول واتحاد اور وحدت وجود کا اقرار کرے۔

نمبر 2= اگر آنکس کہ میل بہ تصوف کردہ طور وطریقہ زراقیہ پیش گیرد انکار او بر ہر مومنی واجب باشد و اگر ظاہر گردد کہ بحلول یا اتحاد یا وحدت وجود قائل است

مومن باید۔ بداند کہ از دائرہ اسلام بیروں رفتہ و حال آنکہ صوفی لمی باشد کہ یکی از اینہا و جبر قائل نباشد۔ مگر آنکہ از روی نادانی و حماقت و مکر و خدعہ بر در تصوف زدہ باشد"

حدیقۃ الشیعہ صفحہ 594

ترجمہ= اور اگر وہ شخص جو تصوف کی طرف مائل ہو کر زراقیہ صوفیوں کا طور وطریقہ اختیار کرلے۔ تو ایسے شخص کا انکار ہر مومن پر واجب ہے۔ اور اگر یہ بات ظاہر ہو جائے کہ وہ حلول یا اتحاد یا وحدت وجود کا قائل ہے تو مومن کو جان لینا چاہئے۔ کہ ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا ہے۔ حالانکہ کوئی بھی صوفی نہیں ہوتا۔ کہ جو ان تینوں باتوں میں سے کسی نہ کسی ایک بات کا اور جبر کا قائل نہ ہو۔ سوائے اس صورت کے کہ وہ نادانی۔ حماقت اور مکر وفریب سے تصوف کے دروازہ میں داخل ہو گیا۔"

حدیقۃ الشیعہ صفحہ 594

نمبر 3= و باید [illegible]ت کہ چنانچہ مشرک عبارت از کسی است کہ آتش یا بت یا غیر آں را پرستد۔ صوفی [illegible]ت از کسی است کہ بحلول و اتحاد یا وحدت وجود کہ غلو است در اتحاد قائل باشد و ایں [illegible] در مذہب شیعہ کفر است"

حدیقۃ الشیعہ صفحہ 599

ترجمہ= اور ا[illegible]ت کو اچھی طرح سے جان لینا چاہئے کہ جس طرح مشرک اس کو کہا جاتا ہے۔ جو [illegible]ے کی پرستش کرتا ہو۔ یا بتوں کو پوجتا ہو۔ یا اسی طرح کسی اور چیز کی عبادت کرتا ہو۔ اسی طرح صوفی اس شخص کو کہا جاتا ہے۔ کہ جو حلول و اتحاد اور وحدت وجود کا قائل ہو۔ جو اتحاد کی غلو کی صورت ہے۔ اور یہ تینوں باتیں مذہب شیعہ میں کفر ہیں۔

حدیقۃ الشیعہ صفحہ 599

نمبر 4= اس کے بعد پھر اسی صفحہ پر لکھتے ہیں کہ:

"دیگر شیعہ باید بانکہ فلاں شیخ یا فلاں ملا از متاخرین نوشتہ گول نخوردہ و بداند کہ ایشاں فریب سنیان و گول ایشاں را خوردہ اند و از یں معنی غافل نشود کہ غلط

برھمہ کس روا است غیر از آئمہ معصومین علیہم السلام و پیشتر گذشت کہ یک تن نمی تواں یافت از قدمائی علمائی شیعہ کہ اشارہ بخوبی ایں طائفہ کردہ باشد و بحقیت ایشاں قائل شدہ باشد و بسیار کس از ایشاں کتابھا در مذمت ایں فرقہ نوشتہ اند و اخبار و احادیث بسیار در طعن ایں طائفہ نقل کردہ اند"

حدیقۃ الشیعہ صفحہ 599

ترجمہ= علاوہ ازیں شیعوں کو چاہیے کہ اس بات سے کہ متاخرین علماء شیعہ میں سے فلاں شیخ نے یا فلاں ملاں نے ایسا لکھا ہے۔ دھوکہ نہ کھائے۔ اور یہ بات اچھی طرح سے جان لے کہ انہوں نے سنی صوفیوں سے دھوکہ کھایا ہے۔ اور وہ ان کے فریب میں آگئے ہیں۔ اور شیعوں کو اس مطلب سے غافل نہیں ہونا چاہئے کہ آئمہ معصومین علیہم السلام کے سوا ہر کسی سے غلطی ہوسکتی ہے۔ اور یہ بات ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ کہ قدمائے علمائے شیعہ میں سے ایک بھی ایسا عالم نہیں گذرا' کہ جس نے اس گروہ میں کسی خوبی یا اچھائی کی طرف اشارہ ہی کیا ہو۔ اور انکے حق پر ہونے کا قائل ہوا ہو۔ اور قدمائے علمائے شیعہ میں سے بہت سے علماء نے اس فرقہ کی مذمت میں بہت سی کتابیں تالیف و تصنیف کی ہیں۔ اور انہوں نے معصومین علیہم السلام کی بہت سی احادیث اس فرقے کی مذمت میں نقل کی ہیں۔

حدیقۃ الشیعہ صفحہ 599

نمبر= 5 اس کے بعد پھر مقدس اردبیلی اسی صفحہ پر آگے چل کر لکھتے ہیں کہ۔

پس تمسک شدن بانکہ صاحب اشارات یا شارح آں یا امثال ایشاں چنیں گفتہ اند یا آملی و اشباہ او چنیں نوشتہ اند یا چنگ درزدن در اخبار ضعیفہ و متشابہ و روایات موہومہ یا قرآن و حدیث را مانند ملحدان بد عا و رای خود تفسیر و تاویل کردن خود راو دیگراں را گول زدن و بر ضلالت و اضلال افزودن است۔

حدیقۃ الشیعہ صفحہ 599

ترجمہ= پس اس بات سے تمسک کرنا۔ کہ صاحب اشارات نے یا اس

کے شارح نے' اور انہی کی طرح کے دوسرے شیعہ کہلانے والے علماء نے ایسا ایسا لکھا ہے۔ یا آملی نے اور ان کی طرح کے دوسرے علماء نے ایسا ایسا لکھا ہے۔ یا ضعیف اور متشابہ اخبار اور موہوم روایات کا حوالہ دینا یا قرآن و حدیث کی ملحدوں اور کافروں کی طرح خود اپنی رائے سے اپنے مدعا اور مطلب کے مطابق تفسیر و تاویل کرنا' خود کو اور دوسروں کو فریب اور دھوکہ دینا ہے۔ اور خود اپنی اور دوسروں کی گمراہی اور ضلالت میں اضافہ کرنا ہے۔

حدیقۃ الشیعہ صفحہ 599

نمبر 6= اس کے بعد اس سے اگلے صفحہ پر صوفی شیعوں کے دو فرقوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"بعضی از نادانان شیعہ ایشاں را شیعہ پنداشتہ اند و بعضی از گفتگو ھای ایشاں را محمول بر تقیہ تصور کردہ اند و ندانستہ اند کہ غلط کردہ اند و فرقہ از جولیہ و جمعی از زراقیہ کہ در زمان ما بہم رسیدہ اند خود را شیعہ نام کردہ و میکنند' عوام شیعہ را گمراہ کردہ بوادی تصوف انگندہ و می افگنند"

حدیقۃ الشیعہ صفحہ 600

ترجمہ= بعض نادان شیعوں نے ان کو شیعہ سمجھ لیا ہے۔ اور ان کی بعض باتوں کو تقیہ پر محمول کیا ہے۔ اور وہ یہ نہیں جانتے کہ انہوں نے یہ غلط کیا ہے۔ اور فرقہ صوفیہ جولیہ اور بہت سے صوفیہ زراقیہ جو ہمارے زمانے میں وجود میں آئے ہیں۔ انہوں نے اپنا نام شیعہ رکھ لیا ہے۔ اور وہ خود کو شیعہ کہتے ہیں۔ انہوں نے شیعہ عوام کو گمراہ کر کے انہیں وادی تصوف میں پھینک دیا ہے۔ اور انہیں وادی تصوف میں پھینکتے چلے جا رہے ہیں۔

حدیقۃ الشیعہ صفحہ [illegible]

مقدس اردبیلی نے شیعوں کو اور بھی بہت سی نصیحتیں کی ہیں۔ لیکن ہم صرف مذکورہ چند نصیحتوں پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ بھی' تمام شیعہ عوام کے لئے علی العموم'

اور مولانا محمد رضا نی کے لئے اور صفدر حسین ڈوگر کے لئے علی الخصوص اگر وہ چشم بینا رکھتے ہوں۔ تو سرمہ بصیرت کا کام دینے والی ہیں۔ اور انہیں پڑھ کر وہ اپنے انٹرویو پر جو انہوں نے تائید معصوم میں نشر کیا ہے۔ نظر ثانی کر سکتے ہیں۔

افادات آقا حسین مجتہد لکھنوی دربارہ مذہب صوفیہ

مقدس اردبیلی کے علاوہ اب ہم ایک اور بزرگ شیعہ عالم کے افادات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اور وہ حجۃ السلام آیت اللہ فی الانام آقا حسین علیین مکان مجتہد لکھنوی ابن دلدار علی غفر انمآب لکھنوی ہیں۔ وہ اپنی کتاب حدیقہ سلطانیہ میں باطل فرقوں کا حال لکھتے ہوئے فرماتے ہیں۔

چہارم صوفیہ کہ فرق متعددہ اند و شعب بسیار دارند کہ محققین شاں قائل بوحدت الوجود اند۔ میگویند کہ غیر از خدا موجود ے نیست۔ ہر چہ ہست مظہر اوست و تمثیل می دہند بدریا و امواج۔ و گل و کوزہ و گمان باطل دارند کہ موحد حقیقی ما ئیم کہ بغیر خدا کسی را موجود نمی دانیم و حال انکہ قول سخیف ایشاں مستلزم آنست کہ ہر چیز را خدا گویندا"

حدیقہ سلطانیہ جلد 1 صفحہ 58-57

ترجمہ= چوتھا باطل فرقہ صوفیہ کا ہے۔ جو کہ متعدد فرقے ہیں۔ اور ان کی بہت سی شاخیں ہیں۔ لیکن ان کے محققین وحدت وجود کے قائل ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ سوائے خدا کے اور کوئی موجود ہی نہیں ہے۔ جو کچھ ہے وہ اسی کا مظہر ہے۔ وہ دریا اور اس کی موجوں اور مٹی اور کوزے کی مثالیں پیش کرتے ہیں۔ (یعنی وہ یہ کہتے ہیں کہ موج دریا بھی دریا ہی کا مظہر ہے اور فی الحقیقت وہ دریا ہی ہے۔ اور کوزہ بھی مٹی کی ہی ایک شکل ہے۔ اسی طرح ہر موجود خدا ہے) اور وہ یہ باطل گمان رکھتے ہیں۔ کہ موحد حقیقی ہم ہی ہیں۔ کیونکہ ہم تو خدا کے سوا اور کسی وجود کے قائل ہی نہیں ہیں۔ حالانکہ ان کے اس بیہودہ قول سے یہ بات لازم آتی ہے کہ وہ ہر چیز کو خدا کہیں"

حدیقہ سلطانیہ جلد 1 صفحہ 58-57

پھر اس کے بعد آگے چل کر لکھتے ہیں کہ:

"جمعی از آنہا پردہ آزرم از رخ بر انداختہ۔ باں مطالب تصریح نمودہ اند چنانکہ قدوۃ المحققین و اسوۃ المجتہدین جناب علامہ فہامی والد ماجد نور اللہ مرقدہ و برد اللہ مضجعہ در ذوالفقار نقل فرمودہ کہ حاصل ارباب ایں مذہب آنست کہ تمام عالم عین ذات حق سبحانہ و تعالی است و فرق اعتباریست۔ خدای عز و جل العیاذ آباللہ گاہے بصورت ابلیس می نماید و گاہے بصورت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم و گاہے بصورت سگ و خوک و گاہی بصورت انسان۔ و گاہے خدا را تشبیہ می دہند بدریا و عالم را باموا ج و گاہی خدا را بگل و مخلوقین را بکوزہ۔ و گاہے او سبحانہ را بمداد و خلق را بحروف یعنی چنانکہ دریا عین امواج است و گل عین کوزہ و مداد عین حروف و فرق اعتباریست۔ ہم چنیں خدا عین خلق است و بایں مضامین شعرھا گفتہ اند در قص و غنا و حال و وجد را کمال معرفت و عبادت می دانند"

حدیقہ سلطانیہ جلد 1 صفحہ 58-59-

ترجمہ= صوفیوں کی ایک جماعت نے اپنے چہرہ سے حیا کا پردہ اٹھا کر ان مطالب کی تصریح کر دی ہے۔ جیسا کہ قدوۃ المحققین اسوۃ المجتہدین جناب علامہ فہامہ والد ماجد نور اللہ مرقدہ و برد اللہ مضجعہ نے اپنی کتاب ذوالفقار میں نقل فرمایا ہے۔ کہ اس مذہب والوں کے اعتقاد کا ماحصل یہ ہے۔ کہ تمام عالم اور ساری دنیا عین ذات خدا ہے۔ فرق صرف اعتباری ہے۔ اللہ تعالی العیاذ آباللہ کبھی اپنے آپ کو ابلیس کی شکل میں ظاہر کرتا ہے۔ اور کبھی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ کی صورت میں اور کبھی کتے اور خنزیر کی شکل میں اور کبھی انسان کی شکل میں۔ کبھی وہ خداوند عالم کو دریا سے تشبیہ دیتے ہیں۔ اور عالم دنیا کو موجوں سے اور کبھی خدا کو مٹی سے تشبیہ دیتے ہیں۔ اور مخلوق کو کوزے سے اور کبھی اللہ جل شانہ کو سیاہی سے تشبیہ دیتے ہیں اور مخلوقات کو حروف سے یعنی امواج عین دریا ہے۔ اور مٹی عین کوزہ اور سیاہی عین حروف فرق صرف

اعتباری ہے۔ اسی طرح خدا عین مخلوقات ہے۔ اس مضمون کے انہوں نے اشعار بھی نظم کئے ہیں۔ ناچ۔ گانے۔ حال اور وجد کو کمال معرفت وعبادت سمجھتے ہیں۔"

حدیقہ سلطانیہ صفحہ 59-58

اس کے بعد مذکورہ نظریات پر مشتمل صوفیوں کے کچھ اشعار نقل کئے ہیں۔ جن میں چند یہ ہیں۔ از جملہ ابیات فرید الدین عطار ست

خود پیمبر شد و پیام آورد — گشت خود کافر و نمود انکار

خود کند ساز ہر گناہ کہ ہست — خود کند باز توبہ استغفار

یعنی فرید الدین عطار کے اشعار میں سے چند یہ ہیں۔

خود خدا ہی پیغمبر بنا اور پیغام لایا — اور خود ہی کافر بنا اور انکار کیا

خود ہی ہر گناہ کی سازش کرتا ہے — اور خود ہی پھر توبہ واستغفار کرتا ہے

اس کے بعد محی الدین ابن عربی کے بارے میں اس طرح لکھتے ہیں۔

"محی الدین کہ پیشوائے قائلین بوحدت وجود است در فصوص باایں ہمہ کفر و زندقہ خود را افضل از انبیاء وخاتم الاولیا، شمردہ وگاہی نسبت خطا بحضرت نوح علیہ السلام میدہد وگاہے فرعون را طاہر ومطہور میداند"

حدیقہ سلطانیہ صفحہ 59

یعنی محی الدین ابن عربی جو قائلین وحدت الوجود کا رہبر وپیشوا ہے۔ اس نے باوجود اس کفر وزندقیت کا ارتکاب کرنے کے اپنی کتاب فصوص میں اپنے آپ کو تمام انبیاء سے افضل اور اولیاء کا خاتم قرار دیا ہے۔ کبھی حضرت نوح کی طرف خطا کی نسبت دیتا ہے اور کبھی فرعون کو طاہر ومطہر اور پاک وپاکیزہ شمار کرتا ہے۔

حدیقہ سلطانیہ صفحہ 59

مذکورہ حقائق صفدر حسین ڈوگر اور محمد رضا قمی کے لئے سرمہ بصیرت کا کام دینے والے ہیں۔

بہرحال پھر آقا السید حسین علیین مکان مجتہد لکھنوی صفات سلبیہ کے بیان

میں حلول واتحاد کی نفی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"دوششم آنکہ حلول واتحاد براو روا نیست وایں معنی بضرورت عقل ثابت است واز ضروریات مذہب حق است کہ سمعیات کثیرہ برآں دلالت دارد۔ وخلافے نہ کردہ اند دراں از فرق اسلامیہ مگر شرزمہ از صوفیہ خذلھم اللہ تعالیٰ"

حدیقہ سلطانیہ صفحہ 106

ترجمہ= یعنی اللہ تعالیٰ کی چھٹی صفت سلبیہ یہ ہے کہ حلول واتحاد اس کے لئے ممکن نہیں ہے۔ اور یہ بات ضرورت عقل سے ثابت ہے۔ اور یہ بات مذہب حق کی ضروریات میں سے ایک ہے۔ بکثرت نصوص قرآنی وحدیثی اس پر دلالت کرتی ہیں۔ تمام اسلامی فرقوں میں سے کسی نے بھی اس مسئلہ میں اختلاف نہیں کیا ہے۔ سوائے صوفیوں کے ایک چھوٹے سے گروہ کے"

حدیقہ سلطانیہ صفحہ 106

صوفیوں کا عقیدہ اتحاد اور علامہ حلی کا بیان

آقا حسین علیین مکان اپنی کتاب حدیقہ سلطانیہ میں صوفیوں کے عقیدہ اتحاد کے بارے میں علامہ حلی کا بیان نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

علامہ حلی علیہ الرحمہ می فرماید کہ مخالفت کردہ اند دریں جماعتی از صوفیہ عامہ پس حکم کردہ اند بانکہ او تعالیٰ متحد باابدان عارفین میشود تا آنکہ مبالغہ نمودہ اند بعضی از ایشاں وگفتہ اند کہ حق تعالیٰ نفس وجود است وہر موجودی خدا است۔ وایں عین کفر والحاد است۔ انتہی

وایں قول اخیر کہ جناب علامہ حلی علیہ الرحمہ نقل فرمودہ واز قول باتحاد ہم بدتر دانستہ قول محققین صوفیہ است۔ وایں قول ابن عربی وملا حیدر علی آملی عبیدلی صاحب جامع الاسرار ومنبع الانوار است کما لایخفی علی الناظر فی کلماتھما بعین البصیرۃ۔ وگنجائش تاویل ندارد وتشنیع نظمی بحالش نمی بخشد"

حدیقہ سلطانیہ صفحہ 107-106

ترجمہ= علامہ حلی فرماتے ہیں کہ مسئلہ اتحاد میں صوفیہ عامہ کی ایک جماعت نے اختلاف کیا ہے۔ اور انہوں نے یہ کہا ہے۔ کہ اللہ تعالی عارفین کے بدنوں کے ساتھ متحد ہو جاتا ہے۔ ان میں سے بعض نے تو اس حد تک مبالغہ کر دیا ہے۔ کہ کہتے ہیں کہ خدا نفس وجود ہے۔ اور ہر موجود خدا ہے۔ حالانکہ یہ عین الحاد و کفر ہے۔ انتھی محصلہ:

اس کے بعد آقا حسین علیین مکان فرماتے ہیں کہ:

علامہ حلی علیہ الرحمہ نے یہ آخری قول جو نقل کیا ہے۔ اور جسے اتحاد کے قول سے بھی زیادہ بدتر قرار دیا ہے۔ یہ محققین صوفیہ کا قول ہے۔ اور یہ محی الدین ابن عربی اور ملا حیدر علی آملی عبیدلی صاحب جامع الاسرار و منبع الانوار کا قول ہے۔ جیسا کہ چشم بصیرت سے دیکھنے والوں پر یہ بات پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ اور اس میں تاویل کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اور اس کا خود کو شیعہ کہلانا اسے کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔

شارع مواقف کے نزدیک عقیدہ وحدۃ الوجود

اہل سنت کے عقائد پر لکھنے والے ایک معروف عالم ہیں۔ جنہوں نے عقائد کے بیان میں شرح مواقف لکھی ہے۔ انہوں نے صوفیہ کے عقیدہ کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے۔ اسے نقل کرتے ہوئے آقا حسین علیین مکان تحریر فرماتے ہیں:

''وانصاف کردہ است دریں مقام شارح مواقف از فضلائے اہل سنت پس گفتہ است:

رایت من الصوفیہ الوجودیہ من ینکر ویقول لاحلول ولا اتحاد واذ کل ذالک یشعر بالغیریت ونحن لانقول بھا بل نقول لیس فی الدار غیرہ دیار وہذا العذر اشد قبحا وبطلانا

حدیقہ سلطانیہ صفحہ 107

ترجمہ= یعنی اس مقام پر شارح مواقف نے انصاف سے کام لیا ہے۔ کہ جو اہل سنت کے فضلا میں سے ہے۔ اس نے کہا ہے کہ:

''میں نے وحدت الوجود کے قائل صوفیوں میں سے ایک صوفی کو دیکھا ہے۔ جو حلول و اتحاد دونوں عقیدوں کا انکار کرتا تھا۔ اور یہ کہتا تھا کہ نہ تو عقیدہ حلول درست ہے۔ اور نہ ہی عقیدہ اتحاد صحیح ہے۔ کیونکہ یہ دونوں قول غیریت یعنی دوئی کا پتہ دیتے ہیں۔ اور ہمارا عقیدہ یہ نہیں ہے۔ بلکہ ہم تو وحدت وجود کے قائل ہیں۔ دوئی اور غیریت کے اصلاً قائل نہیں ہیں۔ بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں۔ کہ گھر کے اندر اس کے سوا اور کوئی ہے ہی نہیں وہ خود ہی ہے۔''

پھر اس کے بعد آقا علیین مکان لکھتے ہیں کہ:

''ایں قول را کہ شارح مواقف از بعضی صوفیہ نقل کردہ بعینہ قول ملا حیدر علی عبیدلی است متابعاً لابن عربی چہ او گفتہ است کہ قول باتحاد وحلول مذہب نصاری وبعض صوفیہ است لعنھم اللہ تعالی۔ لیکن صوفیہ حقہ باتحاد قائل نیتند ومیگویند کہ وقتیکہ وجود غیر را مطلقاً نفی کردیم پس قائل نیستیم مگر بوجود واحد۔ پس چگونہ قائل خواہیم شد باتحاد وحلول۔ وحال آنکہ ایں ہر دو امر مبتنی است بر اثنیت و دوئی وغیر آں۔ ہرگاہ ایں را دانستی پس بدانکہ شارح مواقف بعد کلام سابقش میگوید کہ: ایں عذر بدتر از گناہ است و بطلان قول وحدت وجود بہ اوضح است از بطلان قول ارباب حلول واتحاد۔ زیرا کہ بنابر قول شاں لازم می آید مخالطت حقائق امکانیہ باواجب تعالی کہ جسارت نمی کنند بر قائل شدن باں ہیچ عاقل وہر کہ اندک تمیزی داشتہ باشد۔ انتھی

حدیقہ سلطانیہ صفحہ 107

ترجمہ= یعنی اہل سنت کے فاضل مؤلف شارح مواقف نے وحدت الوجود کا جو قول نقل کیا ہے۔ یہ بعینہ ملا حیدر علی آملی عبیدلی کا قول ہے۔ جو اس نے محی الدین ابن عربی کے اتباع میں اختیار کیا ہے۔ کیونکہ اس نے یہ کہا ہے۔ کہ اتحاد وحلول کا قول نصاری اور بعض صوفیہ کا مذہب ہے۔ لیکن صوفیہ حقہ اتحاد کے قائل نہیں ہیں۔ [illegible] کہ جب ہم نے وجود غیر کی مطلقاً نفی کر دی ہے۔ تو پھر ہم بس صرف ایک وجود کے قائل ہیں۔ دوسرے کسی وجود کے قائل نہیں ہیں۔ تو پھر ہم اتحاد وحلول کے

کیسے قائل ہو سکتے ہیں۔ حالانکہ یہ "دونوں قول غیریت اور دوئی پر مبنی ہیں (یعنی جس چیز نے حلول کیا ہے وہ اور ہے۔ اور جس چیز میں حلول کیا ہے وہ اور ہے اور جس چیز کے ساتھ اتحاد ہوا۔ وہ اور ہے اور جس چیز نے اتحاد کیا۔ وہ اور ہے۔ لیکن صوفیہ وحدت وجودیہ کے نزدیک کوئی اور دوسرا وجود ہے ہی نہیں)

جب یہ امر معلوم ہو چکا۔ تو اب جاننا چاہیے کہ شارح مواقف اپنے کلام سابق کے بعد کہتے ہیں کہ:

یہ عذر تو گناہ سے بھی بدتر ہے۔ اور وحدت وجود کے قول کا باطل ہونا حلول واتحاد کے قول کے باطل ہونے سے بھی زیادہ واضح ہے۔ کیونکہ ان کے قول کے مطابق حقائق امکانیہ کا واجب تعالیٰ کے ساتھ اختلاط لازم آتا ہے۔ کہ جس کی جسارت کوئی عقل مند نہیں کر سکتا۔ اور نہ ہی کوئی ایسا شخص کر سکتا ہے۔ جسے تھوڑی سی بھی تمیز ہو۔ انتھی

حدیقہ سلطانیہ صفحہ 107

اہل سنت کے دوسرے علماء کی طرف سے صوفیہ کی مذمت

آقا حسین علیین مکانی نے شارح مواقف کا جو بیان نقل کیا ہے۔ وہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ شارح مواقف کے علاوہ اور بھی بہت سے بزرگ اہل سنت علماء نے صوفیہ کی مذمت کی ہے۔ اور ان کے مذکورہ عقائد کو کفر و زندقہ قرار دیا ہے۔ ان میں سے چند بزرگ علماء اہل سنت کے نام حسب ذیل ہیں۔

نمبر 1= سبط ابن جوزی نے اپنی کتاب تلبیس ابلیس میں
نمبر 2= زمخشری نے تفسیر کشاف میں
نمبر 3= ابن خلکان نے وفیات الاعیان میں
نمبر 4= دمیری نے اپنی کتاب حیواۃ الحیوان میں
نمبر 5= میر سید شریف جرجانی نے شرح تجرید میں
نمبر 6= فخر رازی نے اپنی کتاب اربعین میں

نمبر 7= محمد بن اسمعیل بخاری نے اپنی کتاب فاضحۃ الملحدین میں

مگر تعجب کی بات یہ ہے۔ کہ قدماء صوفیہ میں بزرگ صوفی خود کو سنی کہتے تھے۔ مگر ان کے عقیدہ اتحاد و حلول و وحدت الوجود کی بنا پر انہوں نے ان کی مذمت کی ہے۔ اور ان کے عقائد کا ابطال کیا ہے۔ مگر اہل سنت والجماعت میں سے بہت سے عوام ان کے عقائد ونظریات کو عرفان کہتے ہیں۔ انہیں ولی اللہ سمجھتے ہیں۔ اور تمام صوفیہ کو عارفین اور اولیاء اللہ شمار کرتے ہیں۔ اور ان کے مزارات پر حاضری دے کر منتیں مانگتے ہیں۔

بزرگ شیعہ علماء کی متقدمین ومتاخرین کی طرف سے صوفیہ کا رد وابطال

ہم نے سابقہ صفحات میں مقدس اردبیلی کی کتاب حدیقۃ الشیعہ سے انکی اصل عبارتیں نقل کر دی ہیں۔ اور آقا حسین علیین مکان کی کتاب حدیقہ سلطانیہ کی بھی اصل عبارتیں نقل کر دی ہیں۔ جن کے پڑھنے کے بعد ہر شخص بخوبی معلوم کر سکتا ہے۔ کہ بزرگ علماء شیعہ نے صوفیہ کے بارے میں کیا کچھ لکھا ہے۔

ان مذکورہ بزرگ علماء ومجتہدین عظام کے علاوہ، جنہوں نے صوفیت کا رد وابطال کیا ہے۔ ان کی فہرست تو بہت طولانی ہے۔ اور 100 علماء سے بھی تجاوز کئے ہوئے ہے۔ لیکن ہم ذیل میں صرف چند مشہور و معروف بزرگ شیعہ علماء اور ان کی کتابوں کا صرف نام نقل کرتے ہیں۔ جنہوں نے اپنی اپنی کتابوں میں صوفیت کو کفر و زندقہ والحاد کہا ہے۔

نمبر 1= علامہ بحر العلوم آیت اللہ العظمیٰ السید محمد طباطبائی نے اپنی کتاب مستدرک المسائل میں
نمبر 2= الحاج ملا احمد نراقی نے کتاب معراج السعادۃ میں
نمبر 3= علامہ محمد باقر مجلسی نے اپنے رسالہ اعتقادیہ میں
نمبر 4= علامہ محمد باقر مجلسی نے ہی اپنی دوسری کتاب عین الحیواۃ میں

نمبر 5= علامہ حبیب اللہ خوئی نے شرح نہج البلاغ میں

نمبر 6= شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب اعتقادات میں

نمبر 7= شیخ مفید علیہ الرحمہ نے شرح عقائد صدوق میں

نمبر 8= خواجہ نصیر الدین محقق طوسی نے اپنی کتاب قوائد العقائد میں

نمبر 9= علامہ حلی نے اپنی کتاب نہج الحق میں

نمبر 10= شہید ثانی نے شرح لمعہ در شرح علم درایت میں

نمبر 11= سید نعمت اللہ جزائری نے انوار نعمانیہ میں

نمبر 12= ملا محسن فیض کاشانی نے اپنی کتاب بشارات میں

نمبر 13= رئیس الفقہا والمجتہدین شہید اول محمد بن مکی نے اپنی کتاب فوائد الرضویہ میں

نمبر 14= شیخ البھائی نے اپنی کتاب کشکول میں،

نمبر 15= علامہ مرزا حسین نوری نے اپنی کتاب مستدرک الوسائل میں

نمبر 16= صاحب قوانین محقق قمی نے اپنی کتاب جامع الشتات میں

نمبر 17= علامہ جلیل اخوند ملا محمد طاہر قمی نے اپنی کتاب تحفۃ الاخیار میں

نمبر 18= سید مرتضی علم الہدی نے اپنی کتاب تبصرۃ العلوم میں

نمبر 19= عالم ربانی حاج شیخ اکبر نہاوندی نے اپنی کتاب عبقری جلد اول میں

نمبر 20= محقق ومقدس اردبیلی احمد بن محمد رحمت اللہ علیہ نے اپنی کتاب حدیقۃ الشیعہ میں جس کے کچھ حوالے اور عبارات اس کتاب میں نقل ہوئی ہیں۔

نمبر 21= سید محمد باقر خونساری نے اپنی کتاب روضات الجنات میں

نمبر 22= آیت اللہ العظمی سید محمد کاظم یزدی نے اپنی کتاب عروۃ الوثقی میں صوفیہ وحدت وجودیہ کی نجاست تک کا فتویٰ دیا ہے۔

نمبر 23= آیت اللہ العظمی سید ابوالحسن اصفہانی نے عروۃ الوثقی کے حاشیہ میں صوفیہ وحدت وجودیہ کی نجاست کا فتویٰ دیا ہے

نمبر 24= آیت اللہ العظمی آقا السید حسین بروجردی نے بھی عروۃ الوثقی کے حاشیہ پر صوفیہ وحدت وجودیہ کے فتوے کی تائید کی ہے۔

نمبر 25= آیت اللہ العظمی مرعشی السید شہاب الدین نجفی نے تعلیقات کتاب احقاق الحق میں صوفیہ کی انتہائی مذمت کی ہے۔ اور آیت اللہ موصوف نے یہ لکھا ہے۔ کہ یہ مرض تصوف نصاریٰ کی طرف سے وارد ہوا ہے۔ اور اسے بہت سے اہل سنت نے اختیار کرلیا۔ اور بعد میں یہ مرض شیعوں میں بھی سرایت کر گیا۔ اور انہوں نے دین کی اساس اور بنیاد کو درہم برہم کر دیا۔

نمبر 26= آیت اللہ آقا حسین علیین مکان مجتہد لکھنوی نے اپنی کتاب حدیقہ سلطانیہ میں جس کی کچھ اصل عبارتیں ہم نے اپنی اس کتاب میں نقل کی ہیں۔

نمبر 27= آیت اللہ آقا السید دلدار علی صاحب مجتہدی لکھنوی نے اپنی کتاب ذوالفقار میں۔۔ وغیرہ وغیرہ

ہم نے صرف چند بزرگ ترین شیعہ علماء متقدمین و متاخرین اور مجتہدین عظام و مراجع عالیقدر شیعان جہان کی کتابوں کے حوالے دیئے ہیں۔ ورنہ ان کے علاوہ بھی سو (100) سے زیادہ شیعہ علماء ایسے ہیں۔ جنہوں نے صوفیہ کے کفر والحاد وزندقہ کے بارے میں اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔ بلکہ شیعہ علماء میں سے قاطبۃً جس نے بھی شیعہ عقائد پر قلم چلایا ہے۔ اس نے صفات سلبیہ کے بیان میں حتماً صوفیہ کے ان عقائد کو کفر والحاد وزندقہ قرار دیا ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ خدا میں کوئی بھی عیب کی بات نہیں پائی جاتی۔ لیکن صفات سبلیہ میں مذکورہ صفات یعنی خدا کا شریک ٹھہرانا۔ یا خدا کا مرکب ہونا۔ یا خدا کا مجسم ہونا۔ یا خدا کا محتاج ہونا۔ یا خدا کا محل حوادث ہونا۔ یا خدا کے لئے حلول و اتحاد یا وحدت وجود کا قائل ہونا۔ خصوصیت کے

ساتھ اس لئے بیان ہوا ہے۔ کیونکہ مسلمانوں میں سے خواہ وہ سنی ہوں یا شیعہ علی الخصوص صوفیوں نے خواہ وہ صوفی حنفی ہوں یا شیعہ صوفی ان عقائد کو اختیار کر لیا ہے۔ لہذا صفات سلبیہ میں ان کا بیان خصوصیت کے ساتھ کیا گیا ہے۔

ایران میں بہت سے شیعہ، صوفی شیعہ ہیں

جیسا کہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں۔ کہ ایران میں شیعوں کی تمام اقسام پائی جاتی ہیں۔ اگرچہ بڑے بڑے مشہور و معروف صوفی اہل سنت سے ہوئے ہیں۔ لیکن ایران میں صوفیت نے شیعت کا جامہ پہن لیا تھا۔ چنانچہ ایران میں صوفی شیعوں کی ایک مستقل تاریخ ہے۔ کہ انہوں نے کس طرح سے ایران میں انقلاب برپا کئے۔ ان صوفیوں میں جو خود کو شیعہ کہتے تھے۔ ایک سلسلہ اس طرح ہے۔ کہ:

صفی علیشاہ خلیفہ تھا رحمت علیشاہ کا اور رحمت علیشاہ خلیفہ تھا مست علیشاہ کا' اور مست علیشاہ خلیفہ تھا مجذوب علیشاہ کا' اور مجذوب علیشاہ خلیفہ تھا حسین علیشاہ کا' اور حسین علیشاہ خلیفہ تھا نور علیشاہ کا' اور نور علیشاہ خلیفہ تھا معصوم علیشاہ کا' اور یہ سب کے سب صوفی شیعہ ہونے کے دعویدار تھے۔ اور شیعہ کہلاتے تھے۔ یہ لوگ کشف و کرامات کے مدعی تھے۔ اور خود کو اولیاء اللہ کہلاتے تھے۔ اور عارفین یا عرفا مشہور تھے۔ انہوں نے ایک وقت اتنا زور پکڑ لیا تھا۔ کہ علماء تک ان کی خرافات کا مقابلہ کرنے سے پہلو تہی کرتے تھے۔ جب معصوم علیشاہ کرمان میں وارد ہوا۔ تو لوگ گروہ در گروہ اور فوج در فوج اس کی بیعت میں داخل ہونے لگے۔ اور اس کے خلفاء نے شہروں سے لوگوں کو انقلاب برپا کرنے اور تاج و تخت پر غلبہ جمانے کے لئے تیار کرنا شروع کر دیا۔ اس زمانے میں مجدد مذہب امامیہ علامہ آقا وحید بھبھانی کے فرزند آقا محمد علی جو اس وقت کے بزرگ علماء و مجتہدین اور مراجع تقلید میں سے تھے۔ کرمان شاہ میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے معصوم علیشاہ کو طلب فرمایا اور اس کو ان مفسد و بد عقائد سے توبہ کرنے کے لئے تین دن کی مہلت دی۔ لیکن اس نے اپنے ان بد عقائد سے

توبہ نہ کی۔ آخر محمد علی ابن علامہ وحید بھبھانی کے حکم سے قتل کر دیا گیا۔

بہر حال اس بات کے ثبوت کے لئے کہ ایران میں بہت سے شیعوں نے صوفی مذہب اختیار کر لیا تھا۔ آقا احمد بن محمد معروف بہ مقدس اردبیلی کا وہ بیان ہی کافی ہے۔ جس کی اصل عبارت حدیقۃ الشیعہ سے سابق میں نقل ہو چکی ہے۔ یہاں پر اس کا اردو ترجمہ مکرر درج کیا جاتا ہے۔ مقدس اردبیلی فرماتے ہیں کہ:

"پس اس بات سے تمسک کرنا' کہ صاحب اشارات نے' یا اس کے شارح نے اور انہی کی طرح کے دوسرے شیعہ علماء نے ایسا ایسا کہا ہے۔ یا آملی نے اور ان ہی کی طرح کے دوسرے علماء نے ایسا ایسا لکھا ہے۔ خود کو اور دوسروں کو فریب اور دھوکہ دینا ہے۔ اور خود اپنی اور دوسروں کی ضلالت و گمراہی میں اضافہ کرنا ہے"

حدیقۃ الشیعہ صفحہ 599

پھر مقدس اردبیلی اس سے اگلے صفحہ پر لکھتے ہیں:

اور صوفیوں کا فرقہ جوریہ اور بہت سے صوفیہ زراقیہ جو ہمارے زمانے میں وجود میں آئے ہیں۔ انہوں نے اپنا نام شیعہ رکھ لیا ہے۔ اور وہ خود کو شیعہ کہتے ہیں۔ انہوں نے شیعہ عوام کو گمراہ کر کے انہیں وادی تصوف میں دھکیل دیا ہے۔ اور انہیں وادی تصوف میں بھٹکتے چلے جا رہے ہیں۔

حدیقۃ الشیعہ صفحہ 600

اور آقا حسین علیین مکان مجتہد لکھنوی نے بھی جو کچھ لکھا ہے۔ حدیقہ سلطانیہ سے اس کی اصل عبارتیں بھی سابق میں نقل ہو چکی ہیں۔ ان میں سے دو عبارتوں کا ترجمہ موقع و محل کے لحاظ سے یہاں بھی درج کیا جاتا ہے۔ آقا حسین علیین مکان فرماتے ہیں کہ:

علامہ حلیؒ نے یہ آخری قول جو نقل کیا ہے۔ اور جسے اتحاد کے قول سے بھی زیادہ بدتر قرار دیا ہے۔ یہ محققین صوفیہ کا قول ہے۔ اور یہ محی الدین ابن عربی اور ملا حیدر علی آملی عبیدلی صاحب جامع الاسرار و منبع الانوار کا قول ہے۔ جیسا کہ چشم بصیرت

رکھنے والوں سے یہ بات پوشیدہ نہیں رہ سکتی اور اس میں تاویل کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اور اس کا خود کو شیعہ کہلانا اسے کوئی فائدہ نہیں دے سکتا"

حدیقہ سلطانیہ صفحہ 107

اس کے بعد فرماتے ہیں کہ:

"ایں قول را کہ شارح مواقف از بعض صوفیہ نقل کردہ است بعینہ قول ملا حیدر علی آملی عبیدلی است تبعاً لابن عربی"

حدیقہ سلطانیہ صفحہ 107

یعنی اہل سنت کے فاضل مولف شارح مواقف نے وحدت الوجود والا جو قول نقل کیا ہے۔ یہ بعینہ ملا حیدر علی آملی عبیدلی کا قول ہے۔ جو اس نے محی الدین ابن عربی کی اتباع میں اختیار کیا ہے۔

حدیقہ سلطانیہ صفحہ 107

بزرگ شیعہ علماء کے ان بیانات سے صاف اور واضح طور پر یہ ثابت ہے۔ کہ نہ صرف شیعہ عوام نے بلکہ ایران کے بہت سے شیعہ علماء نے صوفیت کو اختیار کر لیا تھا۔ اور وہ محی الدین ابن عربی کے فلسفہ وحدت الوجود کا عقیدہ اپنا بیٹھے۔ لہذا ایران کے بہت سے حجت الاسلاموں اور آیت اللہوں کی کتابوں میں صوفی نظریات واضح طور پر جھلکتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اور یہ کتابیں پاکستان میں شیعہ مجتہدین ایران کی کتابیں سمجھ کر طبع ونشر کی جارہی ہیں۔

علامہ محمد حسین ڈھکو نجفی کی کمال احتیاط
اور صفدر حسین ڈوگر صاحب کا افشائے راز

علامہ محمد حسین ڈھکو نجفی صاحب نے اپنی کتاب اصلاح الرسوم میں صفحہ نمبر 303 سے صفحہ نمبر 313 تک صوفیوں کی بدعات کا تذکرہ کیا تھا۔ اس ضمن میں صفحہ 312 پر "چند نام نہاد عرفا اسلام" کے عنوان سے یہ لکھا تھا کہ:

"ستم ظریفی یہ ہے۔ کہ آج وہ لوگ بھی تصوف وعرفان سے متاثر نظر آتے ہیں۔ جن کے پیشواؤں سے روحانی اقتدار چھیننے کے لئے تصوف کا اسلام میں کھڑاک کیا گیا تھا۔ اور صوفیہ کی سرپرستی کی گئی تھی۔"

اصلاح الرسوم صفحہ 312

علامہ صاحب کے اس بیان میں دو باتیں بیان ہوئی تھیں۔

نمبر 1= کچھ لوگوں کا تصوف وعرفان سے متاثر نظر آنا۔

نمبر 2= یہ لوگ وہ ہیں۔ جن کے پیشواؤں یعنی آئمہ طاہرین سے روحانی اقتدار چھیننے کے لئے تصوف کا اسلام میں کھڑاک کیا گیا تھا۔

جہاں تک پہلی بات کا تعلق ہے۔ تو علامہ صاحب کو یا تو معلوم نہیں ہے یا ڈرتے ڈرتے بہت ہی بچ بچ کر لکھا ہے۔ ورنہ جو شخص ہمارے اب تک کے بیان سے آگاہ ہو چکا ہے۔ وہ اچھی طرح جان چکا ہے کہ ایران میں جہاں شیعوں کے دوسرے فرقے پائے جاتے ہیں۔ وہاں صوفی شیعوں کا گروہ بھی موجود ہے۔ اور محی الدین ابن عربی وہ شخص ہے۔ جس نے وحدت الوجود کا نظریہ ایجاد کیا۔ اور بزرگ ترین شیعہ علماء متقدمین ومتاخرین کی آراء اس کے بارے میں بیان ہو چکی ہیں۔ لہذا ایران میں جب محی الدین ابن عربی کی پیروی کرنے والے وحدت الوجودی صوفی شیعوں کا وجود ہے۔ تو یہ کہنا کہ کچھ لوگ تصوف وعرفان سے متاثر نظر آتے ہیں۔ یہ تو بہت بچ بچ کر لکھنے کی بات ہے۔ بلکہ یہ تو علامہ صاحب نے کمال احتیاط کا مظاہرہ کیا ہے۔ کسی کا نام نہیں لکھا اور یہ کہا کہ: "آج وہ لوگ بھی تصوف وعرفان سے متاثر نظر آتے ہیں۔ جن کے پیشواؤں سے روحانی اقتدار چھیننے کے لئے تصوف کا اسلام میں کھڑاک کیا گیا تھا" البتہ جب شیعہ اثنا عشری صوفی دوسرے شیعوں میں گھلے ملے ہوں۔ اور ایک معاشرے کا جز بنے ہوئے ہوں۔ تو ان شیعہ اثنا عشری حضرات کا بھی جو صوفی نہیں ہیں۔ ان کے ساتھ ہر وقت کے میل جول سے متاثر ہو جانا کوئی بعید بات نہیں ہے۔ اور اس صورت میں کچھ لوگوں کے متاثر ہونے کی بات کہنا درست ہو

گا۔ لیکن اس حقیقت کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہتے کہ ایران میں پکے پکے صوفی شیعہ وحدت الوجودیہ کا وجود ہے۔ جو محی الدین ابن عربی کے نظریات کے پرچار کرنے والے ہیں۔ اور اس کے عرفان سے مرعوب ہیں۔

جہاں تک دوسری بات کا تعلق ہے۔ تو یہ بات بھی علامہ صاحب نے اپنی طرف سے نہیں لکھی۔ بلکہ آئمہ اطہار نے خود یہ بات ارشاد فرمائی ہے۔ کہ ''صوفی سب کے سب ہمارے دشمن ہیں۔ جو شخص ان کی طرف ذرا سا بھی مائل ہوا۔ وہ ہمارا شیعہ نہیں ہے۔''

''کیونکہ خلفائے بنی عباس نے لوگوں کی آئمہ طاہرین کی طرف سے توجہ ہٹانے اور ان کو جھوٹے کشف و کرامات کا مدعی بنا کر لوگوں کو ان کی طرف مائل کرنے کیلئے ان کی سرپرستی کی تھی۔ جیسا کہ آقا سید نعمت اللہ جزائری نے اپنی کتاب انوار نعمانیہ میں صوفیوں کے باطل اور فاسد عقائد کو بیان کرنے کے بعد ان کو کھڑا کرنے کی چند وجوہات لکھی ہیں۔ ان میں سے پہلی وجہ جو انہوں نے لکھی وہ یہ ہے۔ کہ

''خلفائے بنی امیہ اور بنی عباس چاہتے تھے۔ کہ کچھ لوگوں کو زھد و عبادت اور غیب گوئی کے نام سے تراشیں تاکہ وہ آئمہ طاہرین کے ساتھ معارضہ کر سکیں۔ اور اہل بیت کے علم و زہد و کمالات کو لوگوں کی نظر میں کم کر دیں۔ لہذا انہوں نے کسی کو اس فرقہ ضالہ کے سوا نہ پایا۔ کہ جو اس جرم کا ارتکاب کر سکے۔

انوار نعمانیہ نعمت اللہ جزائری

صفدر حسین ڈوگر صاحب کے انٹرویو میں جو انہوں نے اپنی کتاب ''تائید معصوم'' میں درج کیا ہے۔ محمد رضا قمی فرماتے ہیں۔ کہ:

''مولانا موصوف کو چاہیے تھا کہ جہاں انہوں نے اتنی جرات کا مظاہرہ کیا ہے۔ وہاں وہ ان متاثر حضرات کا بھی تعارف کروا دیتے۔ جنہیں وہ عرفان بافاں کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ تاکہ لوگ انہیں اچھی طرح پہچان لیتے۔ اور (ان کے بقول) ان ملحدانہ افکار کے حامل افراد سے بیزاری کا اعلان کرتے۔''

تائید معصوم۔ صفدر حسین ڈوگر صفحہ 60

معلوم ایسا ہوتا ہے۔ کہ علامہ صاحب کی یا تو مراد کوئی اور ہو گی۔ یا انہوں نے مصلحتاً پردہ میں بات کرنی مناسب سمجھی ہو گی۔ لیکن محمد رضا قمی نے اپنے انٹرویو میں خود پردہ اٹھا دیا ہے۔ اور بڑے فخر کے ساتھ محی الدین ابن عربی کے عقیدہ کی پیروی کرنے والوں کا نام بتاتے ہوئے یوں کہا ہے کہ:

''جن میں سرفہرست سید العرفاء والمجتہدین حضرت امام خمینی رضوان اللہ علیہ اور انہی کے مکتب کے تربیت یافتہ شاگرد ہیں۔ اس ہستی کا تعارف کرانا تو سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ تشیع کی تاریخ میں ہمیں علم و عمل اور تقویٰ و عرفان کے افق پر دمکتے ہوئے بے شمار ستارے نظر آتے ہیں۔ لیکن جو جامعیت حضرت امام رضوان اللہ علیہ کی ذات اقدس میں تھی۔ اور جو کام انہوں نے انجام دیا۔ وہ آئمہ طاہرین کے بعد بے نظیر ہے۔ یہاں ان کی کوئی تعریف مقصود نہیں۔ کیونکہ اولاً تو ان کی ذات کسی تعریف کی محتاج نہیں اور ثانیاً ہمارے افکار کی پرواز اس عظیم ہستی کے کمالات کی بلندیوں کو نہیں چھو سکتی۔ صرف ایک بات ہم یہاں کہیں گے۔ کہ اس ہستی کی شان میں گستاخی بلا مبالغہ امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی شان میں گستاخی کے مترادف ہے۔ کہ جس کے بارے میں کوئی دیندار آدمی سوچ بھی نہیں سکتا۔

اصلاح الرسوم میں جہاں محی الدین عربی کو تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ وہاں اس کی تعریف کرنے والوں یعنی حضرت امام رضوان اللہ علیہ کو بھی مورد ملامت ٹھہرایا گیا ہے۔ جب کہ حضرت امام وہ پہلی شخصیت نہیں کہ جنہوں نے ابن عربی کی تعریف کی ہے۔ بلکہ ان سے پہلے بھی ہمارے بہت سے جید علماء و مجتہدین نے نہ صرف اس کی تعریف کی ہے۔ بلکہ اسے شیعیان حیدر کرار میں سے قرار دیا ہے۔''

تائید معصوم صفدر حسین ڈوگر صفحہ 60

اس کے بعد محمد رضا قمی نے ان شیعہ علماء کا حوالہ دیا ہے۔ جنہوں نے تعجب کیا ہے۔ محی الدین ابن عربی کی کتاب فتوحات مکیہ کے اس بیان پر جو اس نے امام

مہدی عجل اللہ فرجہ کے ظہور کے بارے میں لکھا ہے۔

ماہیہ معصوم صفدر حسین ڈوگر صفحہ 61

اس کے بعد محمد رضا قمی امام خمینی کی طرف سے محی الدین ابن عربی کی تعریف وتمجید کرنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: "جہاں تک امام خمینی رضوان اللہ علیہ کی تعریف وتمجید کا تعلق ہے۔ تو وہ انہوں نے اس کے دقیق توحیدی مطالب و معارف کی وجہ سے اس کی تعریف کی ہے۔"

ماہیہ معصوم صفدر حسین ڈوگر صفحہ 64

نادان دوست کی دوستی کا نقصان

نادان دوستوں کی دوستی ہمیشہ نقصان ہی پہنچاتی ہے۔ اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ۔ علامہ محمد حسین ڈھکو صاحب نجفی نے کسی کا نام نہیں لکھا تھا۔ صرف اصول کی بات کی تھی۔ لہذا اس سے کسی اور طرف بھی اشارہ سمجھا جا سکتا تھا۔ کیونکہ کوئی بھی شخص جسے ایران کے حالات سے ذرا بھی آگاہی ہے۔ وہ بخوبی جانتا ہے۔ کہ شیعوں کے جتنے فرقے ہیں۔ وہ سب کے سب ایران میں پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ ایران میں حتماً و یقیناً صوفی شیعوں کا وجود بھی ہے۔ لہذا اس سے حتمی طور پر کسی فرد واحد کی طرف اشارہ نہیں ہوتا تھا۔ اور علامہ صاحب کے مذکورہ فقرہ سے کسی کو حتمی طور پر کچھ بھی پتہ نہ چلتا اور وہ فقرہ یہ تھا۔ کہ "ستم ظریفی یہ ہے۔ کہ آج وہ لوگ بھی تصوف و عرفان سے متاثر نظر آتے ہیں۔ جن کے پیشواؤں سے روحانی اقتدار چھیننے کے لئے تصوف کا اسلام میں کھڑاک کیا گیا"

لیکن صفدر حسین ڈوگر صاحب نے محمد رضا قمی کے اس انٹرویو کے ذریعہ کھول کر ان کا نام لکھ دیا کہ: محی الدین ابن عربی کے تصوف کا اتباع کرنے والوں میں سرفہرست سید العرفاء والمجتہدین حضرت امام خمینی رحمت اللہ علیہ اور ان ہی کے مکتب کے تربیت یافتہ شاگرد ہیں۔"

ماہیہ معصوم صفدر حسین ڈوگر صفحہ 60

صفدر حسین ڈوگر صاحب نے علامہ صاحب سے اپنے بغض و عناد کی وجہ سے اور انہیں اہل ایران کی نظروں میں گرانے کے لئے محمد رضا قمی کا یہ انٹرویو شائع کیا ہے۔ اور محمد رضا قمی نے برملا طور پر یہ اعلان کیا ہے۔ کہ آقائے روح اللہ خمینی کا عقیدہ توحید محی الدین ابن عربی کے عقیدہ توحید کے مطابق تھا۔ لہذا اس طرح انہوں نے خود ہی آقائے روح اللہ خمینی کو محی الدین ابن عربی کا پیرو ہونا کھول دیا۔ اور اگر وہ انکے پیرو نہیں تھے۔ تو اس طرح نادان دوست کی طرح انہیں بدنام کرنے کی کوشش کی۔

ہمیں معلوم نہیں ہے۔ کہ کیا واقعاً آقائے روح اللہ خمینی محی الدین ابن عربی کے دقیق توحیدی مطالب و معارف کا عقیدہ رکھتے تھے یا نہیں۔ ممکن ہے کہ محمد رضا قمی چونکہ قم رہ کر آئے ہیں۔ اور انہوں نے قریب سے آقائے روح اللہ خمینی کی صحبت میں رہ کر علم الیقین حاصل کر لیا ہو۔ کہ آقائے روح اللہ خمینی محی الدین ابن عربی کے دقیق توحیدی مطالب و معارف کا عقیدہ رکھتے تھے۔ یا شاید وہ خود ان کے مکتب کے تربیت یافتہ شاگردوں میں ہوں۔ اور انہوں نے محی الدین ابن عربی کے دقیق توحیدی مطالب و معارف کو اپنا لیا ہو۔ یا شاید انہوں نے اس خط کے حوالے سے جو انہوں نے گورباچوف کو لکھا تھا۔ اس سے یہ اندازہ لگایا ہو کہ آقائے روح اللہ خمینی محی الدین ابن عربی کے دقیق توحیدی مطالب و معارف کا عقیدہ رکھتے تھے۔ یا شاید انہوں نے شیخی مبلغین کے ان مضامین سے یہ اندازہ لگایا ہو جو وہ اپنے رسائل میں تواتر کے ساتھ آقائے روح اللہ خمینی کی طرف منسوب کر کے شائع کر رہے ہیں۔ جیسا کہ شیخی مبلغ سید محمد ابوالحسن موسوی نے اپنے ماہنامہ لسان صدق ماہ دسمبر 1996 جلد چہارم شمارہ نمبر 10 میں آقائے روح اللہ خمینی کی طرف نسبت دے کر ایک مضمون شائع کیا ہے۔ اس مضمون کا موضوع ہے "تجلی مطلق اور ولایت" اور اس کا پہلا ذیلی عنوان ہے "جلوہ تجلی سے جدا نہیں" اور دوسرا عنوان ہے۔ "اصل

حقیقت ذات کردگار ہے" اس عنوان کے تحت اس طرح لکھا ہے کہ:

"حقیقت کو سمجھنے کے لئے شاید دریا اور موج کی مثال سب سے بہتر ہو۔ موج کی دریا کے ساتھ نسبت ایسی ہے۔ کہ موج دریا ہے۔ لیکن دریا موج نہیں ہے۔ یہ امواج جنہیں ہم دیکھتے ہیں۔ یہ اصل میں دریا ہی ہے۔ جو موجوں کی صورت اختیار کرتا ہے۔ لیکن جب ہم اپنے اوراکات کی روشنی میں دیکھتے ہیں۔ تو ایک دریا ہے اور ایک موج بھی۔ موج دریا کی ایک عارضی کیفیت ہے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے۔ کہ اصل دریا ہے اور دریا کے سوا کچھ بھی نہیں۔ دریا کی موج وہی دریا ہے۔"

ماہنامہ لسان صدق ستمبر 1996ء ص 8-9

یہ وہی مثال ہے۔ جو محی الدین ابن عربی اور وحدت الوجود کا عقیدہ رکھنے والے دیتے ہیں۔

شاید محمد رضا قمی نے آقائے خمینی کے اس مضمون سے یہ اندازہ لگایا ہو کہ آقائے روح الخمینی محی الدین ابن عربی کے دقیق توحیدی مطالب ومعارف کا عقیدہ رکھتے تھے۔

ہمیں معلوم نہیں ہے کہ آیا واقعاً یہ مضمون آیت اللہ روح اللہ الخمینی کا ہے یا نہیں؟ اور کیا واقعاً انہوں نے گورباچوف کو محی الدین ابن عربی کا فلسفہ پڑھانے کے لئے طلبہ بھیجنے کیلئے کہا تھا یا نہیں؟ البتہ اخبارات اور رسائل میں ان باتوں کی ان کی طرف نسبت کی عام شہرت ہے۔ لیکن آج ہی ہفت روزہ رضا کار کا شمارہ مورخہ 8 تا 15 فروری 2000ء نظر سے گذرا ہے۔ یہ انقلاب اسلامی ایران کی اکیسویں سالگرہ کے موقع پر رضا کار کی اشاعت خاص ہے۔" اس میں ایک مضمون "حضرت امام خمینی کی تالیفات وتصنیفات" کے نام سے شائع ہوا ہے۔ جس کا ترجمہ وترتیب محمد رضا عابدی صاحب کی ہے۔ اس فہرست میں دو کتابوں کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

☆☆☆☆☆☆

"حاشیہ بر شرح فصوص الحکم"

کتاب "شرح فصول الحکم" علم عرفان میں بین الاقوامی شہرت کے حامل عارف شیخ اکبر محی الدین عربی کی کتاب ہے۔ جس پر اب تک متعدد شروحات لکھی جا چکی ہیں۔ اور ان تمام شروحات میں سے شرح قیصری نے زیادہ مقبولیت حاصل کی ہے۔ امام خمینی رضوان اللہ علیہا نے (اخبار میں علیہا ہی لکھا ہے) 1355ء ہجری قمری مطابق 1351ء شمسی (اخبار میں سن اسی طرح لکھے ہیں) میں اس "شرح فصول الحکم قیصری" پر اپنا تعلیقہ عربی زبان میں لکھا ہے۔ تعلیقہ لکھنے میں اپنایا جانے والا اسلوب اور طرز نگارش لکھنے والے کی علمی عظمت اور فنی مہارت کا منہ بولتا ثبوت ہونے کے ساتھ ساتھ اس بات کی بھی غمازی کرتا ہے۔ کہ مصنف کو علم عرفان کے شیخ اکبر محی الدین عربی، محمد بن اسحاق قونوی، ملا عبدالرزاق کاشانی، فرغانی، عراقی اور قیصری جیسے ماہرین فن کی آراء پر کس درجہ عبور حاصل ہے۔ یہ کتاب بھی ادارہ نشر آثار خمینی نے شرح فصول الحکم پر فٹ نوٹ اور تصحیحات کے ساتھ امام خمینی کی 100 ویں سالگرہ کے موقع پر حال ہی میں شائع کی ہے۔"

اس کے بعد دوسری کتاب کے بارے میں اس طرح لکھتے ہیں:

حاشیہ بر مصباح الانس

کتاب مصباح الانس بین المعقول والمشہود حقیقت میں محمد بن حمزہ بن محمد فناری کی لکھی ہوئی وہ شرح ہے۔ جو انہوں نے ابو المعالی محمد بن اسحاق قونوی کی کتاب "مفتاح الغیب" پر لکھی ہے۔ یاد رہے محمد بن اسحاق قونوی محی الدین بن عربی کے مشہور شاگردوں میں سے ایک ہیں۔ اور انہوں نے یہ کتاب عرفان نظری پر لکھی ہے۔"

ماخوذ از ہفت روزہ رضا کار کا شمارہ مورخہ 8 تا 15 فروری 2000ء
انقلاب اسلامی ایران کی اکیسویں سالگرہ پر اشاعت خاص

././././././

عرفان اور معرفت کی اصلاحیں

جس طرح اہل بیت پیغمبر میں سے آئمہ معصومین کے لئے "علیہم السلام" جمع کی صورت میں اور "علیہ السلام" واحد کی صورت میں لکھنا شعار شیعہ ہے۔ اور ان ہستیوں کو رضی اللہ تعالیٰ عنہم جمع کی صورت میں اور رضی اللہ تعالیٰ عنہ واحد کی صورت میں لکھنا اہل سنت کا شعار ہے۔

اسی طرح شیعوں کے نزدیک اصول دین کو صحیح طور پر جاننے اور پہچاننے کا نام معرفت ہے۔ اور صوفیوں کے نزدیک حلول واتحاد و وحدت وجود کے عقیدہ میں پختہ ہونے کا نام "عرفان" ہے۔

پس ہر وہ شیعہ جو شیعہ مکتب فکر کے اصول دین سے واقف ہے۔ اور اصول دین میں سے عقیدہ توحید کے اقسام: توحید ذات، توحید صفات، توحید افعال اور توحید عبادت کی صحیح معرفت رکھتا ہے۔ اور توحید صفات میں سے صفات ثبوتیہ اور صفات سلبیہ کو اچھی طرح سے جانتا پہچانتا ہے۔ اور وہ اس بات سے آگاہ ہے۔ کہ خدا کی صفات سلبیہ میں سے حلول واتحاد اور وحدت وجود وہ صفات ہیں۔ جن کی خدا کی ذات سے نفی لازم ہے۔ اور حلول واتحاد اور وحدت وجود کا عقیدہ آئمہ طاہرین سے لیکر تمام بزرگ ترین علمائے متقدمین ومتاخرین شیعہ حقہ جعفریہ اثنا عشریہ کے نزدیک کفر والحاد وزندقہ ہے۔ وہ ہرگز ہرگز حلول واتحاد و وحدت وجود کے عقیدہ کو عرفان یا دقیق توحیدی مطالب ومعارف تسلیم نہیں کر سکتا۔ اور محمد رضا تقی کیطرح محی الدین ابن عربی کو، علم عرفان میں بین الاقوامی شہرت کے حامل عارف شیخ اکبر محی الدین ابن عربی نہیں لکھ سکتا۔ بلکہ اسے محی الدین ابن عربی ملعون وکافر وملحد وزندیق لکھے گا۔ تبعاً لعلمائے شیعہ حقہ جعفریہ اثنا عشریہ۔

محمد رضا تقی صاحب نے اپنے انٹرویو میں جسے صفدر حسین ڈوگر صاحب نے اپنی کتاب تائید معصوم میں نقل کیا ہے۔ یہ بھی کہا ہے۔ کہ "اصلاح الرسوم" میں جہاں

محی الدین ابن عربی کو تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ وہاں اس کی تعریف وتمجید کرنے والوں یعنی حضرت امام رضوان اللہ علیہ کو بھی مورد ملامت ٹھرایا گیا ہے۔ جب کہ حضرت امام وہ پہلی شخصیت نہیں، کہ جنہوں نے ابن عربی کی تعریف کی ہو۔ بلکہ ان سے پہلے بھی ہمارے بہت سے جید علماء ومجتہدین نے نہ صرف اس کی تعریف کی ہے۔ بلکہ اسے شیعیان حیدر کرار میں سے قرار دیا ہے۔

تائید معصوم صفدر حسین ڈوگر صفحہ 61-60

اگرچہ علامہ صاحب نے ہرگز ہرگز کسی کا نام نہیں لکھا تھا۔ کہ فلاں عالم محی الدین ابن عربی کے فلسفہ سے متاثر ہے۔ لیکن "چور کی داڑھی میں تنکا" کے مصداق محی الدین ابن عربی سے عقیدت رکھنے والے پہچان گئے۔ کہ یہ تو ہمیں کہا جارہا ہے۔ "جو سید العرفاء والمجتہدین حضرت امام خمینی رضوان الیہ علیہ کے مکتب کے تربیت یافتہ شاگرد ہیں"۔

تائید معصوم صفدر حسین ڈوگر صفحہ 60-60

اس کے بعد محمد رضا تقی صاحب نے محی الدین ابن عربی کی وہ تعریف لکھی ہے۔ جو ان کے نزدیک چھ شیعہ علماء نے کی تھی۔ اور وہ تعریف خود ان کے ترجمہ کے مطابق یہ ہے۔ کہ عارف کامل شیخ محی الدین ابن عربی کے اس کلام سے میں حقیقتاً متعجب ہوا۔"

تائید معصوم صفدر حسین ڈوگر صفحہ 61-60

ان علماء کو تعجب اس بات پر ہوا۔ کہ اس نے اپنی کتاب فتوحات مکیہ کے باب 366 پر یہ لکھا ہے کہ:

"ان للہ خلیفۃ یخرج من عترۃ رسول اللہ من ولد فاطمہ یواطی اسمہ اسم الرسول۔ جدہ الحسین بن علی ابن ابی طالب یبایع بین الرکن و المقام"

اس کا ترجمہ خود محمد رضا تقی صاحب نے یہ کیا ہے۔ کہ "خدا کا ایک خلیفہ

(روئے زمین پر موجود ہے) جو خروج کرے گا۔ وہ عترت رسول اللہ میں سے ہے۔ اور اولاد فاطمہ زہرا میں سے ہے۔ وہ رسول اللہ کا ہم نام ہے۔ اور اس کے جد امجد حسین ابن علی ابن ابی طالب علیہم السلام ہیں۔ لوگ رکن و مقام کے درمیان اس سے بیعت کریں گے۔ یہ ظاہری شکل و صورت میں رسول اللہ کے مشابہ ہونگے۔

حاشیہ معصوم صفدر حسین ذو کر صفحہ 60-61

اہل سنت کی اکثریت شیعوں کے ساتھ دو باتوں میں متفق ہے

پیغمبر گرامی اسلام صلی الیہ علیہ و آلہ نے دو باتوں کی اس کثرت سے تشہیر اور نشر و اشاعت کی ہے۔ کہ ان دونوں باتوں سے کسی بھی مسلمان کے لئے مجال انکار نہیں ہے۔

پہلی بات یہ ہے کہ پیغمبر گرامی اسلام نے یہ فرمایا ہے۔ کہ میرے بعد میرے بارہ جانشین بارہ خلیفہ اور اس امت کے لئے بارہ امام ہونگے۔

یہ بات پیغمبر نے اس کثرت سے بیان کی ہے۔ کہ مسلمانوں کی حدیث کی ہر کتاب میں درج ہے۔ چاہے وہ اپنے لئے بارہ کسی کو بھی مانیں۔ اس حدیث سے کسی کو بھی انکار نہیں ہے۔ لہذا ہم کہتے ہیں کہ دیکھو صحیح مسلم میں یہ لکھا ہے۔ صحیح بخاری میں یہ لکھا ہے۔ صحیح ترمذی میں یہ لکھا ہے۔

دوسری بات جو پیغمبر گرامی اسلام نے اتنی کثرت سے بیان کی ہے۔ کہ وہ حد تواتر کو پہنچی ہے۔ اور مسلمانوں کی اکثریت اس بات کی قائل ہے۔ اور انہوں نے اسے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ ان بارہ میں پہلا علیؑ ہے اور آخری یعنی بارہواں امام مہدی ہے۔ جو دنیا کو اسی طرح سے عدل و داد سے بھر دے گا۔ جیسا کہ وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی۔ اور یہ امام مہدی کے آنے کی پیشین گوئی کا ہی نتیجہ ہے۔ کہ آج تک بے شمار لوگ مہدی ہونے کا دعویٰ کر چکے ہیں۔ مگر چونکہ دنیا اسی طرح ظلم و جور سے بھری ہوئی ہے۔ اور مہدی ہونے کے کسی بھی دعویدار سے وہ امید بر نہیں

آئی۔ لہذا اس آنے والے مہدی کا ابھی تک انتظار ہے۔

پس اگر ہم فریق مخالف کی کتابوں سے اپنے عقیدہ مہدی کی تصدیق کے لئے دلیل میں ثبوت پیش کرتے ہیں۔ اور یہ کہتے ہیں کہ دیکھو ینابیع المودۃ میں یہ لکھا ہے۔ اور مودۃ القربیٰ میں یہ لکھا ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہر گز نہیں ہے۔ کہ ہم نے اس کا شیعہ ہونا تسلیم کر لیا ہے۔ کیونکہ شیعہ اور سنی میں ایک واضح ابتدائی فرق سب کو معلوم ہے۔ کہ ابتدائی طور پر جو شخص پیغمبر کے بعد حضرت علی ابن ابی طالبؑ کو پیغمبر کا جانشین حقیقی اور خلیفہ بلا فصل مانتا ہے۔ وہ شیعہ ہے۔ اور جو شخص پیغمبر کے بعد سقیفہ بنی ساعدہ کی بیعت کے نتیجہ میں حضرت ابو بکر کو پیغمبر کا خلیفہ بلا فصل سمجھتا ہے وہ سنی ہے۔ یہی بات حجت اثنا عشری کے مصنف نے بیان کی ہے۔ اور ہر سنی یہ کہتا ہے کہ پیغمبر نے اپنے بعد کسی کو خلیفہ معین نہیں کیا تھا۔ آیئے اب یہ دیکھتے ہیں کہ محی الدین ابن عربی کا اس بارے میں کیا عقیدہ تھا۔

محی الدین ابن عربی کا خلافت کے بارے میں عقیدہ

محمد رضا قمی صاحب نے خود اپنے انٹرویو میں یہ بھی بتا دیا ہے۔ کہ آقائے روح اللہ الخمینیؒ نے محی الدین ابن عربی کی صرف اس کے دقیق توحیدی مطالب و معارف کی وجہ سے اس کی تعریف کی ہے۔ ورنہ ''شرح فصوص الحکم'' میں خلافت کے بارے میں اس نظریہ کو امام نے شدت کے ساتھ رد کیا ہے۔ اور ''فصوص الحکم'' کی نص داؤدی میں ابن عربی کی عبارت نقل کرنے کے بعد محمد رضا قمی صاحب نے اس کا ترجمہ خود اس طرح سے کیا ہے:

''یعنی خلیفہ بھی بالکل اسی طرح خدا سے احکامات اخذ کرتا ہے۔ جس طرح رسول خدا سے اخذ کرتا ہے۔ لہذا ہم اسے زبان کشف میں خلیفۃ اللہ کہتے ہیں۔ جب کہ ظاہر میں وہ خلیفہ رسول ہوتا ہے۔ اور یہی وجہ تھی۔ کہ رسول اکرمؐ وفات پا گئے۔ لیکن آپ نے اپنے خلیفہ کو معین نہیں کیا تھا۔ اس لئے کہ آپ جانتے تھے۔ کہ آپ کی

امت میں ایسے لوگ موجود ہیں۔ جو خلافت کو خدا سے خود اخذ کرلینگے۔اور اس صورت میں اگر اس کا حکم شریعت کے مطابق ہو تو وہ خدا کی جانب سے خلیفہ ہوگا۔اسی بنا پر رسول اللہ نے امر ولایت کو کسی کے لئے ممنوع قرار نہیں دیا۔"

تائید معصوم صفدر حسین ڈوگر صفحہ 64-65

محی الدین ابن عربی کی اس عبارت سے واضح طور پر ثابت ہے۔ کہ وہ شیعہ مکتب فکر سے ہرگز ہرگز تعلق نہیں رکھتا تھا۔اور اسی بنا پر شرح فصوص الحکم کی تعلیقات میں امام خمینی نے اس کا نہایت دلنشین انداز میں جواب دیا۔جیسا کہ خود محمد رضا تقی صاحب نے اپنے انٹرویو میں بیان کیا ہے۔ کہ:

"حضرت امام خمینی رضوان اللہ تعالی علیہ نے شرح فصوص الحکم پر تعلیقات میں ابن عربی کی اس عبارت کا جواب نہایت دلنشین انداز میں دیا ہے۔"

تائید معصوم صفدر حسین ڈوگر صفحہ 65

محمد رضا تقی صاحب کے انٹرویو کے ان بیانات سے ثابت ہو گیا کہ محی الدین ابن عربی کی کتاب شرح فصوص الحکم کی تعلیقات میں امام خمینی نے محی الدین ابن عربی کے دقیق توحیدی مطالب کی تو تائید میں حاشیہ لکھا ہے۔لیکن خلافت کے باب میں جو شیعوں اور سنیوں کے درمیان اصل ما بہ الاختلاف مسئلہ ہے۔اس میں امام صاحب نے محی الدین ابن عربی کی دلنشین انداز میں مخالفت کی ہے۔کیونکہ محی الدین ابن عربی نے خلافت کے بارے میں جو کچھ لکھا تھا۔ وہ سنی مکتب فکر کے مطابق تھا۔اور امام خمینی نے اس کا جواب شیعہ مکتب فکر کے مطابق دیا تھا۔ چنانچہ خود محمد رضا تقی صاحب نے خود اپنے انٹرویو میں امام خمینی کے جواب کو اس طرح سے بیان کیا ہے کہ:

"مناصب الہی چونکہ عام لوگوں کی نظروں سے پنہاں ہوتے ہیں۔لہذا نص کے ذریعہ ان کی تصریح اور وضاحت ضروری ہے۔

قسم بخدا خلافت کے بارے میں وضاحت اور تصریح رسول اللہ کے سب

سے بڑے فرائض میں سے ایک تھی۔کیونکہ اس عظیم کام میں سستی سے امت کے امور میں خلل پڑ جاتا۔اساس نبوت ختم ہو کر رہ جاتی۔اور آثار شریعت مضمحل ہو جاتے۔اور یہ اتنی بری اور قبیح بات ہے۔کہ جسے ایک عام آدمی سے منسوب نہیں کیا جا سکتا۔چہ جائیکہ اسے رسول اللہ سے نسبت دی جائے۔"

تائید معصوم صفدر حسین ڈوگر صفحہ 66

امام خمینی کے اس بیان سے ثابت ہو گیا کہ وہ بھی محی الدین ابن عربی کو شیعہ نہیں سمجھتے تھے۔اور انہوں نے اس کے شیعہ ہونے کو اپنے اس بیان کے ذریعہ رد کردیا ہے۔لہذا محمد رضا تقی صاحب نے جن چھ علماء کے بارے میں یہ کہا ہے کہ وہ محی الدین ابن عربی کو شیعیان حیدر کرار سے سمجھتے تھے۔اس میں کیا وزن رہ جاتا ہے۔

حقیقت یہ ہے۔کہ بہت سے بزرگ علمائے اہل سنت نے بھی پیغمبر گرامی اسلام کی ان احادیث کی بناء پر جو آنحضرت نے کثرت سے بیان کی ہیں۔اور شہرت عام کا درجہ حاصل کرچکی ہیں۔اہل بیت پیغمبر اور امام مہدی کی شان میں ایسی باتیں لکھ دی ہیں۔جنہیں دیکھ کر بعض شیعہ علماء کو حسن ظن کی بنا پر یہ گمان ہوا۔کہ یہ بیان کرنے والا شیعہ ہے۔حالانکہ ان کا اہل سنت سے ہونا مسلمہ اور کسی شک و شبہ سے بالا ہے۔

عرفان وتصوف اور امام خمینی

ہفت روزہ رضا کار سے محمد رضا عابدی صاحب کے مضمون کے اقتباسات سابق میں درج ہو چکے اب ہم ماہنامہ العارف فروری 2000ء سے جو انقلاب اسلامی ایران کی 21ویں سالگرہ اور امام خمینی کے صد سالہ جشن ولادت کی مناسبت سے خاص نمبر ہے۔مذکورہ عنوان یعنی "عرفان وتصوف اور امام خمینی" کے چند اقتباس ذیل میں پیش کرتے ہیں۔یہ مضمون محمد امین شہیدی کا تحریر کردہ ہے۔وہ اس مضمون کا آغاز اس طرح سے کرتے ہیں:

"علم عرفان یا تصوف اسلام میں ایک علم کی حیثیت سے اپنا ایک مقام رکھتا

ہے۔ اسلامی آئیڈیالوجی کا وسیع مطالعہ رکھنے والے لوگوں کی آرا اس علم اور اس کے عالمین کے بارے میں متفاوت و مختلف ہیں۔

حضرت امام خمینی رضوان اللہ تعالی علیہ نے اس موضوع پر اپنی مختلف کتب میں تفصیلی اور سیر حاصل گفتگو کی ہے۔ آپ کی بعض کتب میں اس علم اور اس کے مدارج و منازل اور لطیف نکات کے حوالے سے اشارے اور نکتے ملتے ہیں۔ اور بعض کتب مستقل طور پر اس موضوع پر تالیف فرمائی ہیں۔ جن میں ''مصباح الانس'' جیسی دقیع اور دقیق کتاب پر آپ کا حاشیہ شامل ہے۔

امام خمینی کے عرفانی نظریات اور لطیف افکار ان کی غزلوں' تقاریر اور تحریروں سے عیاں ہیں۔ اور ان کے مطالعہ سے طالبین حق کی پیاس بجا طور پر بجھ سکتی ہے۔

ماہنامہ العارف فروری 2000ء صفحہ 17

اس کے بعد اس سے اگلے صفحہ پر اس طرح سے لکھا ہے:

''یہ نکتہ بھی بہت اہم ہے۔ کہ ہمارے معاشرے میں صوفی' صوفیا' صوفیہ اور تصوف کی اصطلاحیں زیادہ رائج ہیں۔ جب کہ ایرانی معاشرے میں عرفان' عرفاء اور عارف کی اصطلاحیں زیادہ ہوتی ہیں۔ اہل عرفان کو جب ثقافتی' نظریاتی۔ اور علمی حوالے سے یاد کیا جاتا ہے۔ تو انہیں عرفا کہا جاتا ہے۔ اور جب معاشرتی رسوم و رواج رہن سہن' بود و باش' اور طور طریقوں کے اعتبار سے مخاطب کیا جاتا ہے۔ تو غالباً انہیں متصوفہ کا نام دیا جاتا ہے۔ عرفا اور متصوفہ اسلام کا ایک الگ فرقہ نہیں' بلکہ تمام فرقوں میں موجود وہ لوگ ہیں' جنہوں نے دوسروں سے قدرے مختلف انداز زندگی اپنایا۔ اور افکار و عقائد' آداب و رسوم' حتی کہ لباس اور عبادت گاہ کے حوالے سے بھی دوسروں سے قدرے ممتاز نظر آئے۔ اور خانقاہوں میں سکونت کی وجہ سے گروہ کی شکل اختیار کر گئے۔ البتہ عالم اسلام میں بالعموم اور مکتب تشیع میں بالخصوص ایسے عرفاء موجود رہے ہیں۔ اور موجود ہیں۔ جن کا طرز زندگی دوسرے انسانوں کی طرح ہی ہے۔ اور ان کی اور دوسروں کی زندگی میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔

ماہنامہ العارف فروری 2000ء صفحہ 18

پھر اس سے اگلے کالم میں لکھتے ہیں:

آپ کی گرانقدر کتاب چہل حدیث کا بیشتر حصہ عرفان ہی کے موضوع پر مشتمل ہے۔ ایک کتاب ''جہاد اکبر'' ہے۔ جو حوزہ علمیہ نجف میں آپ کے عرفانی دور پر مشتمل کتاب ہے۔ عرفان کا دوسرا پہلو ''عملی عرفان'' ہے۔ جس کا میدان قلب انسانی ہے۔ اور اس کا تعلق واردات قلبی سے ہے۔ اس میدان میں امام خمینی حوزہ علمیہ قم کے مدرسہ فیضیہ اور مسجد سلاسی میں شرح منازل السائرین اور حدیث جنود عقل و جہل کی توضیح و تشریح میں بہت سالوں تک تدریس کرتے رہے۔

ماہنامہ العارف فروری 2000ء صفحہ 19

پھر اس سے اگلے کالم میں لکھتے ہیں:

ان بکھرے راستوں کو اس سفر میں پیش آنے والی منزلوں کو اور سفر انسانیت کی آخری منزل کو اہل علم و فضل نے ایک علم کی شکل دینے کی جدوجہد شروع کر دی ہے۔ اور اس سلسلہ میں بایزید بسطامی سے بوعلی تک' محی الدین ابن عربی سے جلال الدین رومی تک' شیخ شہاب الدین اشراقی سے ملا صدرا شیرازی تک' حافظ شیرازی سے امام خمینی تک' سب نے اپنا اپنا کردار ادا کیا۔ جس کے نتیجے میں ''اسلامی ثقافت'' کے دام میں عرفان ایک علم کی حیثیت سے پروان چڑھا۔

اب تک کی گفتگو سے یہ بات واضح ہو چکی ہے۔ کہ عرفان اصل میں مکتب اسلام کی آغوش ہی میں پرورش یافتہ ''علم'' ہے۔ جس کے دو اہم پہلو ہیں۔ ایک عرفان نظری جس کا تعلق افکار کی دنیا سے ہے۔ اس موضوع پر امام خمینی نے فصوص الحکم ابن عربی اور مقدمہ قیصری کی سالہا سال تدریس فرمائی اور گرانقدر آثار چھوڑے۔

ماہنامہ العارف فروری 2000ء صفحہ 19

اس کے بعد ان کے عرفان کے موضوع پر کچھ آثار کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے

ہیں۔ کہ:

"عرفان ہی کے موضوع پر آپ نے شرح فصوص الحکم مصباح الانس اور مفتاح پر حواشی تحریر فرمائے۔ جو اہل فن کے لئے فکر اور معرفت کے نئے دریچے کھول دیتے ہیں"

ماہنامہ العارف فروری 2000 صفحہ 19

ہفت روزہ رضا کار 8 تا 15 فروری 2000 کا مضمون "حضرت امام خمینی کی تالیفات و تصنیفات" اور ماہنامہ العارف فروری 2000 کا مضمون انقلاب اسلامی ایران کی اکیسویں سالگرہ اور امام خمینی کے صد سالہ جشن ولادت کی مناسبت سے شائع ہوئے ہیں۔ ان سے جو باتیں خاص طور پر علم میں آئی ہیں۔ وہ یہ ہیں۔

نمبر 1= جس مکتب فکر اور نظریہ کو دوسرے تصوف' صوفی' صوفیا۔ اور صوفیہ کہتے ہیں۔ اسی مکتب فکر کے حامل اشخاص و افراد کو اہل ایران "عرفان' عرفا" اور عارف کہتے ہیں۔

نمبر 2= اس مکتب فکر کو تصوف کہا جائے یا عرفان اس کے استادان فن میں بایزید بسطامی' محی الدین ابن عربی جلال الدین رومی' اور شیخ شہاب الدین اشراقی کا نام آتا ہے۔ اور انہی کی پیروی کرتے ہوئے سید العرفاء امام خمینی نے عرفان کو ایک علم کی حیثیت سے پروان چڑھایا ہے۔

نمبر 3= سید العرفاء امام خمینی نے جتنی کتابیں لکھی ہیں۔ ان سب کو عرفان کے سانچے میں ڈھالا ہے۔ اور محی الدین ابن عربی کی کتاب فصوص الحکم کی شرح پر حاشیہ اور محی الدین ابن عربی ہی کے شاگرد ابو المعالی محمد بن اسحاق قونوی کی کتاب "مفتاح الغیب" کی شرح پر جسے محمد بن حمزہ بن محمد فناری نے مصباح الانس کے نام سے لکھا تھا۔ اور جو خالص عرفان کے موضوع پر ہے۔ حاشیہ لکھا ہے

نمبر 4= سید العرفاء امام خمینی اپنے شاگردوں کو مدرسہ فیضیہ قم میں سالہا سال عرفان ہی کا درس دیتے رہے۔ اور جب آپ جلاوطن ہو کر عراق پہنچے تو وہاں بھی اپنی عرفان کے موضوع پر مشتمل کتابوں کا ہی اپنے شاگردوں کو درس دیتے رہے۔

نمبر 5= امام خمینی نے محی الدین ابن عربی کی کتاب اور مقدمہ قیصری کی سالہا سال تدریس فرمائی"

ماہنامہ العارف فروری 2000 صفحہ 19

کوئی شخص یہ نہ سمجھے' کہ ہم نے کسی پر کوئی تہمت لگائی ہے۔ یا کسی قسم کی توہین کی ہے۔ بلکہ ان مضامین میں' جو ہفت روزہ رضا کار 8 تا 15 فروری 2000ء اور ماہنامہ العارف ماہ فروری 2000ء اور سہ ماہی رسالہ الثقلین ماہ جنوری تا ماہ مارچ 2000ء میں شائع ہوئے ہیں۔ مدح اور تعریف کے انداز میں یہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ بایزید بسطامی نے سب سے پہلے تصوف و عرفان کو علم کی شکل دی۔ اور تصوف و عرفان کی علم کی شکل دینے کی یہ جدوجہد بایزید بسطامی سے شروع ہو کر محی الدین ابن عربی۔ جلال الدین رومی اور ملا صدرا شیرازی سے ہوتے ہوئے امام خمینی تک پہنچتی ہے۔ اور ان سب نے تصوف و عرفان کو علم کی شکل دینے میں اپنا اپنا کردار ادا کیا ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ صوفی چاہیے شیعہ کہلاتا ہو یا سنی تصوف و عرفان کو علم کی شکل دینے میں ان سب کے پیر و مرشد بایزید بسطامی اور محی الدین ابن عربی وغیرہ ہی ہیں۔ اور یہ سب باتیں مذکورہ اخباروں میں مدح اور تعریف کے طور پر لکھی گئی ہیں۔

ان مضامین سے ہمارے علم میں اضافہ ہوا

جب سید العرفاء امام خمینی نے سابقہ سویت یونین روس کے آخری سربراہ میخائیل سرگیوچ گورباچوف کے نام اپنا وہ مشہور و معروف خط لکھا' جو ہمارے اخبارات کی زینت بنا۔ اور جسے ممتاز عالم دین آیت اللہ جوادی آملی نے ماسکو میں گورباچوف کو پڑھ کر سنایا۔ تو ہم اس خط میں امام خمینی کی طرف سے گورباچوف کو اس بات کی دعوت دینے پر' کہ وہ روس سے طلبہ کو قم ایران بھیجے' ہم انہیں محی الدین ابن عربی کا فلسفہ پڑھائیں گے۔ حیران رہ گئے۔ اور ہماری حیرانی کا سبب یہ تھا۔ کہ تمام

متقدمین ومتاخرین بزرگ ترین علمائے شیعہ نے تصوف کو علی العموم اور محی الدین ابن عربی کے فلسفہ کو علی الخصوص سب سے زیادہ کفر والحاد وزندقہ و بے دینی قرار دیا ہے۔ یہ امام خمینی نے محی الدین ابن عربی کے فلسفہ کو اسلام کیسے بنا دیا؟

چنانچہ ایک دفعہ میں نے کلیۃ اہل البیت کے پرنسپل جناب محترم مولانا قاضی غلام مرتضٰی صاحب سے امام بارگاہ مہاجرین چنیوٹ میں اس بارے میں پوچھا۔ کہ یہ امام خمینی نے کیا فرما دیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ یہ سیاسی بیان ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ انہیں بھی اصل حقیقت کا علم نہیں تھا۔ کہ امام خمینی سید العرفاء ہیں اور ان کا سارا درس وتدریس کا سلسلہ عموماً عرفان ہی پر ہوتا ہے۔ اور وہ محی الدین ابن عربی کی فصوص الحکم کا نہ صرف درس دیتے رہے ہیں۔ بلکہ انہوں نے شرح فصوص الحکم کے حاشیہ پر بھی تعلیقات تحریر کیے ہیں۔ لہذا گورباچوف کو روس سے محی الدین ابن عربی کا فلسفہ پڑھانے کے لئے طلبہ بھیجنے کی دعوت بالکل مبنی بر حقیقت تھی۔ کیونکہ وہ سالہا سال سے اسی کا درس دے رہے تھے۔ اور اب انقلاب اسلامی ایران کی مناسبت سے جو مضامین شائع ہوئے ہیں۔ ان سے ہمارے علم میں ان حقائق کا خصوصیت کے ساتھ اضافہ ہوا ہے۔ اور یہ شک دور ہو گیا کہ امام خمینی ایسا نہیں لکھ سکتے۔

کتاب ''از کوئے صوفیان تا حضور عارفان'' کے اقتباسات

انقلاب اسلامی ایران سے بہت پہلے ایک کتاب: ''از کوئے صوفیان تا حضور عارفان'' سید تقی واحدی صالح علیشاہ نے تالیف کر کے ایران میں طبع کرا کر شائع کی تھی۔ اب اس کتاب کا ''انصاریان پبلیکیشنز قم نے نثار احمد زین پوری سے اردو زبان میں ترجمہ کرا کر رجب المرجب 1419ھ میں چھپوا کر 2000 کی تعداد میں شائع کیا ہے۔ اور یہ کتاب حال ہی میں ایران سے پاکستان میں درآمد ہوئی ہے۔ اس کے چند اقتباسات قارئین کے ملاحظہ کے لئے پیش کیے جاتے ہیں۔ اصل

کتاب کے مترجم اس کے پیش لفظ میں ''ہندوستان میں اسلامی تصوف'' کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

''آج سے نو سو یا ہزار سال قبل جب مسلمانوں نے ہندوستان کا رخ کیا تھا۔ تو اس وقت صوفی حضرات ہندوستان میں پہنچ چکے تھے۔ چونکہ ان کے افکار ونظریات ہنود کے مسلک سے کافی مشابہ تھے۔ اس لئے تصوف کو پھولنے پھلنے میں زیادہ دیر نہیں لگی۔ اس سے ہندو اور مسلمان ایک دوسرے سے نزدیک بھی ہو گئے تھے۔ کیونکہ ہندوؤں کو مسلمان صوفیوں کے فسلفہ وحدت الوجود میں اپنے ویدانیت کے فسلفہ کی جھلک نظر آئی تھی۔

کتاب از کوئے صوفیان تا حضور عارفان صفحہ 13

اس کے بعد فاضل مترجم نے ہندوستان کے صوفیوں، معین الدین چشتی' داتا گنج بخش ہجویری' خواجہ بختیار کاکی' مجدد الف ثانی' سلسلہ جنیدیہ۔ اور سلسلہ قادریہ وغیرہ ہندوستانی صوفیوں کے مختلف سلسلوں کے حالات لکھے ہیں۔

اس کے بعد اصل کتاب کا متن شروع ہوتا ہے۔ فاضل مولف سید تقی واحدی صالح علی شاہ نے ابتداء میں تصوف کے معنی کی تحقیق تصوف کی اصل۔ لفظ صوفی کے اشتقاق وغیرہ کے عنوانات کے تحت خامہ فرسائی کی ہے۔ اور پھر ''تصوف میں غیر اسلامی علامات'' کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

''اہم بات یہ ہے۔ کہ بڑے صوفیوں نے بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ابن عربی نے محاضرات الابرار جلد 2 میں دعویٰ کیا ہے۔ کہ اولین صوفیوں میں اکثر نے مسیحی راہبوں سے ملاقات کی اور دین کے امور میں ان سے مشورہ لیا''

صوفیوں کے متاخرین میں سے جناب سلطان حسین تابندہ کا عقیدہ ہے۔ کہ عرفاء اسلام میں جو فنا کی اصطلاح ہے۔ وہ بودھ مذہب والوں کی نروان والی اصطلاح سے مشابہ ہے۔ البتہ عرفاء کا استعمال اس لئے کیا ہے۔ تا کہ عرفان وتصوف کو غلط ملط کر دیں۔

جناب کیوان سمیعی وحدت وجود کے بارے میں بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ یونان میں یہ دینی مسئلہ نہیں تھا۔ اسکے برعکس ہندوستان میں یہ دین سے مخلوط ہو گیا تھا۔ چنانچہ مذہبی ''وید'' میں لکھا ہے۔ برھمہ، یعنی خدا نے خلقت کے موقع پر فرمایا ہے۔ میں ایک ہوں۔ لیکن کثیر ہو جاؤنگا۔ اسی کتاب میں دوسری جگہ تحریر ہے۔ کہ بیشک ''خدا ایک ہے'' جو کبھی کاشتکار کی صورت میں آجاتا ہے' اور زمین پر زراعت کرتا ہے۔ اور پانی بن کر زمین کو سیراب کرتا ہے۔ کہتے ہیں: اس عقیدہ کا تصوف پر اتنا زیادہ اثر ہے کہ محتاج بیان نہیں ہے۔

کتاب ازکوئے صوفیان تا حضور عارفان صفحہ 42
بحوالہ شرح گلشن راز صفحہ 36-37

تصوف کی اسلام سے جنگ

فاضل مولف سید تقی واحدی مذکورہ عنوان کے تحت لکھتے ہیں۔

''اسلامی صوفی۔ خصوصاً وہ صوفی جو اس زمانے میں خود کو شیعہ ظاہر کرے۔ کی یہ کوشش رہی ہے۔ کہ عنوان تصوف و اسلام کو ختم کر کے تصوف' اسلام کو ایک ساتھ پیش کریں۔ کیونکہ تصوف و اسلام سے یہ راز ہویدا ہوتا ہے۔ کہ تصوف اسلام سے خارج ہے۔

یہاں تک کہ انہوں نے یہ عزم کیا۔ کہ ایران میں تحریک تصوف کی کھوج کی جائے۔ اور اس کی تحقیق و
تجزیہ کیا جائے۔ لیکن پھر بھی یہ حساسیت ظاہر ہوتی ہے۔ لکھتے ہیں:

اس بنا پر یہ بات درمیان میں لانا' کہ ایران میں سیر و حرکت تصوف در حقیقت ایران اور تمام نئے مسلمان ہونے والوں میں اسلام کے سرچشمہ سے بحث ہے'

کتاب ازکوئے صوفیان تا حضور عارفان صفحہ 45
بحوالہ خورشید تابندہ صفحہ 26

پھر لکھتے ہیں:

لیکن کہیں کہیں مجبوراً اپنا پسندیدہ مسئلہ ''نعرہ اسلام'' ہی عرفان ہے۔ اور عرفان تصوف کے علاوہ کوئی چیز نہیں ہے۔ کو نظر انداز کر دیا ہے۔ اور لکھا ہے۔ سب سے پہلے جس طائفہ نے خود کو رسمی طور پر عارف کہا۔ اور اپنے طریق کو عرفان قرار دیا۔ وہ صوفیوں کا طائفہ تھا۔ چنانچہ ان معنی میں عرفان و عارف کی اصطلاح تصوف و صوفی کے ساتھ یا اس کے بعد وجود میں آئی۔

کتاب ازکوئے صوفیان تا حضور عارفان 46
بحوالہ رسالہ رفع شبہات صفحہ 110

پھر لکھتے ہیں۔ کہ:

خلاصہ: اس اعتبار سے تصوف ہی عرفان یعنی خالص تشیع اور اسلام ناب محمدی کی روح ہے۔ اور اسی طرح صوفیوں کے سربراہ کو موثق اسلامی رجال اور کامل علماء محققین میں سے جانا ہے۔

کتاب ازکوئے صوفیان تا حضور عارفان صفحہ 46
بحوالہ جواہر الکلام تالیف پرویز خان سلماسی صوفی ذہبی صفحہ ب

اس کے بعد لکھتے ہیں کہ:

''اور ان کے شیوخ کو علماء دین سے بلند و برتر قرار دیا ہے۔ اس فرق کے ساتھ کہ علماء احکام ظاہری اور ابلاغ شریعت پر مامور ہیں۔ اور صوفی باطن اسلامی کی طرف دعوت دینے پر متعین ہیں۔

کتاب ازکوئے صوفیان تا حضور عارفان صفحہ 46
بحوالہ خورشید تابندہ صفحہ 15-16

اسلام میں تصوف

فاضل مولف سید تقی واحدی مذکورہ عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

لفظ صوفی۔ خواہ کسی بھی لغت' عربی یا غیر عربی سے مشتق ہو۔ لیکن اتنا مسلم ہے کہ مرحوم علامہ محقق' جلال ہمائی کی تحقیق کے مطابق اس کا استعمال زمانہ رسول میں

نہیں تھا۔ اسے کوئی بھی نہیں جانتا تھا“

کتاب اڑ کوے صوفیان تا حضور عارفان صفحہ 53
بحوالہ مقدمہ مصباح الھدایہ ومفتاح الکفایہ صفحہ 81

پھر لکھتے ہیں:

”اور مرحوم ڈاکٹر اسد اللہ کی دقیق تحقیق یہ ہے: ”یہ لفظ تصوف یا صوفی اسلام کی ان دو نمایاں شخصیتوں یعنی رسول صلعم اور حضرت علیؑ کے زمانہ کی اصطلاحات میں سے نہیں ہے۔ یقیناً جعلی ہے۔ اور اس کی کوئی سند نہیں ہے۔

کتاب اڑ کوے صوفیان تا حضور عارفان صفحہ 53

پھر لکھتے ہیں:

بلکہ تحقیق سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ اس کا استعمال دوسری صدی ہجری کے اواخر سے شروع ہوا ہے۔ جیسا کہ ابن جوزی لکھتے ہیں: اسم صوفی دوسری صدی ہجری ختم ہونے سے کچھ قبل وجود میں آیا ہے۔ اور رسولؐ کے زمانہ میں اسلام میں لوگوں کی طرف ایمان و اسلام کی نسبت دی جاتی تھی۔ اور کہا جاتا تھا۔ مسلم و مومن' پھر زاہد و عابد کا لفظ وجود میں آ گیا۔ پھر ایک گروہ پیدا ہو گیا“

کتاب اڑ کوے صوفیان تا حضور عارفان صفحہ 53
بحوالہ تلبیس ابلیس ابن جوزی صفحہ 170 تا 173

پھر لکھتے ہیں:

ابوالقاسم قشیری' جو کہ اہل سنت سے ہیں۔ جنہیں صوفی امام کہتے ہیں' اور سعد ابن خلدون کا عقیدہ ہے کہ دوسری صدی ہجری کے اواخر میں مسلمانوں کے درمیان میں کچھ لوگ نمودار ہوئے۔۔ جو کہ عجیب و غریب طریقہ سے زندگی گذارتے تھے۔ کہ ان کے ظاہری حالات و کردار اسلام کے مشابہ نہیں تھے۔ لامحالہ انہیں نام دیا جاتا تھا۔ اور وہ نیا نام صوفی تھا۔ کیونکہ وہ صوفی اون کا لباس پہنتے تھے۔

کتاب اڑ کوے صوفیان تا حضور عارفان صفحہ 57
بحوالہ رسالہ قشیریہ ص 7 مقدمہ ابن خلدون فصل 467

پھر لکھتے ہیں:

مذکورہ بحث سے بغیر کسی تردید کے یہ ثابت ہو گیا۔ کہ دوسری صدی ہجری تک اسلام میں تصوف و صوفی کا نام و نشان نہیں تھا۔ اور اس زمانہ میں کوئی اس کا سراغ نہیں لگا سکا تھا۔ جناب سلطان حسین تابندہ گنا آبادی نے بھی لکھا ہے: کہ یہ کلمہ اسلام میں اس وقت وجود میں آیا کہ جب مسلمانوں نے یونانی علوم کی تحصیل کا سلسلہ شروع کیا' اور ضمنی طور پر یونانی الفاظ کو عربی رسم الخط میں لے آئے تھے۔

کتاب اڑ کوے صوفیان تا حضور عارفان صفحہ 57
بحوالہ نابغہ علم و عرفان صفحہ 48 طبع 3 133

اس کے بعد لکھتے ہیں:

اسلام میں تصوف کے وجود میں آنے کو اس روایت سے مشخص کیا جا سکتا ہے۔ جو کہ احمد بن محمد بزنطی سے منقول ہے۔ وہ کہتے ہیں: امام جعفر صادقؑ سے ایک شخص نے عرض کیا: کہ آج کل ایک گروہ پیدا ہو گیا ہے۔ جس کو صوفی کہا جاتا ہے۔ ان کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا:

”صوفی ہمارے دشمن ہیں۔ جو ان کی طرف جھکے گا۔ وہ بھی ان ہی میں سے ہے۔ اور انہیں کے ساتھ محشور ہو گا۔ اور عنقریب کچھ لوگ ایسے پیدا ہو جائیں گے۔ جو ہماری محبت کا دعویٰ کریں گے۔ اور ان کی طرف بھی مائل ہو نگے۔ اور ان کے مشابہ بنیں گے۔ خود کو ان کے لقب سے پہنچوائیں گے۔ اور ان کی باتوں کی توجیہ و تاویل کریں گے۔“

کتاب اڑ کوے صوفیان تا حضور عارفان صفحہ 57

پھر اگلے صفحہ پر لکھتے ہیں:

حضرت امام حسن عسکری فرماتے ہیں: امام جعفر صادقؑ سے ابو ہاشم کوفی کے بارے میں پوچھا گیا: تو

آپ نے فرمایا۔ اس کا عقیدہ غلط و فاسد ہے۔ اس نے بدعت سے ایک مذہب ایجاد کیا ہے۔ جسے تصوف کہا جاتا ہے۔ اس نے اپنے ناپاک عقیدہ کی پناہ گاہ بنالیا ہے۔

کتاب اڑ کوے صوفیان تا حضور عارفان صفحہ 58

بحوالہ اثنا عشریہ شیخ ص 22

تصوف میں شریعت کی حیثیت

مذکورہ عنوان کے تحت فاضل مولف اس طرح سے لکھتے ہیں:

شریعت نبوی کے دستورات و مقررات کی پابندی کو جن کو فروع دین کہا جاتا ہے۔ دین اسلام کے واجبات میں شمار کیا جاتا ہے۔ اور اسے انجام نہ دینے کے سلسلہ میں کوئی عذر بھی قابل قبول نہیں ہے۔ بلکہ کبھی ترک نماز دائرہ دین سے خارج ہونے کا سبب ہوتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ ''بندے اور شرک کے درمیان ترک نماز کا فاصلہ ہے۔ اگر ترک نماز کرے گا' تو کافر ہو جائے گا۔

کتاب از کوے صوفیاں تا حضور عارفان صفحہ 72-71

بحوالہ تاریخ الصفا صفحہ 506

پھر اگلے صفحے پر صوفیوں کا عمل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''شیخ لاہیجی مولف کتاب عقائد سے نقل کرتے ہیں۔ جب بندے کا دل پاکیزہ ہو جاتا ہے۔ اور خدا کی محبت اور دوستی سے سرشار ہو جاتا ہے۔ اور غیب پر ایمان اس کے دل میں استوار ہو جاتا ہے۔ تو پھر اس سے تکلیف و پابندی اٹھالی جاتی ہے۔ اور پھر بڑے گناہوں کا ارتکاب بھی اسے جہنم میں نہیں لے جا سکتا۔ بعض اشخاص کا خیال ہے۔ کہ ایسے شخص کا اپنے بارے میں سوچنا ہی عبادت ہے۔ اور ظاہری عبادتیں ان کے لئے ضروری نہیں ہیں''

کتاب از کوے صوفیاں تا حضور عارفان صفحہ 73

بحوالہ شرح گلشن راز ص 202 حاشیہ نمبر 2

اس کے بعد لکھتے ہیں:

یہ مولوی کا قول ٹھیک چاہیے۔ وہ مثنوی کی جلد پنجم کے دیباچہ میں لکھتے ہیں۔ شرع کی مثال ایک شمع کی سی ہے۔ جو کہ راستہ دکھاتی ہے۔ شمع کے بغیر راستہ نہیں ملتا۔ اور جب آپ راہ پر لگ گئے تو پھر یہ آپ کا چلنا طریقت ہے۔ اور جب آپ منزل پر پہنچ گئے۔ تو یہ حقیقت ہے۔ اور اسی لئے صوفیوں نے کہا ہے۔ جب حقائق

ظاہر ہو جاتے ہیں۔ تو شریعت باطل ہو جاتی ہے۔ اسی سے ڈاکٹر قاسم غنی نے نتیجہ نکالا ہے ''پکا صوفی یہ نہیں چاہتا' کہ وہ شریعت کے قوانین اور معاشرہ کے مصنوعی آداب و رسوم کی زنجیر میں خود کو قید کرے''۔

کتاب از کوے صوفیاں تا حضور عارفان صفحہ 73

بحوالہ تاریخ تصوف در اسلام ص 186

خدائی کا دعویٰ

مذکورہ عنوان کے تحت اس طرح سے لکھا ہے:

جن اہم مسائل کو ملحوظ رکھنا چاہیئے۔ اور جنہیں صوفی بے پناہ کوشش کے باوجود تصوف اور صوفیانہ زندگی سے محو نہیں کر سکے ہیں۔ انہیں میں سے ایک اس مرتبہ و منزلت کا دعویٰ کرنا ہے۔ کہ جسے خدائی کا دعویٰ کرنا کہہ سکتے ہیں۔

کتاب از کوے صوفیاں تا حضور عارفان صفحہ 80

اس کے بعد اگلے صفحہ پر لکھتے ہیں:

''اس گروہ کا دعویٰ ہے کہ صوفی اس منزل پر پہنچ جاتا ہے۔ جہاں من و تو کا فرق نہیں رہتا' ایسی خود پسندی کے باوجود اس مقام کا دعویٰ کیسے کرتے ہیں۔ جو کہ اس کے منافی ہے؟ تصوف اور صوفیوں کی ابتداء ہی سے ایسے شرک آمیز دعوے ہوتے رہے ہیں۔ جیسے منصور نے کہا۔ ''انا الحق'' یہ فرعون کے قول ''انا ربکم الاعلیٰ'' جیسا دعویٰ ہے۔''

کتاب از کوے صوفیاں تا حضور عارفان صفحہ 81

مذہب تصوف کے سربراہ

مذکورہ عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

ابو ہاشم پہلا شخص ہے۔ جس کو صوفی کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ اور تصوف کے نمائندگان کے پہلے طبقہ میں وہی لوگ شمار ہوتے ہیں۔ جو کہ دوسری صدی کے اواخر میں اور تیسری صدی کے اوائل میں گذرے ہیں۔ اور انہیں کے افکار و خیالات

اسلام میں تصوف کی بنیاد قرار پاتے ہیں۔ تصوف کی کتابوں سے یہ بات ہویدا ہے۔ کہ اولین صوفی نہ صرف شیعہ نہ تھے۔ بلکہ انہوں نے اپنا راستہ بھی آئمہ اہل بیت سے جدا کر لیا تھا۔ فقہ و اعتقاد میں وہ آئمہ طاہرین کے دشمنوں کے طریقہ پر عمل کرتے تھے۔

کتاب از کوئے صوفیان تا حضور عارفان صفحہ 87

اس کے بعد صوفیوں کے کچھ سربراہوں کا حال لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

161ھ میں سفیان ثوری سب سے بڑے صوفی تھے۔ یہی وہ شخص ہے۔ جس نے حضرت امام جعفر صادقؑ کے لباس پر اعتراض کیا تھا۔ اور یہی شخص جعلی حدیث کو آپؑ کی طرف منسوب کرتا تھا۔ ہمیشہ آئمہ اہل بیت اور ان کے مذہب کا مخالف رہا ہے۔

کتاب از کوئے صوفیان تا حضور عارفان صفحہ 87
بحوالہ تشیع اتصال صفحہ 2 ص 38-35

صوفیوں کے شیخ الطائفہ جنید بغدادی کہ تصوف کے تمام فرق اپنے فرقوں کو ان ہی سے منسوب کرتے ہیں۔ سفیان ثوری کے مذہب پر تھے اور ان کے شاگرد تھے۔''

کتاب از کوئے صوفیان تا حضور عارفان صفحہ 86
بحوالہ نفحات الانس ص 80

غرض کئی بزرگان و سربراہاں صوفیہ کا حال لکھنے کے بعد لکھتے ہیں:

بایزید بسطامی کہ جنہیں سلطان العارفین کہا جاتا ہے۔ حنفی المذہب تھے۔ ایسے ہی 426 میں صوفی ابو اسحٰق ابراہیم ابن شہریار کارونی کہ جن کا فرقہ اویسیہ کے شجرہ میں نام لیا جاتا ہے۔ حنبلی ہیں۔ اور ان صوفیوں میں شمار ہوتے ہیں۔ جو خدا کو جسم مانتے ہیں۔

کتاب از کوئے صوفیان تا حضور عارفان صفحہ 89-88
بحوالہ [illegible] صفحہ 110

تشیع اور تصوف کا پیوند

مذکورہ عنوان کے تحت فاضل موئف لکھتے ہیں کہ:

حیدر علی آملی نے اپنی تحریروں میں تصوف اور تشیع کی وحدت کے اثبات اور اس مفہوم کو باور کرانے کی پوری کوشش کی ہے۔ کہ عقیدہ شیعی و صوفی دو نام ضرور ہیں۔ لیکن مفہوم ایک ہی ہے۔

کتاب از کوئے صوفیان تا حضور عارفان صفحہ 91
بحوالہ تشیع و تصوف کامل مصطفیٰ شیبی صفحہ 98-97

پھر لکھتے ہیں:

''اسی طرح دوسرے لوگوں نے بھی سعی کی ہے۔ یہاں تک کہ عصر حاضر میں ''مصطفےٰ کامل شیبی نے۔ الفکر الشیعی و النزعات الصوفیہ' اور الصلہ بین التصوف و التشیع' تدوین کی۔ دونوں کے فارسی ترجمے ہو چکے ہیں اور تشیع اور تصوف کو ایک دوسرے سے جوڑ دیا ہے۔''

کتاب از کوئے صوفیان تا حضور عارفان صفحہ 91

اس کے بعد فاضل مولف لکھتے ہیں۔

ہم چاہتے ہیں' کہ اس عظیم تحقیق کے ساتھ صوفیوں کے ان اعتقادات میں سے کچھ سپرد قلم کریں۔ جو کہ تشیع کے منافی و مغائر ہیں۔

مرتبہ خاتم الاولیاء

فاضل مولف مذکورہ عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

''صوفیوں نے امامت کے بغیر ولایت کا نظریہ پیش کر کے امامت کا دعویٰ کرنے کے لئے بلکہ یہ کہا جائے' کہ مہدویت نوعیہ یا امامت قمریہ کے دعوے کے لئے زمین ہموار کی۔ جب کہ یہ عقیدہ سیرت شیعہ کے خلاف تھا۔ شیعوں نے ہمیشہ اس بات کی کوشش کی ہے۔ کہ معصوم کے علاوہ کوئی بھی معصوم کا ہم پلہ و عدیل نہیں ہو سکتا۔ اور صوفیوں کا عمل بالکل اس کے برعکس ہے۔ وہ خود کو امام اور ولی سمجھتے ہیں۔ اور اس

طرح انہوں نے اس خاص الخاص حریم کو توڑ دیا ہے۔ جو کہ آئمہ معصومین سے مخصوص تھا۔

محی الدین عربی المعروف بہ شیخ اکبر اولیاء محمدیہ میں خود کو سب سے بڑا ولی سمجھتے ہیں۔ اور اپنے کو ختم الولایة المحمدیه یا خاتم الولایة المحمدیه کے عنوان سے پیش کرتے ہیں۔

چنانچہ اپنی کتاب فصوص اور فتوحات میں لکھتے ہیں:

ولایت مجھ پر ختم ہوگئی۔ نیز کہا: تمام اولیاء خاتم الاولیاء کے مشکواۃ سے علم کا اقتباس کرتے ہیں۔ اور خاتم الانبیاء خاتم الاولیاء کے مشکواۃ سے استفادہ کرتے ہیں۔"

کتاب از کوئے صوفیان تا حضور عارفان صفحہ 92
بحوالہ فتوحات مکیہ محی الدین عربی جز اول صفحہ 319

اس کے بعد صوفیوں کی نظر میں اولیاء کے طبقات کے عنوان کے ماتحت لکھتے ہیں:

صوفیوں کے خیال میں وہ لوگ اولیاء خدا ہیں۔ جو کہ مقام قدس پر فائز اور خدا سے نزدیک ہیں۔ اور خدا سے ان کے قربت کی علامت یہ ہے۔ کہ وہ خارق العادت فعل انجام دینے کی طاقت رکھتے ہیں۔ اور الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولاھم یحزنون کا مصداق ہوتے ہیں۔ صوفیوں کی کتابوں سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ "ولی" خدا سے قریبی ارتباط کے نتیجہ میں اس مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ کہ جہاں اس کے اور غیب کے درمیان کوئی حجاب نہیں رہتا ہے۔ اور وہ غیب کی خبر دینے لگتا ہے۔ گویا مقام نبوت تک پہنچ جاتا ہے۔"

کتاب از کوئے صوفیان تا حضور عارفان صفحہ 94
بحوالہ فتوحات مکیہ محی الدین عربی جز ثانی صفحہ 2

صوفی ان صفات وتخصصات کو اپنے سرداروں سے مخصوص کرتے ہیں۔ جب کہ شیعہ انہیں اسلام ناب محمدی کے کامل کرنے والوں سے مخصوص جانتے ہیں۔ محی

الدین عربی شافعی کو اوتاد اور ابوبکر۔ عمر۔ عثمان ۔ عمر بن عبدالعزیز اور متوکل کو اولیاء کے طبقات میں شمار کرتے ہیں۔ اس لحاظ سے اگر محی الدین اس زمانے میں ہوتے "تو بہت سے شقی لوگ اولیاء کے زمرہ میں آجاتے"

کتاب از کوئے صوفیان تا حضور عارفان صفحہ 94
بحوالہ مقالات الاسلامیین صفحہ 162

کشف وشہود

مذکورہ عنوان کے تحت فاضل مولف لکھتے ہیں۔

"حیات رسالتماب میں صحابہ میں سے کچھ مسلمان حضرت علیؑ سے لگاؤ رکھتے تھے۔ اور رسول خدا انہیں شیعہ کے نام سے یاد کرتے تھے۔ چنانچہ رسول کی وفات کے بعد بھی سلمان فارسی۔ ابوذر غفاری۔ مقداد اسود کندی اور عمار یاسر حضرت علی کے وفادار رہے۔ آپ ہی کو حکم خدا ورسول سے واجب الاطاعت سمجھتے تھے۔ اور اس بات کے معتقد تھے۔ کہ علی کی مخالفت خدا اور رسول کی مخالفت ہے۔

ان عظیم شخصیتوں کو محی الدین عربی۔ نعوذ باللہ۔ خوک (سور) کی صورت میں دیکھتے ہیں۔"

کتاب از کوئے صوفیان تا حضور عارفان صفحہ 95
بحوالہ فتوحات مکیہ محی الدین عربی جز دوم صفحہ 8

مذکورہ بیان لکھنے کے بعد فاضل مولف لکھتے ہیں۔

"ایسی کھلم کھلا جسارت کے باوجود جو کہ صوفی کشف وشہود کے عنوان سے کرتے چلے آرہے ہیں۔ کیا یہ کہا جاسکتا ہے کہ تصوف ہی تشیع ہے۔"

کتاب از کوئے صوفیان تا حضور عارفان صفحہ 95

آئمہ معصومین کا ردعمل

فاضل مولف نے آئمہ علیہم السلام کی طرف سے کئی ایسے لوگوں کے لئے انکی بیزاری کا اعلان کرنے کا بیان کر کے جو اہل بیت سے محبت کی آڑ میں اپنے ملحدانہ افکار

کی اشاعت کرتے تھے۔اس طرح سے لکھا ہے:

"آئمہ معصومین نے ہر منحرف اور دین سے کھلواڑ کرنے والوں سے مقابلہ کیا ہے۔تاکہ کفر وزندقہ کی طرف بلانے والے شعبدہ بازوں کی تبلیغ جڑ پکڑنے سے پہلے ہی ناکام ہو جائے۔اور آنے والی نسلوں کے لئے ان کا منحوس و ناپسند افسانہ رہ جائے۔اسلام میں صوفیوں کی پیدائش ہی کے زمانہ سے امت اسلامی آئمہ طاہرین سے رجوع کرتی تھی۔کہ ایسے لوگوں کے بارے میں ہمارا کیا فرض ہے۔شیعہ آئمہ بھی اسلامی معاشرہ کے افکار عمومی کو روشن کرتے اور فرماتے:

پہلی حدیث= احمد بن محمد بزنطی نے روایت کی ہے۔کہ ایک شخص نے امام جعفر صادق" سے عرض کیا' اس زمانہ میں کچھ ایسے لوگ پائے جاتے ہیں۔جنہیں لوگ صوفی کہتے ہیں۔ان کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: صوفی ہمارے دشمن ہیں۔پھر جو شخص بھی ان کی طرف مائل ہوگا۔وہ انہیں میں سے ہے۔اور انہیں کے ساتھ اس کا حشر ہوگا۔

کتاب از کوئے صوفیان تا حضور عارفان صفحہ 106
بحوالہ سفینۃ البحار صفحہ 58 حدیقۃ الشیعہ صفحہ 62
اثنا عشریہ صفحہ 28

دوسری حدیث= امام فرماتے ہیں۔جس شخص کے سامنے صوفیوں کا ذکر ہو اور وہ دل و زبان سے ان کی تردید نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔جو شخص صوفیوں کا انکار کرتا ہے۔گویا اس نے رسول کے ساتھ رہ کر راہ خدا میں جہاد کیا۔

تیسری حدیث= شیخ مفید نے حضرت امام علی نقی" سے روایت کی ہے۔کہ محمد بن حسین بن ابی الخطاب کہتے ہیں۔۔کہ میں امام علی نقی" کے ساتھ مسجد نبوی میں تھا۔کہ اسی وقت آپ کے اصحاب کی ایک جماعت بھی حاضر خدمت ہوئی۔اس میں با کمال بلیغ ابو ھاشم جعفری بھی موجود تھے۔امام کی نظروں میں ان کی ایک حیثیت تھی۔جب یہ لوگ بیٹھ گئے۔تو صوفیوں کی ایک جماعت داخل مسجد ہوئی۔اور حلقہ کی صورت بنا کر

ذکر و حال میں مشغول ہو گئی۔امام نے فرمایا: اس جماعت کی اعتنا نہ کرو۔یہ دھوکہ باز۔مکار اور شیطان کے چیلے ہیں۔اور دین کے قواعد کو خراب کرنے والے ہیں۔ان کا زہد ابدان کی راحت کیلئے اور ان کا تہجد اور شب بیداری عوام کو شکار کرنے کے لئے ہے۔ایک زمانہ تک بھوکے رہتے ہیں۔تاکہ عوام پر گدھے کی طرح آسانی سے بار لاد سکیں۔اور ان پر سواری گانٹھ سکیں"

کتاب از کوئے صوفیان تا حضوری عارفان صفحہ 107

چوتھی حدیث= حسن سعید نے روایت کی ہے۔کہ میں نے امام رضاؑ سے صوفیوں کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا: کوئی بھی تصوف کا قائل نہیں ہوتا۔مگر مکر و فریب۔جہالت و حماقت کی وجہ سے صوفی بنتا ہے۔لیکن اگر کوئی شخص خود سے صوفی بنتا ہے۔تاکہ صوفیوں کے شر سے امان میں رہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔لیکن اس کے لئے یہ شرط ہے۔کہ ان کے باطل عقائد میں سے کچھ نہ سیکھے۔

کتاب از کوئے صوفیان تا حضوری عارفان صفحہ 107

اس کے بعد فاضل مولف سید تقی واحدی لکھتے ہیں۔کہ:

"مختصر یہ کہ صوفیوں کی رد میں آئمہ طاہرین سے چالیس حدیثیں نقل ہوئی ہیں۔جنہیں شہید ثانی" کے پوتے نے "الاربعون حدیثاً فی رد الصوفیہ" کے نام سے یکجا کر دیا ہے۔اس کا قلمی نسخہ مرحوم آیت اللہ العظمیٰ مرعشی نجفی کے کتب خانہ میں موجود و محفوظ ہے۔جس کا نمبر 4578 ہے۔

کتاب از کوئے صوفیان تا حضوری عارفان صفحہ 107-108

ایرانی صوفیوں کے فرقے

یہ کتاب از کوئے صوفیان تا حضور عارفان کا کوئی عنوان نہیں ہے۔اور نہ ہی ہم نے اس عنوان کے تحت ایرانی صوفیوں کے تمام فرقوں کے حالات و عقائد لکھنا ہیں۔اس کتاب میں جن صوفی فرقوں کے حالات خاص طور پر تفصیل سے تحریر کئے

گئے ہیں۔ ان کے نام یہ ہیں۔

نمبر 1 = کمیلیہ   یہ حضرات خود کو حضرت علیؑ کے معروف صحابی کمیل ابن زیاد کی طرف نسبت دیتے ہیں۔

نمبر 2 = اویسیہ = یہ حضرات خود کو پیغمبر اکرمؐ کے معروف صحابی اویس قرنی کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ نمبر 3 = خاکساریہ = یہ حضرات خود کو پیغمبر اکرمؐ کے بزرگ صحابی حضرت سلمان فارسی سے منسوب کرتے ہیں

نمبر 4 = معروفیہ = یہ حضرات خود کو معروف کرخی کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

نمبر 5 = فرقہ ذہبیہ اور

نمبر 6 = نعمت الہیہ ہے ان سب کے سربراہوں انکے جانشینوں اور عقائد وغیرہ کو بیان کیا ہے۔

لیکن مقدس اردبیلی نے ایرانی صوفیوں کے فرقوں کا حال زیادہ تفصیل سے بیان کیا ہے۔ جو حدیقۃ الشیعہ کے صفحہ نمبر 558 سے صفحہ نمبر 606 تک پھیلا ہوا ہے۔ ان کی تحریر کے مطابق تمام صوفیوں کی اصل تو تین ہیں۔ یا وہ حلولیہ ہیں۔ یا وہ اتحادیہ ہیں۔ یا وہ وحدتیہ ہیں۔ یعنی وحدت الوجود کے قائل ہیں۔ لیکن ان کے علیحدہ علیحدہ فرقوں کے نام انہوں نے اسی طرح سے لکھے ہیں۔

نمبر 1 = واصلیہ   نمبر 2 = حبلیبیہ   نمبر 3 = ولائیہ   نمبر 4 = مشارکیہ
نمبر 5 = شمرافیہ   نمبر 6 = مباحیہ   نمبر 7 = ملامتیہ   نمبر 8 = حالیہ
نمبر 9 = جودیہ   10 نمبر = واقفیہ   نمبر 11 = تسلیمیہ   نمبر 12 = تلقینیہ
نمبر 13 = کاملیہ   نمبر 14 = الہامیہ   نمبر 15 = باطنیہ   نمبر 16 = جوائیہ
نمبر 17 = عشاقیہ   نمبر 18 = جمہوریہ   نمبر 19 = رزاقیہ

ایرانی صوفیوں کے یہ تمام فرقے ان فرقوں کے علاوہ ہیں۔ جن کا ذکر بلال زبیری نے اپنی کتاب ''فرقے اور مسالک'' میں کیا ہے۔ جن کی تعداد انہوں نے

33۔ اسطرح سے لکھی ہے۔

نمبر 1 = زیدیہ   نمبر 2 = عجیہ   نمبر 3 = عیاضیہ   نمبر 4 = ادھمیہ
نمبر 5 = طیفوریہ   نمبر = 6 سقطیہ   نمبر 7 = کرخیہ   نمبر 8 = جنیدیہ
نمبر 9 = جبریہ   نمبر 10 = سہلیہ   نمبر 11 = حکیمیہ   نمبر 12 = خفیفیہ
نمبر 13 = سیاریہ   نمبر 14 = محاسبیہ   نمبر 15 = قصاریہ   نمبر 16 = نوریہ
نمبر 17 = حلولیہ   نمبر 18 = فارسیہ   نمبر 19 = چشتیہ   نمبر 20 = سروردیہ
نمبر 21 = قادریہ   نمبر 22 = نقشبندیہ   نمبر 23 = الونیہ   نمبر 24 = جبویہ
نمبر 25 = سبعیہ   نمبر 26 = مولویہ   نمبر 27 = طوسیہ   نمبر 28 = خمرونیہ
نمبر 29 = فردوسیہ   نمبر 30 = شطاریہ   نمبر 31 = باقویہ مجددیہ
نمبر 32 = مرتضےٰ شاہی   نمبر 33 = مداریہ

معلوم ایسا ہوتا ہے۔ کہ سید تقی واحدی نے اپنی کتاب ''از کوئے صوفیان تا حضور عارفان'' میں اور مقدس اردبیلی نے اپنی کتاب حدیقۃ الشیعہ میں صوفیوں کے صرف ان فرقوں کا بیان کیا ہے۔ جو ایران میں پائے جاتے ہیں۔ اور خود کو شیعہ کہلاتے ہیں۔ اور بلال زبیری نے اپنی کتاب فرقے اور مسالک میں ان صوفی فرقوں کا بیان کیا ہے۔ جو ہندوستان وغیرہ میں پائے جاتے ہیں۔ اور سنی کہلاتے ہیں۔

شیخ احمد احسائی کا تصوف میں ورود

سید تقی واحدی اپنی کتاب ''از کوئے صوفیان تا حضور عارفان'' میں مذکورہ عنوان کے تحت لکھتے ہیں۔

انیسوی صدی کے اوائل سے استعمار اس نتیجہ پر پہنچا تھا۔ کہ ایران میں بظاہر مذہبی فرقے ایجاد کر کے ہمیشہ ان کے درمیان اختلاف پیدا کیا جاسکتا ہے۔ اور اس لئے نئے نوکر جو بے چون وچرا ان کے کام انجام دے سکیں گے۔ فراہم کئے جاسکتے

ہیں۔

کتاب از کوئے صوفیان تا حضور عارفان صفحہ 250

پھر اس سے اگلے صفحہ پر لکھتے ہیں:

شیخ احمد کے ایران کے سفر کے نتیجہ میں فرقہ شیخیہ وجود میں آ گیا۔ مجد الاشرف عظیم صوفی ذہبی کے بقول فرقہ ذھبیہ اغتشاشیہ بھی اسی کی شاخ ہے۔

کتاب از کوئے صوفیان تا حضور عارفان صفحہ 251

اب ہم کتاب از کوئے صوفیان تا حضور عارفان کے اقتباسات کا بیان یہیں پر ختم کرتے ہیں۔ اور دوسرے عنوانات کی طرف توجہ دیتے ہیں۔

شیخ احمد احسائی کے لئے جلوہ تر

ہم اس عنوان کے تحت اس موضوع سے بحث نہیں کرینگے۔ کہ شیخ احمد احسائی استعمار کا گماشتہ تھا۔ یا نہیں لیکن یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ فرقہ تفویضیہ یا فرقہ مفوضہ امام جعفر صادق کے زمانہ میں پیدا ہو چکا تھا۔ اور ان کے ماننے والوں میں سے کچھ لوگ اس بات کے قائل ہو چکے تھے۔ کہ خداوند تعالی نے اپنے تمام کام آئمہ کو سپرد کر دیئے ہیں۔ اور یہ بھی امر واقعہ ہے۔ کہ امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ کا قیام مدنیہ منورہ میں ہی رہا۔ اور دونوں آئمہ اطہار جزیرہ نمائے عرب سے باہر کسی دوسرے ملک خصوصاً ایران تشریف نہیں لے گئے۔ لہذا شاید فرقہ تفویضیہ یا فرقہ مفوضہ اس وقت تک ایران نہ پہنچا ہو۔

شیخ احمد احسائی 1161 ھ میں احساء کے مقام پر پیدا ہوا۔ جو اس زمانہ میں بھی سعودی عرب کے حدود حکمرانی میں تھا۔ 1204 ھ میں شیخ بحرین آیا۔ اور تقریباً 5 سال 1208 ھ تک بحرین میں قیام کر کے بحرین کی ان لائبریریوں سے کتابوں کا مطالعہ کیا۔ جو عقیدہ تفویض پر مشتمل تھیں۔ 1208 ھ میں عراق آیا۔ اور بصرہ میں سکونت اختیار کی۔ اور 1221 ھ تک بصرہ اور اس کے گردونواح میں گردش کرتا رہا۔ مگر وہاں اسے کوئی ایسا شخص نہ ملا جسے اپنا ہمراز بنا سکے۔ اور اپنا عقیدہ اس کے ذہن

میں اتار سکے۔

شیخ نے 1221 ھ میں ایران کا رخ کیا۔ اور یہاں کرمان کو اپنا مستقر بنایا۔ ایران میں ایک طرف صوفیوں کا زور تھا۔ جو خود کو شیعہ کہلاتے تھے۔ اور ان کے کئی فرقے بن چکے تھے۔ اور جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا۔ سارے صوفی یا حلول کے قائل تھے۔ یا اتحاد کے قائل تھے۔ یا وحدت الوجود کے قائل تھے۔ اور یہ سب باتیں صوفی و عارف کو خدائی کا دعویدار بناتی تھیں۔

دوسری طرف لوگ فلسفہ کے شائق اور گرویدہ ہو چکے تھے۔ ملا صدرا کی کتابیں عام درسوں میں پڑھائی اور پڑھی جاتی تھیں۔ اور ملا صدرا کی کتابیں۔ عرشیہ۔ مشاعر۔ شواہد ربوبیہ اور اسفار اربعہ وغیرہ جو ساری کی ساری وحدت الوجود کے فلسفہ پر مشتمل ہیں۔ اور ملا صدرا نے فلسفہ یونان پر اپنی تفسیر بالرائے کے ذریعہ قرآنی آیات کو چپکا کر اور انہیں مسلمان بلکہ شیعہ بنا کر پیش کیا تھا۔ یہ اکثر لوگوں کے زیر مطالعہ تھیں۔ اور فلسفہ وحدت الوجود ہر چیز کو خدا بنانے والا فلسفہ ہے۔ چنانچہ ملا صدرا شواہد الربوبیہ میں لکھتے ہیں۔ "انہ جل اسمہ کل الوجود" پھر آگے چل کر لکھتے ہیں۔ "فھو فی وحدتہ کل الاشیاء"

شواہد ربوبیہ اشراق عاشر صفحہ 23

پھر اشراق حادی عشر میں لکھتے ہیں۔

"فھو الحقیقہ والباقی شئونہ وھو الذات وغیرہ اسمائہ و نعوتہ وھو الاصل وماسواہ اطوارہ"

شواہد الربوبیہ اشراق حادی عشر صفحہ 35

پھر اسفار اربعہ میں لکھتے ہیں۔

جو لوگ حجاب میں ہیں۔ انہوں نے یہ خیال کر لیا ہے۔ کہ ممکنات کا بھی کوئی وجود ہے۔ اور خدا نے مجھے یہ ہدایت کی ہے۔ اور عرشی روشن دلیل کے ذریعہ میں نے یہ سمجھا ہے۔ کہ وجود و ہستی ایک ذات میں منحصر ہے۔ کہ جسکا کوئی شریک نہیں۔ اور اس

کے گھر کے سوا اور کوئی گھر ہے ہی نہیں' اور جو کچھ عالم وجود میں دکھائی دیتا ہے۔ درحقیقت یہ سب اس کی عین ذات ہے۔

اسفار اربعہ صفحہ 195-183

اور اس کے بعد ملا صدرا نے شبستری کی گلشن راز کے شعر کو جو اس نے وحدت الوجود کے موضوع پر کہا ہے۔ مثال میں پیش کیا ہے۔ جو یہ ہے

وجود اندر کمال خویش ساری است — تعین ھا اموری اعتباری است

ان حالات میں جہاں ایک طرف حلولی واتحادی صوفیوں کا زور شور تھا۔ اور دوسری طرف فلسفہ یونان کو مسلمان بلکہ شیعہ بنا کر پیش کیا جا رہا تھا۔ یعنی یا صوفی وعارف کو خدا بنایا جا رہا تھا۔ یا ہر چیز کو خدا کہا جا رہا تھا۔ یہ بات شیخ احمد احسائی کے لئے حلوہ تر ثابت ہوئی۔ کہ وہ صوفیوں اور عرفا کو خدا بنانے کی بجائے یا وحدت الوجود کے ذریعہ ہر چیز کو خدا بنانے کی بجائے اپنے خیال کے مطابق ایسا فلسفہ پیش کرے۔ جس میں محمد وآل محمد کے لئے یہ ثابت ہو' کہ خدا نے محمد وآل محمد کو خلق کرنے کے بعد اور کوئی کام نہیں کیا۔ بلکہ محمد وآل محمد کو خلق کرنے کے بعد اپنی قدرت واختیار سب کچھ محمد وآل محمد کو سپرد کر دیا ہے۔ اور ان کے خلق ہونے کے بعد جو کچھ کیا۔ وہ سب انہوں نے کیا۔ اور جو کچھ کرتے ہیں وہ یہی کرتے ہیں۔ اور چونکہ علماء حق ومجتہدین عظام اور مراجع عالیقدر نے حلول واتحاد اور وحدت وجود کو کفر قرار دے دیا تھا۔ لہذا اس نے ایک طرح سے ان کی مخالفت کی۔ اور صوفیوں اور عرفاء کو خدا بنانے کی بجائے اور فلاسفہ کی طرح ہر چیز کو خدا بنانے کی بجائے محمد وآل محمد کو ہر چیز کا خالق ورازق ومحی وممیت اور ساری کائنات کا نظام چلانے والا بنا کر پیش کیا۔ اس بات میں شیعیان ایران کے لئے بڑی کشش تھی۔ لہذا بہت سے لوگ ملا صدرا کے فلسفہ کو چھوڑ کر اور صوفیوں کی بدعات کو ترک کر کے شیخ احمد احسائی کے فلسفہ کی طرف مائل ہونے لگے۔ شیخ احمد احسائی نے کسی بھی شیعہ مدرسے سے تعلیم نہیں پائی تھی۔ اور نہ کسی شیعہ عالم سے کچھ پڑھا تھا۔ ملاحظہ ہو ہماری کتاب "شیخ احمد احسائی مسلمانان پاکستان کی عدالت

میں" اس نے فلسفہ کس سے پڑھا؟ تحقیق سے ثابت نہیں ہوا۔ لیکن اس نے ملا صدرا کی کتاب عرشیہ کی شرح لکھی۔ کتاب مشاعر کی شرح لکھی اور پھر ایک مستقل کتاب فوائد لکھی اور پھر اس کی شرح بھی شرح فوائد کے نام سے خود ہی لکھی اور زیارت جامعہ کی شرح اپنے فلسفہ کے مطابق تحریر کی۔ لہذا صوفیوں اور عرفاء کو خدا ماننے کی بجائے یا ہر چیز کو خدا ماننے کی بجائے لوگ محمد وآل محمد کے لئے خدائی امور کی تفویض کے فلسفہ کی طرف ٹوٹ پڑے۔ اور اس کے حلقہ درس میں شامل ہو کر اس کے نظریات وافکار کی تعلیم حاصل کرنے لگے۔ اس کے شاگردوں میں دو طرح کے آدمی شریک ہوئے۔ ایک قسم ان لوگوں کی تھی۔ جنہوں نے خود شیخ احمد احسائی کی طرح کسی شیعہ مدرسے میں یا کسی شیعہ عالم سے کچھ نہیں پڑھا تھا۔ اس میں کاظم رشتی۔ محمد کریم خان قاچاری۔ علی محمد باب اور حسین علی بہا وصبح ازل وغیرہ شامل ہیں۔ جن میں کچھ نے براہ راست شیخ احمد احسائی سے فلسفہ پڑھا اور کچھ نے اس کے شاگرد کاظم رشتی سے فیض حاصل کیا۔

دوسری قسم ان لوگوں کی تھی۔ جنہوں نے ابتداء میں حوزہ علمیہ نجف وکربلا سے فقہ کا درس لیا۔ اور وہاں سے اجازہ لے کر واپس ایران لوٹے اور راستے میں کرمان شاہ میں شیخ احمد احسائی کے حلقہ درس میں شامل ہو گئے۔ اور عقائد میں اس کے پیرو بن گئے۔ ان میں مرزا حسن گوہر قراچہ داغی تبریز آزربائجان کے بہت سے حجتہ الاسلام۔ "اسکو" ترکی کے مرزا باقر اسکوئی مرزا موسیٰ اسکوئی۔ ومرزا علی اسکوئی ومرزا حسن اسکوئی موجودہ رئیس مذہب شیخیہ احقاقیہ کویت شامل ہیں۔ یہ سب کے سب حضرات حجتہ الاسلام آیت اللہ العظمیٰ اور امام المصلح کے خطاب والقاب کے ساتھ پکارے جاتے ہیں۔

پس ایران میں بہت سے حجت الاسلام اور آیت اللہ صوفی مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے ہیں۔ اور بہت سے حجت الاسلام اور آیت اللہ شیخی مکتب فکر کے پیرو ہیں۔

انقلاب جمہوریہ اسلامیہ ایران کی سالگرہ کا تقاضا کیا تھا؟

انقلاب جمہوریہ اسلامیہ ایران کی سالگرہ کا تقاضا یہ تھا۔ کہ اس موقعہ پر اس کے بانی کی انقلاب کے سلسلہ میں جدوجہد کو بیان کیا جاتا۔ کہ انہوں نے اس سلسلے میں کتنے مصائب جھیلے۔ کس طرح لوگوں کو اپنا ہمنوا بنایا۔ بادشاہ وقت کے کیسے کیسے ظلم جھیلے۔ قید میں حکومت نے کیا سلوک کیا' ان کی سزائے موت کس طرح جلاوطنی میں تبدیل ہوئی۔ جلاوطن ہونے کے بعد انہوں نے نجف اشرف عراق میں کس طرح اپنے مشن کو جاری رکھا۔ پھر عراق سے پیرس' فرانس جانا پڑا۔ وہاں سے کس طرح اہل ایران کو انقلاب کیلئے تیار کیا۔ غرض اہل ایران کی قربانیوں اور ایران کی ڈھائی ہزار سالہ بادشاہی کو ختم کرنے کے سلسلے میں امام خمینی کی زحمتوں کا تذکرہ کیا جاتا۔ جیسا کہ ماہنامہ خواجگان کی ماہ جون 2000ء کی اشاعت میں تحریر کیا گیا ہے۔

مگر انقلاب جمہوریہ اسلامیہ ایران کی 21ویں سالگرہ کے موقع پر پاکستان کے بعض مشہور ومعروف اخبارات میں جو مضامین چھپے' ان میں صرف یہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ آقائے خمینی ساری زندگی تصوف وعرفان کا درس دیتے رہے۔ اور محی الدین ابن عربی کی کتابوں کا سبق پڑھاتے رہے۔ اور تصوف وعرفان کو ایک علم کی حیثیت سے متعارف کرایا۔ چنانچہ امیں شہیدی کا وہ مضمون جو ماہنامہ العارف اور سہ ماہی ثقلین میں شائع ہوا ہے۔ اس میں وہ لکھتے ہیں:

" ان بکھرے راستوں کو اس سفر میں پیش آنے والی منزلوں کو اور سفر انسانیت کی آخری منزل کو اہل علم وفضل نے ایک علم کی شکل دینے کی جدوجہد شروع کردی۔ اور اس سلسلے میں بایزید بسطامی سے بوعلی تک۔ محی الدین ابن عربی سے جلال الدین رومی تک۔ شیخ شہاب الدین اشراقی سے ملاصدرا شیرازی تک۔ حافظ شیرازی سے امام خمینی تک' سب نے اپنا اپنا کردار ادا کیا۔ جس کے نتیجہ میں اسلامی ثقافت کے دام میں عرفان ایک علم کی حیثیت سے پروان چڑھا۔"

مذکورہ عرفاء نے عرفان کو ایک علم کی حیثیت سے جس طرح پروان چڑھایا۔ اس کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

مولانا رومی اپنی مثنوی کے صفحہ 128 پر لکھتے ہیں۔ کہ خدا نے بایزید کو وحی کی کہ تو قطب العارفین ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

بایزید اندر مزیدش رہ چہ دید نام قطب العارفین از حق شنید

پھر مثنوی کے صفحہ 376 پر بایزید کے دعوائے خدائی کو بیان کرتا ہے۔

با مریدان آں فقیر محتشم بایزید آمد کہ یزداں نک منم

گفت مستانہ عیاں آں ذوفنون لا الہ الا انا ہا فاعبدون

اس کے بعد آگے چل کر اس کے قول کو یوں نقل کیا:

نیست اندر جبہ ام الا خدا چند جوئی در زمین و در سما

یعنی بایزید بسطامی نے اپنے مریدوں سے کہا' کہ میں ہی خدا ہوں۔ پھر اس نے مستانہ انداز میں کہا' کہ میرے سوا اور کوئی خدا نہیں ہے۔ پس تم میری ہی عبادت کرو۔ میری اس قمیض کے اندر خدا کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ تو زمین میں اور آسمانوں میں کب تک تلاش کرتا رہے گا۔

سید مرتضی اپنی کتاب تبصرہ کے صفحہ نمبر 79 پر لکھتے ہیں۔ کہ بایزید نے کہا "سبحانی سبحانی ما اعظم شانی۔ یعنی میں ہی خدائے پاک ومنزہ ہوں۔ اور میری شان کتنی بلند ہے۔

مقدس اردبیلی کہتے ہیں۔ کہ صوفی اپنے بعض کفر آمیز اسرار کو رمز اور اشاروں میں بیان کرتے ہیں۔ اور پوشیدہ طور پر اسے ظاہر کرتے ہیں۔ لیکن بایزید بسطامی بے خوف خطر کہتا تھا۔ لیس فی جبتی سوی اللہ وسبحانی ما اعظم شانی۔ یعنی میری قمیض کے اندر خدا کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ اور پاک ہے ذات میری۔ اور کتنی بلند ہے شان میری' سید مرتضی اپنی کتاب تبصرہ میں لکھتے ہیں۔ کہ بایزید بسطامی کی بہت سی

باتیں بہت ہی بری ہیں۔ اور سب سے قبیح تر یہ ہے۔ کہ وہ خدائی کا دعویٰ کرتا تھا۔ اور کہتا تھا۔ کہ میں آسمان پر گیا۔ اور ایک ایک آسمان کو دیکھا اور عرش پر ڈیرہ جمالیا۔

مقدس اردبیلی نے اور سید مرتضی نے جو کچھ لکھا ہے۔ اس کا کسی بھی صوفی کو انکار نہیں ہے۔ چنانچہ شیخ فریدالدین عطار نے اپنی کتاب تذکرہ الاولیا میں صفحہ نمبر 129 سے صفحہ نمبر 164 تک ان باتوں کو بایزید بسطامی کی تعریف و تمجید کے عنوان سے لکھا ہے۔

اور مولانا روم دیوان شمش تبریزی میں لکھتے ہیں۔

اے قوم بحج رفتہ کجائید کجائید — معشوق ہمیں جاست بیائید بیاید

ایک دوسرے مقام پر کہتے ہیں:

ہر لحظہ بشکل بت عیار بر آمد — دل بردو نہاں شد

ہر دم بلباس دیگر آں یار بر آمد — گہ پیرو جواں شد

گہ نوح شد و کرد جہاں را بدعا غرق — خود رفت بکشتی

گہ گشت خلیل و بدل نار بر آمد — آتش گل ازاں شد

محی الدین ابن عربی۔ صاحب کتاب فتوحات وفصوص الحکم متوفی 638 علامہ خوئی نے نہج البلاغہ میں اسے اسلام کو مٹانے والا اور دین کو خراب کرنے والا کہا ہے۔ اس کی کتاب فصوص الحکم اور فتوحات کو پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کا اولین دشمن تھا۔ اور اس کے تمام اصول و فروع مذہب حق کے مخالف ہیں۔

فص شئی میں کہتا ہے۔ کہ میں احکام کو خدا سے حاصل کرتا ہوں اور میں خاتم اولیاء ہوں۔ اول کتاب فتوحات میں لکھتا ہے۔ میں نے پیغمبر کو دیکھا اور انہوں نے مجھے خاتمیت میں اپنا شریک بنالیا۔

اول کتاب فصوص الحکم میں کہتا ہے۔ پیغمبر نے مجھے یہ کتاب عنایت کی ہے۔ اور مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں اسے لوگوں تک پہنچاؤں اور اس میں وحدت الوجود کو

ثابت کرنے کی بہت کوشش کی ہے۔ جو سب سے بڑا کفر ہے۔ یہاں تک کہ فص ہارونی میں سامری کے بچھڑے کی عبادت کو عین خدا کی عبادت کہتا ہے۔ اور بچھڑے کی پرستش کی تصویب کی ہے۔ اور یہ کہا ہے۔ کہ عارف کامل وہ ہے۔ جو ہر بت کو خدا جانے۔ چنانچہ شیخ محمود شبستری نے گلشن راز میں اس بات کو یوں نظم کیا ہے۔

مسلمان گر بدانستی کہ بت چیست — بدانستی کہ دیں در بت پرستی

یعنی اگر مسلمان کو یہ معلوم ہوتا کہ بت کیا ہے؟ تو وہ یہ جان لیتا کہ بت پرستی ہی میں دین ہے۔

محی الدین فص نوحی میں کہتا ہے: نوح جو لوگوں کو خدا کی طرف دعوت دیتے تھے۔ تو وہ مکر اور فریب سے کام لیتے تھے۔ کیونکہ انہیں معلوم تھا۔ کہ جو بت تھے۔ وہ خدا کی ہی صورتیں تھیں۔ اور فص ابراہیمی میں کہتا ہے۔ "انما سمی الخلیل خلیلا لتخلله" چونکہ خدا ابراہیم کے اندر حلول کئے ہوئے تھا۔ لہذا انہیں خلیل کہا گیا۔ ایک دوسری جگہ کہتا ہے۔ جس طرح جبرئیل محمدؐ کے لئے مجسم ہوتا تھا۔ اسی طرح خدا میرے لئے مجسم ہوتا ہے۔ فص ھودی میں کہتا ہے۔ کہ تمام انبیاء میری زیارت کے لئے آئے۔

اور اپنی کتاب فتوحات میں لکھتا ہے۔ کہ میں مقام قطبیت پر اس لئے فائز ہوا۔ کیونکہ میں نے رسول خدا کے تمام آداب پر عمل کیا ہے۔ اور اس مقام تک کوئی نہیں پہنچا' سوائے احمد بن حنبل کے جنہوں نے ساری عمر خربوزہ نہیں کھایا۔ کیونکہ وہ کہتے تھے۔ کہ مجھے معلوم نہیں کہ پیغمبر خربوزہ کس طرح سے کھاتے تھے۔ بہر حال محی الدین ابن عربی کی کفریات بے شمار ہیں۔ جس کا دل چاہے وہ اصل کتاب فصوص الحکم کی طرف رجوع کرے۔ جبکہ انقلاب اسلامی ایران کی اکیسویں سالگرہ کے موقع پر ہمارے اخبارات نے یہ لکھا ہے۔ کہ آقائے خمینی اپنے مدرسہ فیضیہ میں اسی کتاب کا درس دیتے تھے۔ لیکن علامہ خوئی نے شرح نہج البلاغہ کی جلد ششم میں اس کی بہت سی کفریات کو آشکار کیا ہے۔

ہماری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔ کہ انقلاب اسلامی ایران کی اکیسویں سالگرہ کے موقع پر پاکستان کے اخباروں میں "تصوف اور عرفان اور امام خمینی" جیسے مضامین کیوں شائع کیے گئے؟ اور ساتھ ہی قم ایران سے کتاب "از کوئے صوفیان تا حضور عارفان" جیسی فارسی کتاب کا اردو ترجمہ کرا کر اور 2000 کی تعداد میں چھپوا کر پاکستان میں کیوں درآمد کی گئی ہے؟ اخبارات میں جو مضامین شائع ہوئے۔ ان میں تو یہ ثابت کیا گیا ہے۔ کہ آقائے خمینی ساری عمر تصوف و عرفان کا درس دیتے رہے۔ اور محی الدین ابن عربی کی فصوص الحکم پڑھاتے رہے۔ اور کتاب "از کوئے صوفیان تا حضور عارفان" میں جو قم ایران سے شائع ہوئی ہے۔ یہ ثابت کیا گیا ہے۔ کہ تصوف و عرفان کفر و زندقہ اور بے دینی و ضلالت ہے۔ اب یا تو یہ استعمار کی شرارت ہے۔ کہ شیعہ ان کی رہبریت میں غور کریں یا یہ اصلاح پسندوں اور قدامت پسندوں کا مسئلہ ہے۔ اور وہ شیعان پاکستان سے بھی محی الدین ابن عربی کو اپنا پیشوا منوانا چاہتے ہیں۔ یا یہ تحریک جعفریہ پاکستان کی پھوٹ کا شاخسانہ ہے۔ اور ان لوگوں نے جو ایران کی حمایت سے محروم ہو گئے ہیں۔ امام خمینی کو بدنام کرنے کیلئے اخبارات میں مضامین شائع کرائے ہیں۔ بہر حال مجھ پر کسی قسم کا اعتراض کرنے کی بجائے ان مضامین کو شائع کرنے والوں سے پوچھنا چاہیے کہ انہوں نے ایسے مضامین کیوں شائع کرائے؟

یہ ساری باتیں لکھنے کی کیا ضرورت تھی؟

ہو سکتا ہے کہ کوئی یہ اعتراض کرے۔ کہ ان ساری باتوں کی لکھنے کی کیا ضرورت تھی؟ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ ہم اس کتاب میں کسی کے حق ہونے یا کسی کے باطل ہونے کی بحث نہیں کر رہے ہیں۔ بلکہ ہماری اس کتاب کا موضوع: "شیعہ اور دوسرے اسلامی فرقے۔ قرآن و حدیث و تاریخ کی نظر میں" ہے۔ لہذا شیعوں میں جو فرقے پیدا ہوئے۔ ان کے بیان کے لئے ان باتوں کے لکھنے کی اشد ضرورت

تھی۔ کیونکہ ہر صورت میں چاہے اسے تصوف کہو یا عرفان۔ یہ مذہب امام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانے میں پیدا ہوا۔ ابتداء میں سارے صوفی اہل سنت والجماعت سے تعلق رکھتے تھے۔ اور بایزید بسطامی۔ جلال الدین رومی۔ شیخ شہاب الدین اشراقی اور محی الدین ابن عربی وغیرہ سارے صوفیوں کا تعلق اہل سنت والجماعت سے ہی تھا۔ لیکن جب شیعوں میں یہ وبا پھیلی۔ اور تصوف یا عرفان کا مرض شیعوں کو لاحق ہوا تو پھر ایران میں یہ مذہب اس کثرت سے پھیلا کہ صفوی اور قاچاری دور میں امن و امان کا سخت مسئلہ پیدا ہو گیا۔ اور تعجب کی بات یہ ہے۔ کہ شیعہ صوفیوں کے تصوف و عرفان کے پیشوا و رہنما بھی بایزید بسطامی۔ جلال الدین رومی۔ شہاب الدین اشراقی اور محی الدین عربی ہی ہیں۔

بہر حال ان باتوں کے لکھنے سے اس حقیقت کا علم ہو گیا کہ بزرگ ترین شیعہ علماء متقدمین و متاخرین جن کے نام سابقہ صفحات میں معہ ان کی کتابوں کے، جن میں انہوں نے صوفیا کی مذمت کی ہے۔ درج ہیں۔ انہوں نے تو تصوف کو علی العموم اور محی الدین ابن عربی کے فلسفہ عرفان کو علی الخصوص کفر و الحاد و زندقہ و بے دینی قرار دیا ہے۔ اور سید العرفاء امام خمینی اور ان کے مکتب کے شاگرد جو آج سارے کے سارے حجۃ الاسلام اور آیت اللہ کہلاتے ہیں۔ مثل آیت اللہ جوادی آملی کے جنہوں نے امام خمینی کا خط گورباچوف کو پڑھ کر سنایا۔ اسی کو عرفان کہتے ہیں۔ اور اسی سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ ایران میں صوفی شیعوں کی ایک کثیر تعداد پائی جاتی ہے۔ اور مذکورہ باتیں لکھے بغیر کسی کو اس حقیقت کا علم نہیں ہو سکتا تھا"

امام خمینی کا عظیم کارنامہ

محمد رضا تقی صاحب نے اپنے مذکورہ انٹرویو میں امام خمینی کے بارے میں یہ بھی بیان کیا ہے۔ کہ:

"تشیع کی تاریخ میں ہمیں علم و عمل اور تقوی و عرفان کے افق پر دمکتے ہوئے

بے شمار ستارے نظر آتے ہیں۔ لیکن جو جامعیت حضرت امام رضوان اللہ علیہ کی ذات اقدس میں تھی۔ اور جو کام انہوں نے انجام دیا وہ آئمہ طاہرین علیہم السلام کے بعد بے نظیر ہے۔''

جریدہ معصوم صفدر حسین ڈوگر صفحہ 60

محمد رضا تقی صاحب نے امام خمینی کی تعریف میں تو ایک طرح سے کوتاہی کردی ہے۔ کیونکہ اصل حقیقت یہ ہے۔ کہ جو کام امام خمینی نے انجام دیا۔ وہ قطعی طور پر نہ تو آئمہ طاہرین سے ہوسکا۔ اور نہ ہی متقدمین ومتاخرین جملہ بزرگ علمائے شیعہ میں سے کسی سے ہوسکا۔ کیونکہ امام خمینی سے پہلے کے تمام متقدمین ومتاخرین شیعہ علماء سیاست کو شجر ممنوعہ سمجھتے تھے۔ اور لوگوں کو بھی سیاست میں دخل دینے سے روکتے تھے۔ لہذا ان سے تو اس کام کے انجام پانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ رہا آئمہ طاہرین کا معاملہ تو انہیں اس فقرہ کی بجائے

''جو کام انہوں نے انجام دیا۔ وہ آئمہ طاہرین کے بعد بے نظیر ہے۔''

یہ کہنا چاہیے تھا کہ:

جو کام امام خمینی نے انجام دیا۔ وہ آئمہ طاہرین سے بھی انجام نہ پاسکا'

کیونکہ یہ بات سب کو معلوم ہے۔ کہ جس وقت پیغمبر گرامی اسلام نے رحلت فرمائی۔ تو حضرت علی'' تو پیغمبر اکرم صلعم کی تجہیز وتکفین وتدفین میں مصروف رہے۔ اور ادھر سقیفہ بنی ساعدہ میں خلافت کا فیصلہ ہوگیا۔

اور جب آپ کو بیعت کے لئے بلایا گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ ''میں اس امر خلافت کا تم سے زیادہ حقدار ہوں۔ میں ہرگز تمہاری بیعت نہیں کرونگا۔ بلکہ تم کو چاہئے کہ تم میری بیعت کرو''

الامامت والسیاست

اور جب ابوسفیان نے حضرت علی کے پاس آکر اپنی امداد کی پیش کش کی۔ اور کہا' کہ اے علی تمہارے ہوتے ہوئے ایک پست قبیلہ کا آدمی خلیفہ بن گیا

ہے۔ اگر تم کہو تو میں مدینہ کی گلیوں کو آپ کے امداد کے لئے سواروں اور پیادوں سے بھردوں۔ تو حضرت علی نے فرمایا کہ: مجھے معلوم ہے۔ کہ تو اسلام کا کس دن خیرخواہ ہوا تھا۔ پس حضرت علی نے اس نئی قائم شدہ حکومت کے خلاف انقلاب برپا کرنے کے لئے اس کی امداد کو ٹھکرادیا۔ نہ اس کی امداد سے انقلاب برپا کیا۔ نہ بغاوت کی۔ البتہ آپ ہمیشہ یہ ضرور کہتے رہے کہ یہ میرا حق ہے۔

اور جب تیسرے نمبر پر آپ کو بھی خلافت کمیٹی میں شامل کرلیا گیا۔ تو آپ نے خلافت کمیٹی کے سامنے وہ تمام احادیث بیان کیں۔ جو پیغمبر اکرم صلعم نے حضرت علی کی شان میں بیان فرمائی تھیں۔ اور اس کمیٹی کے تمام افراد کو اس بات کا قائل کرلیا۔ کہ خلافت کے وہی حقدار ہیں۔

لیکن حضرت عثمان کو خلیفہ بنانے کے لئے عبدالرحمن بن عوف نے۔ جسے حضرت عمر خلافت کمیٹی کا سرپنچ بنا کر گئے تھے۔ ایک نئی تدبیر نکالی۔ وہ جانتا تھا۔ کہ حضرت علی جنہوں نے آخر وقت تک حضرات شیخین کی بیعت نہیں کی۔ اگر ان کی سیرت کی پیروی کی شرط لگادی گئی تو قطعی طور پر انکار کردینگے۔ پس اس نے حضرت علی سے کہا کہ اے علی! میں آپ کی اس شرط پر بیعت کرتا ہوں۔ کہ آپ کتاب' خدا' سنت پیغمبر اور سیرت شیخین پر عمل کریں گے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ میں کتاب' خدا اور سنت پیغمبر پر عمل کرونگا۔ اور سیرت شیخین پر عمل نہیں کرونگا۔ یہ بات اس نے حضرت علی سے تین مرتبہ پوچھی' اور حضرت علی نے تینوں مرتبہ سیرت شیخین پر عمل کرنے سے انکار کردیا۔ اس کے بعد عبدالرحمن بن عوف نے یہی بات حضرت عثمان سے تین بار پوچھی۔ اور انہوں نے تینوں بار اقرار کرلیا۔ لہذا عبدالرحمن بن عوف نے السلام علیک یا امیرالمومنین کہہ کر حضرت عثمان کی بیعت کرلی۔ اور حضرت علی وہاں سے یہ کہہ کر اٹھ آئے کہ یہ پہلا موقع نہیں ہے۔ کہ تم نے ہم پر استبداد کیا ہے۔ پس حضرت علی نے تخت حکومت کو ٹھوکر ماردی۔ لیکن حضرات شیخین کی سیرت پر چلنا قبول نہ کیا۔

اور جب قتل حضرت عثمان کے بعد آپ کے پاس حکومت ظاہری آئی۔ تو ہر طرف سے بغاوتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اور بالآخر شہید کر دیئے گئے۔

لیکن نہ تو خود حضرت علی نے کسی کے خلاف انقلاب برپا کیا۔ اور نہ بغاوت کی۔ نہ آپ کے بعد کسی امام نے کسی بادشاہ سے یہ کہا' کہ اسلام میں بادشاہیت نہیں ہے۔ نہ آئمہ اطہار میں سے کسی نے کسی بادشاہ کے خلاف انقلاب برپا کیا۔ اگرچہ آئمہ طاہرین کے زمانہ میں خود امام بن کر تحریک چلانے والے بغاوتیں بھی کرتے رہے۔ اور انقلابات بھی برپا کرتے رہے۔

مگر آئمہ طاہرین خاموشی کے ساتھ تبلیغ دین میں معروف رہے۔ اگر حضرت علیؑ کے بعد امام حسنؑ سے لیکر بارہویں امام تک سارے آئمہ طاہرین دین حق کی تبلیغ کرنے کے لئے موجود نہ ہوتے۔ تو دین حق ختم ہو جاتا۔ اور عقائد حقہ کا کوئی جاننے والا موجود نہ ہوتا۔ یہ آئمہ طاہرینؑ کی خاموش تبلیغ اور ہدایت کرنے کا ہی نتیجہ ہے۔ کہ دین حق اور اسلام کا نام زندہ ہے۔ ورنہ دوسرے امامت کے دعویداروں نے دین کا جو حلیہ بگاڑا ہے۔ وہ ان کے پیروکاروں سے پوچھ کر معلوم کیا جا سکتا ہے۔

خصوصاً امام زین العابدین سے لے کر امام زمانہ کی غیبت کبریٰ تک ہمارے نو کے نو آئمہ انتہائی خاموشی کے ساتھ ہمہ تن تبلیغ دین میں معروف رہے۔ بغاوتیں ہوتی رہیں۔ انقلاب برپا ہوتے رہے۔ مگر ان آئمہ حق میں سے کسی نے بھی تحریک میں حصہ نہ لیا۔ نہ خود حاکمان جور کے خلاف کوئی انقلاب برپا کیا۔ اور پیغمبر گرامی اسلام صلعم کی اس وصیت پر سختی کے ساتھ عمل پیرا رہے۔ جو آنحضرتؐ نے حضرت علی سے اپنی زندگی میں کی تھی۔ کہ:

"اے علی! جب تم دیکھو کہ لوگ دنیا کی طرف جا رہے ہیں۔ تو تم دین کی طرف جانا۔"

گویا ان آئمہ کو اپنے دادا سے جو وصیت ملی تھی۔ وہ یہ تھی کہ ابھی تمہاری اولاد

کو آگے چلنا ہے۔ تم اپنے جانشین مقرر کرتے جانا۔ کیونکہ بغیر ان آئمہ کی آخری تعداد کے اسلام مکمل نہ ہوگا۔ ان بارہ کی تعداد کا مکمل ہونا' ضروری تھا۔ لہذا منجملہ دیگر فرائض کے امام وقت کا اب یہ بھی ایک فرض تھا۔ کہ نہ صرف اپنی حفاظت کرے۔ بلکہ اپنے جانشین کی بھی حفاظت کرے۔ تاکہ یہ دور امامت مکمل ہو کر ظاہراً ملتوی ہو جائے۔

چنانچہ جب امام حسن عسکریؑ ایسے وقت میں شہید ہو گئے۔ کہ اپنے فرزند حضرت محمد مہدی منتظر حجۃ القائم علیہ السلام کی دنیاوی ذرائع سے حفاظت نہیں کر سکتے تھے۔ اور حکومت وقت اس بات پر تلی ہوئی تھی۔ کہ آپ کا جانشین زندہ نہیں چھوڑنا۔ تو خدا نے خود ان کی حفاظت کی۔ اور جس طرح حضرت عیسیٰؑ کو اوپر اٹھا کر حفاظت کی تھی۔ اسی طرح حضرت حجتؑ کی لوگوں کی نظروں سے غائب کر کے حفاظت فرمائی۔

چونکہ پیغمبر گرامی اسلام نے اپنے زمانہ کے کفر و شرک سے بچنے کے لئے تو علی العموم ساری امت کو اچھی طرح سے سمجھا دیا تھا۔ لیکن اپنے بعد کفر و شرک و بدعات و زندقہ و الحاد و بے دینی کی جتنی صورتیں پیدا ہونی تھیں۔ اس کے جواب اپنے حقیقی جانشینوں کو تعلیم کر کے گئے تھے۔ لہذا ان بارہ کی تعداد کا پورا ہونا' نہایت ضروری تھا۔

اگر کوئی یہ کہے کہ پیغمبر کے بعد کسی ہادی کی کیا ضرورت تھی؟ یا پیغمبر کے بعد تین آئمہ تک ہی کیوں کافی نہ ہو گئے؟ یہ بارہ کی تعداد کے پورا ہونے میں کیا خصوصیت تھی؟ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ بارہویں امام نے 329ھ میں غیبت کبریٰ اختیار کی۔ اس وقت تک اسلام پر کفر کے جتنے اصناف و اقسام کی یلغار ہونی تھی۔ ان کا جواب دینے کے لئے اور ان کے خلاف کسی ہدایت دینے والے کی خدا کی طرف سے اشد ضرورت تھی۔ 329ھ تک کفر و شرک و زندقہ و الحاد و بدعات و بے دینی کے جتنے اقسام ہیں۔ ان سب کا اسلام پر حملہ ہو چکا تھا۔ اور ان کا ان آئمہ اطہار نے جواب اپنے ماننے والوں کو سمجھا دیا تھا۔ اور ان کو ان تمام اصناف کفر و شرک و زندقہ والحاد و بے دینی

سے بچانے کے لئے شمع ہدایت روشن کر دی تھی۔

فلسفہ کا اسلام میں داخلہ انہیں کے دور میں ہوا۔ صوفیت کا اسلام میں داخلہ انہی کے دور میں ہوا۔ غلو و تفویض کا اسلام میں داخلہ انہی کے دور میں ہوا۔ اگر معاملہ امام زین العابدین علیہ السلام سے پہلے ہی ختم ہو جاتا۔ اور آگے کوئی اور امام نہ ہوتا تو فلاسفہ کے کفر کا جواب کون دیتا؟ صوفیا کے کفر و شرک والحاد و زندقہ و بے دینی کا جواب کون دیتا؟ غرض بارہویں امام تک جتنے اصناف کفر و شرک تھے۔ وہ سب کے سب رائج ہو چکے تھے۔ اس کے بعد کفر و شرک و زندقہ والحاد و بے دینی کی جو بھی کوئی صورت ہوئی۔ وہ ان ہی اصناف کفر و شرک کی شاخیں تھیں۔ بارہویں امام تک آپ کے روات اور آپ کی روایت حدیث کرنے والے اتنے پھیل گئے تھے۔ کہ اب وہ ان اصناف کفر و شرک کا جواب دینے کے لئے موجود تھے۔ لہذا خدا نے اپنی بارہویں حجت کو ایک وقت معین تک لئے غائب کر دیا۔ تاکہ زمین پر اس کی حجت بھی قائم رہے۔ اور اس کے غائب کیے جانے کے ذمہ دار وہ خود ہوں۔

غرض تمام آئمہ اطہار اپنی ساری عمر تبلیغ دین میں مصروف رہے۔ نہ کسی بادشاہ کے خلاف بغاوت کی نہ کسی بادشاہ کے خلاف انقلابی تحریک چلائی۔ لہذا محمد رضا قمی کو یوں کہنا چاہئے تھا۔ کہ کسی بھی امام سے وہ کام نہ ہو سکا۔ جو امام خمینی نے انجام دیا۔ کیونکہ کسی بھی امام نے کسی بادشاہ کا تختہ نہیں الٹا۔ اور کسی بھی امام نے کسی بادشاہ کے خلاف انقلاب برپا نہیں کیا۔ جب کہ امام خمینی نے ایران کی ڈھائی ہزار سالہ بادشاہت کے خلاف انقلاب برپا کر کے ایران کی ڈھائی ہزار سالہ بادشاہت کا خاتمہ کر دیا۔ پس امام خمینی اہل ایران کے لئے اسی طرح سے ان کے قائداعظم ہیں۔ جس طرح اہل پاکستان کیلئے محمد علی جناح قائداعظم ہیں۔ جنہوں نے مسلمانان ہند کو ایک وطن اور مسلم ریاست پاکستان کے نام سے قائم کی۔ لیکن ان دونوں قائدین میں ایک واضع فرق ہے۔

اور وہ فرق یہ ہے۔ کہ پاکستان کے قائداعظم کو ایک تو ہندو جیسے مکار اور انگریز جیسے عیار کا سامنا تھا۔ اور دوسری طرف اکثر دینی جماعتیں بھی قائداعظم کے خلاف تھیں۔ اور انہیں کافراعظم کہتی تھیں۔ اور مسلم لیگ کے وہ ساتھی بھی جو قائداعظم کے ساتھ تھے۔ وہ انہیں کھوٹے سکے سمجھتے تھے۔ مگر پھر بھی قائداعظم کی فراست سے پاکستان معرض وجود میں آ گیا۔ اور اب کسی بھی مکتب فکر کے آدمی کی یہ مجال نہیں ہے۔ کہ وہ قائداعظم کی شان میں گستاخی کرے۔ یا ان کی طرز زندگی اور مذہب کے خلاف لب کشائی کی جرات کرے۔

مگر امام خمینی کو انقلاب برپا کرنے میں مملکت کی تمام رعایا کی حمایت حاصل تھی۔ وہ بادشاہ کو ہٹانا چاہتے تھے۔ تو وہ پارٹی بھی بادشاہ کے خلاف تھی۔ مجاہدین خلق بھی بادشاہ کے خلاف تھے۔ تمام دینی جماعتیں بھی بادشاہ کے خلاف تھیں۔ اور شیعوں کی تمام اقسام بادشاہ کے خلاف تھیں۔

غرض تمام تنظیمیں۔ تمام جماعتیں۔ تمام ادارے اور شیعوں کی تمام اقسام اس مسئلہ میں امام خمینی کے ساتھ تھے۔ اور بادشاہ کی مخالفت ان سب کی قدر مشترک تھی۔ لہذا انقلاب برپا ہو گیا۔ بادشاہ ملک سے فرار کر گیا۔ اور امام خمینی سربراہ مملکت بن گئے۔

انقلاب کے بعد جب تودہ پارٹی کو کچھ نہ ملا اور مجاہدین خلق کو بھی کچھ ہاتھ نہ آیا۔ تو وہ سب کے سب مخالف ہو گئے۔ اور عراق کی طرف ہجرت کر گئے۔ شاید محمد رضا قمی کو بھی یہ بات تو معلوم ہو گی۔ کہ وہ بھی سب کے سب شیعہ ہی ہیں۔

بہر حال یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ امام خمینی کو یہ عظمت انقلاب میں کامیاب ہونے کی وجہ سے ملی ہے۔ محی الدین ابن عربی کے دقیق توحیدی مطالب و معارف کا عقیدہ رکھنے کی وجہ سے نہیں ملی۔ کیونکہ محی الدین ابن عربی کے نظریہ وحدت الوجود کو جسے محمد رضا قمی نے اس کے دقیق توحیدی مطالب و معارف کہا ہے۔ تمام بزرگ شیعہ

علمائے متقدمین ومتاخرین کفر والحاد اور زندقہ قرار دیتے آئے ہیں۔ لیکن آج جس طرح کوئی شخص پاکستان میں قائداعظم کی نجی زندگی اور مذہبی عقیدہ کے بارے میں حرف گیری نہیں کرسکتا۔ اسی طرح ایران میں بھی کوئی ان پر ان کے نظریہ کی بنا پر حرف گیری کی جرات نہیں کرسکتا۔ لہذا پاکستان کے اخبارات میں تعریف کے انداز میں یہ کھیل کھیلا گیا ہے۔ یا پھر پاکستان کے شیعوں کو محی الدین ابن عربی کا پیروکار بنانے کے لئے تبلیغ کی ابتدا کی گئی ہے۔

بہرحال یہ سب انقلاب میں کامیابی کا ثمرہ ہے۔ اگر وہ انقلاب میں کامیاب نہ ہوتے۔ تو وہ بھی انقلاب میں ناکام ہونے والوں کے انجام سے دوچار ہوتے۔ اور پھر ان کے دقیق توحیدی مطالب ومعارف کا بھی پوچھنے والا کوئی نہ کوئی ایران میں مل جاتا۔

اب ہم صوفی شیعہ فرقے کا بیان یہیں پر ختم کرتے ہیں۔ اور شیعوں کے دوسرے فرقوں کا حال لکھتے ہیں۔

شیعہ تفویضیہ کا بیان

بلال زبیری نے اپنی کتاب ''فرقے اور مسالک'' میں تفویضیہ کے عنوان کے تحت یوں لکھا ہے۔ کہ:

''اس نام کا شیعی فرقہ بھی حضرت امام جعفر صادقؑ کی زندگی میں منظم ہوا۔ اسے سیاسی قوت نصیب نہیں ہوئی۔ مگر اس فرقے نے دوسرے شیعہ فرقوں کی نسبت بعض مختلف عقائد اختیار کئے۔ جن کا مورخین نے اس طرح ذکر کیا ہے:

:: خداتعالی نے دنیا کا نظام قائم رکھنے کے لئے حضرت محمد اور حضرت علی کو اپنا قائم مقام مقرر کیا ہے۔

:: محمد صلعم کے وصی حضرت علی تھے۔ اور امامت ان کی فاطمی اولاد کے لئے مخصوص ہے۔

تفویض کے معنی ہیں۔ سپرد کردینا۔ کیونکہ یہ فرقہ یہ عقیدہ رکھتا ہے۔ کہ خدا نے پیغمبر اکرم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی علیہ السلام کو پیدا کرنے کے بعد اور کوئی کام نہیں کیا۔ بلکہ تمام کام اور نظام کائنات سارے کا سارا ان کو سپرد کردیا۔ لہذا اب جو کچھ کرتے ہیں۔ وہ یہی کرتے ہیں۔ خلق یہ کرتے ہیں۔ رزق یہ دیتے ہیں۔ مارتے یہ ہیں۔ زندہ یہ کرتے ہیں۔ غرض سارا نظام کائنات یہی چلاتے ہیں۔

ہمارے آئمہ اطہار نے اور جملہ بزرگ شیعہ علماء نے ان قائلین تفویض کو جسے بلال زبیری نے تفویضیہ کہا ہے۔ مفوضہ نام رکھا ہے۔

بنی امیہ کے خلیفہ عمر ابن عبدالعزیز کا دور حکومت 99ھ سے 101ھ کا ہے۔ بنی امیہ کے اس خلیفہ نے جہاں حضرت علیؑ پر سب کرنا بند کرایا۔ اور تمام مسلمانوں سے انہیں چوتھا خلیفہ راشد منوایا۔ جب کہ اس کے زمانے تک بنی امیہ نے سارے شامیوں نے 'عثمانیوں نے' اور تمام نواصب نے انہیں خلیفہ تسلیم نہیں کیا تھا۔ بلکہ وہ حضرت عثمان کے بعد معاویہ کو ہی اس کی بیعت سے پہلے بھی' اور اس کی بیعت کے بعد بھی اپنا حاکم مانتے تھے۔ وہاں آئمہ اہل بیت کے ساتھ دوسرے خلفائے بنی امیہ کی نسبت نرم رویہ بھی اختیار کیا۔

اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آئمہ اہل بیت سے علوم حاصل کرنے کے لئے ہر قسم کے مسلمان ان کی طرف رجوع کرنے لگے۔ اور امام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانے میں آپ سے کسب علوم کرنے والے لاکھوں تک پہنچ گئے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام ہی کے زمانے میں فلسفہ کا اسلام میں داخلہ ہوا۔ جو وحدت الوجود کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ امام جعفر صادق کے زمانے میں ہی اہل سنت کے فلسفیاتی مذاہب ظہور میں آئے۔ جیسا کہ بلال زبیری نے بھی لکھا ہے۔ کہ:

''امام جعفر صادقؑ کی زندگی کا دور انقلاب کا دور شمار ہوتا ہے۔ کیونکہ

ولادت 83ھ سے لیکر وفات 148ھ تک گویا پینسٹھ برس کا طویل عرصہ گروہی سیاست۔ خروج۔ بغاوتوں اور فلسفیانہ مباحثوں پر مشتمل ہے۔ ان کی زندگی میں معتزلہ۔ جبریہ۔ قدریہ۔ جہمیہ ایسے فلسفیاتی فرقے ظہور میں آئے۔ حسنی اور حسینی سادات کی آویزش اور دشمنیاں نمایاں ہوئیں۔ اموی حکومت کا خاتمہ اور عباسی سلطنت کا آغاز ہوا۔ فقہی مذاہب۔ حنفی۔ مالکی۔ شافعی وغیرہ کی بنیاد رکھی گئی۔ زندیقوں کے نئے گروہ مرتب و مدون ہوئے۔ تاریخ اسلام میں یہ دور کئی معاملات میں منفرد شمار ہوتا ہے۔ اثنا عشری شیعوں کے مطابق اصول و فروع کی ترتیب بھی اسی دور میں قائم ہوئی۔ جو ان کے ہاں مروج ہے۔"

فرقے اور مسالک۔ بلال زبیری صفحہ 144

امام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانے میں ہی اہل سنت میں صوفیا کے مختلف فرقے پیدا ہوئے۔ جو حلول و اتحاد کے قائل تھے۔ جس کا مطلب ہے۔ خدا کا ان صوفیوں کے اندر سما جانا۔ یا خدا کا صوفیوں کے ساتھ متحد ہو جانا۔ اسی اتحاد کے عقیدہ نے بعد میں غلو کی صورت اختیار کر لی۔ یعنی اتحاد کی صورت میں تو صرف صوفی خدا بنتا تھا۔ مگر وحدت الوجود نے ہر چیز کو خدا بنا دیا۔ لہذا وہ لوگ۔ جو غلو کی طرف مائل تھے۔ اور حالات سے مجبور ہو کر زیر زمین چلے گئے تھے۔ انہوں نے بھی پر پرزے نکالے۔ انہوں نے دیکھا کہ جب صوفی حلول کے ذریعہ خدا بن سکتے ہیں۔ اور اتحاد کے ذریعہ کوئلہ اور آگ، اور لوہے اور آگ کی مثال دے کر خدا بنتے ہیں۔ تو محمد و آل محمد کو خدائی کام انجام دینے اور خدا کے سارے کام سپرد کرنے کا عقیدہ اپنانے میں کیا دشواری ہے۔ پس انہیں بھی جو دل چاہا۔ وہ کہنے کی آزادی مل گئی۔ اور وہ کھل کر آئمہ اہل بیت کی نسبت تفویض کے عقیدہ کی تشہیر کرنے لگ گئے۔

چنانچہ ایک روایت میں آیا ہے۔ کہ راوی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کی کہ ابو ہارون مکفوف یہ گمان کرتا ہے۔ کہ جناب نے اس سے فرمایا

ہے۔ کہ اگر تو قدیم ذات کا ارادہ رکھتا ہے۔ تو اسے تو کوئی بھی نہیں پا سکتا۔ اور اگر اس کا ارادہ رکھتا ہے۔ جو خالق و رازق ہے۔ تو وہ حضرت محمد بن علی (الباقر ؑ) ہیں۔ یہ سن کر امام علیہ السلام نے فرمایا:

"فقال کذب علی لعنه الله مامن خالق الا الله ولا شریك له۔ حق علی الله ان یذیقنا الموت والذی لا یهلك هوالله خالق الخلق و باری البریة"

بحار جلد 7 صفحہ 247

"فرمایا خدا اس پر لعنت کرے۔ اس نے مجھ پر جھوٹ بولا ہے۔ سوائے خدا کے اور کوئی خالق نہیں ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ خدا پر لازم ہے۔ کہ ہمیں موت کا ذائقہ چکھائے۔ وہ ذات جس کے لئے موت نہیں ہے۔ وہ خدا ہی ہے۔ جو تمام مخلوقات کا خالق ہے۔"

ایک اور روایت جسے حجتہ الاسلام آیت اللہ فی الانام آقا حسین علیین مکان مجتہد لکھنوی نے اپنی کتاب حدیقہ سلطانیہ میں اعتقادیہ شیخ صدوق علیہ الرحمہ سے نقل کیا ہے۔ اس طرح سے لکھا ہے۔ کہ

"و شیخ جلیل ابن بابویہ قمی در اعتقادیہ خود از زرارہ روایت کردہ کہ عرض کردم بخدمت حضرت صادق علیہ السلام بدرستیکہ مردی از اولاد عبداللہ بن سبا است کہ قائل بتفویض شدہ۔ فرمودہ تفویض چیست عرض کردم میگوید کہ خداوند عالم محمد و علی صلوات اللہ علیہما و الھما را آفرید۔ پس سپرد کرد بایشان امر عالم را پس ایں ہر دو خلق عالم کردند روزی دادند و زندہ کردند۔ میراندند۔ پس آنحضرت فرمود۔ دروغ گفت دشمن خدا۔ ہر گاہ باز گردی بسوی او پس بخوان برا و آیہ از سورہ رعد:

"ام جعلوا لله شرکاء خلقوا کخلقه فتشابه الخلق علیهم قل الله خالق کل شیء و هو الواحد القهار۔ پس برگشتم بسوی او و گفتم باز آنچہ فرمودہ بود۔

پس ساکت شد گویا سنگی را در دھن لقمہ دادم"

حدیقہ سلطانیہ صفحہ 71

یعنی شیخ جلیل ابن بابویہ قمی شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے اپنے اعتقادیہ میں زرارہ سے روایت کی ہے۔ کہ میں نے حضرت صادق آل محمدؑ کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ عبداللہ بن سبا کی اولاد میں سے ایک شخص تفویض کا قائل ہو گیا ہے۔ فرمایا کہ تفویض سے اس کی مراد کیا ہے؟ میں نے عرض کیا۔ وہ کہتا ہے۔ کہ خداوند عالم نے محمد مصطفےٰ اور علی مرتضیٰ صلوات اللہ علیہما والہما کو پیدا کیا۔ پھر عالم دنیا کا معاملہ ان کے سپرد کر دیا۔ لہذا ان دو بزرگواروں نے ہی عالم دنیا کو خلق کیا ہے۔ اور مخلوق کو روزی دی ہے۔ وہی زندہ کرتے ہیں۔ اور وہی موت دیتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ جھوٹا ہے۔ یہ دشمن خدا۔ پھر آپ نے فرمایا۔ کہ جب تم واپس آؤ تو اس کے سامنے سورۃ رعد کی یہ آیت پڑھنا:

"ام جعلو اللہ شرکاء خلقوا کخلقہ فتشابہ الخلق علیہم قل اللہ خالق کل شئی و ہو الواحد القہار"

آیا انہوں نے اللہ کے ایسے شریک بنا لئے ہیں۔ جنہوں نے مخلوق خدا کی طرح کی مخلوق پیدا کی ہے۔ جس کے باعث مخلوقات ان پر مشتبہ ہو گئی ہے۔ کہ دو کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا خالق ہے۔ اور وہ یکتا و یگانہ اور ہر شے پر غالب و قادر ہے"

راوی بیان کرتا ہے۔ کہ جب میں واپس لوٹ کر اس شخص کے پاس گیا اور اس سے وہ سب کچھ بیان کیا۔ جو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے بیان فرمایا تھا۔ تو ایسا خاموش ہو گیا۔ کہ گویا میں نے اس کے منہ میں پتھر ٹھونس دیا ہے۔

ان روایات سے ثابت ہوا۔ کہ تفویض کا قائل فرقہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانہ میں پیدا ہوا۔ جو خود کو شیعہ ہی کہتا تھا۔ لیکن بلال زبیری نے اس فرقہ کا نام تفویضیہ لکھا ہے۔ مگر ہمارے آئمہ اطہار نے اور جملہ بزرگ علمائے شیعہ نے ان کو

"مفوضہ" کہا ہے۔ یہ فرقہ شیعوں کے ساتھ ہی گھلا ملا رہا۔ اور شیعوں کے عقائد کے علاوہ عقیدہ تفویض کا بھی قائل رہا۔

اور روایات سے اندازہ ہوتا ہے۔ کہ اس فرقے نے خود کو علیحدہ طور پر نمایاں نہ کیا۔ بلکہ یہ شیعہ فرقہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانے سے امام زمانہ کی غیبت صغریٰ کے آخری ایام تک اسی طرح شیعوں کے ساتھ گھلا ملا رہا۔ اور آج تک اسی طرح گھلا ملا موجود چلا آ رہا ہے۔ اور جب وہ شیعوں میں کسی کے سامنے اپنا یہ عقیدہ بیان کرتے ہیں۔ تب ان کے اس عقیدہ کے معتقد ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ یا شیعیان حقہ کے ساتھ بحث میں الجھتے ہیں۔ تب ان کے عقیدہ کا علم ہوتا ہے۔ جیسا کہ احتجاج طبرسی کی روایت سے پتہ چلتا ہے۔ جسے آیت اللہ السید محمد حسین المرعشی الشہرستانی نے عقیدہ تفویض کی روایات بیان کرتے ہوئے اپنی کتاب تریاق فاروق میں اس طرح سے نقل کیا ہے۔ کہ:

"از جملہ اخبار مانعہ روایت طبرسی است در احتجاج عن علی بن احمد الدلال القمی۔ قال اختلف جماعۃ من الشیعہ فی ان اللہ فوض الی الائمۃ ان یخلقوا او یرزقوا فقال قوم ھذا محال لا یجوز علی اللہ لان الاجسام لا یقدر علی خلقھا غیر اللہ عزوجل۔ وقال الاخرون بل اللہ اقدر الائمۃ علی ذالک و فوض الیھم فخلقوا و رزقوا۔ فتنازعوا فی ذالک نزاعاً شدیداً۔ فقال قائل منھم ما بالکم لا ترجعون الی ابی جعفر محمد بن عثمان فتسئلونہ عن ذالک لیوضح لکم الحق فیہ فانہ الطریق الی صاحب الامر فرضیت الجماعۃ بابی جعفر فسلمت واجابت الی قولہ فکتبوا المسئلۃ فانفذوھا الیہ فخرج الیھم من جہتہ توقیع نسختہ۔ ان اللہ تعالیٰ ھو الذی خلق الاجسام و قسم الارزاق۔ لانہ لیس بجسم ولا حال فی جسم لیس کمثلہ شئی و ھو السمیع البصیر۔ فاما الائمۃ فانھم یسئلون

اللہ فیخلق و یسئلونہ فیرزق ایجاباً لمسئلتھم و اعظاما لحقھم۔"

تریاق الفاروق صفحہ 40

احتجاج طبرسی صفحہ 267

مراۃ العقول ج1 صفحہ 192

منہاج البراعہ ج2 صفحہ 100

یعنی علی ابن احمد الدلال القمی سے روایت ہے۔ کہ ایک مرتبہ شیعوں کی ایک جماعت میں اس کے متعلق اختلاف واقع ہوگیا۔ کہ آیا اللہ تعالیٰ نے عالم دنیا کے پیدا کرنے اور رزق دینے کے معاملے کو آئمہ علیہم اسلام کے سپرد کر دیا ہے۔ یا نہیں ایک گروہ نے کہا کہ یہ محال ہے۔ ممکن ہی نہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ پیدا کرنے کا معاملہ کسی کے سپرد کرے۔ کیونکہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی ہستی اجسام کے پیدا کرنے پر قادر ہو ہی نہیں سکتی۔ دوسرے گروہ نے کہا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آئمہ علیہم السلام کو اس پر قادر کر دیا ہے۔ اور پھر یہ معاملہ ان کے سپرد کر دیا ہے۔ لہذا انہوں نے ہی سب کو پیدا کیا ہے۔ اور انہوں نے ہی سب کو رزق دیا ہے۔ اس بارے میں دونوں گروہوں کے درمیان سخت جھگڑا پیدا ہو گیا۔ اور ان کے درمیان تنازعہ کھڑا ہو گیا۔ تو کسی سمجھ دار آدمی نے ان سے کہا کہ تم اس مسئلہ کے متعلق حضرت صاحب الامر کے وکیل جناب ابو جعفر محمد بن عثمان کی طرف کیوں رجوع نہیں کرتے؟ ان سے سوال کیجیے۔ تاکہ وہ جو حق ہو اسے واضح کر دیں۔ کیونکہ وہ ہی تو حضرت صاحب الامر امام زمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں رسائی کا واسطہ اور وسیلہ ہیں۔ چنانچہ وہ سب کے سب ابی جعفر محمد بن عثمان کے فیصلہ پر راضی ہو گئے۔ لہذا ان کے ارشاد کو تسلیم اور قبول کرنے پر سب نے اتفاق کا اظہار کر دیا۔ چنانچہ یہ مسئلہ تحریر کیا گیا۔ اور حضرت ابی جعفر کی معرفت امام زمانہ علیہ السلام کی خدمت میں اسے ارسال کر دیا گیا۔ تو حضور صاحب الامر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دستخط اور مہر مبارک سے مصدقہ جو جواب آیا۔ اس کے الفاظ یہ

تھے کہ:

"صرف اللہ ہی وہ ذات ہے۔ جس نے تمام جسموں کو پیدا کیا۔ اور تمام رزقوں کو تقسیم کیا۔ کیونکہ نہ وہ جسم ہے۔ نہ ہی جسم میں حلول کرتا ہے۔ اس کی مثل کوئی شئی نہیں ہے۔ اور وہ سمیع و بصیر ہے۔ رہا ائمہ علیہم السلام کی شان کا بیان تو ان کی عظمت اور جلالت قدر کی شان یہ ہے۔ کہ وہ جب اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کو پیدا کرنے یا کسی کو رزق دینے کا سوال کرتے ہیں۔ اور دعا کرتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ ان کی دعا کو رد نہیں کرتا۔ بلکہ ان کے حق کی عظمت اور شان کی بلندی کے باعث ان کی دعا کو شرف قبولیت سے مشرف کرتا ہے۔ اور مطلوبہ چیز کو پیدا کر دیتا ہے۔ اور جس کے لئے رزق کی دعا ہوتی ہے۔ اس کو رزق عطا کرتا ہے۔

بہر حال فرقہ تفوضیہ یا مفوضہ وہ فرقہ ہے۔ جو شیعوں میں امام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانہ میں پیدا ہوا۔ اور آج تک شیعوں میں گھلا ملا ہوا چلا آ رہا ہے۔ چونکہ یہ فرقہ بھی شیعہ حقہ جعفریہ اثنا عشریہ کے تمام عقائد کا عقیدہ رکھتا ہے۔ اور تفویض کا عقیدہ شیعہ حقہ جعفریہ اثنا عشریہ کے علاوہ علیحدہ سے رکھتا ہے۔ لہذا اس کا پتہ جب ہی چلتا ہے۔ جب وہ اسے بیان کرتے ہیں۔ بصورت دیگر وہ شیعہ حقہ جعفریہ اثنا عشریہ میں گھلے ملے ہوئے اور چھپے ہوئے رہتے ہیں"

جہاں تک فقہ کا تعلق ہے۔ تو بلال زبیری نے اس سلسلہ میں صحیح لکھا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ:

"شیعوں کے ایک بڑے گروہ نے حضرت امام جعفر صادقؑ کو امام برحق تسلیم کر لیا۔ امام صاحب بڑے عالم۔ فاضل۔ زاہد اور متقی بزرگ تھے۔ انہی سے فقہ جعفریہ کا آغاز ہوا۔ گویا ان کے بعد جتنے شیعہ فرقے ہوئے ان تمام کا فقہی مرکز آپ ہی کی ذات تھی۔"

بلال زبیری فرقے و مسالک صفحہ 143

بلال زبیری نے اپنی اس تحقیق اور بیان میں بھی ٹھوکر کھائی ہے۔ کیونکہ خود

اس نے زیدیہ شیعہ اور اسماعلیہ شیعہ کی فقہ کا اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔ اور اس کا فقہ جعفریہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ البتہ یوں کہنا چاہے تھا۔ کہ شیعہ جعفریہ اثنا عشریہ کے جتنے فرقے ہوئے۔ ان تمام کا فقہی مرکز امام جعفر صادق علیہ السلام ہی کی ذات تھی۔

شیعہ جعفریہ کو مذہب جعفریہ کیوں کہا گیا؟

فی الحقیقت شیعہ جعفریہ اسلام حقیقی کا ہی دوسرا نام ہے۔ یعنی وہی مذہب جسے پیغمبر گرامی اسلام نے پیش کیا تھا۔ اگر اس زمانہ میں شیعیان جعفریہ یہ کہتے کہ یہ ہی مذہب ہے۔ وہ جو جناب رسول خدا لائے تھے۔ اور یہ مذہب جناب رسول خدا کا مذہب ہے۔ تو حکومت اور عوام الناس اور اس زمانے میں پیدا ہوئے والے دوسرے مذاہب کے پیروکار یعنی حنفی، مالکی، شافعی۔ اور حنبلی یہ کہتے۔ کہ ہمارا بھی تو وہی مذہب ہے۔ تم نے یہ نام خاص طور پر محض اپنے لئے کیوں رکھا؟

دوسرے امام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانے میں اپنے اپنے اماموں کے نام پر مذہب کا نام رکھنے کا رواج ہو چکا تھا۔ امام ابو حنیفہ کی پیروی کرنے والے حنفی کہلاتے تھے۔ امام مالک کی پیروی کرنے والے مالکی کہلاتے تھے۔ وعلی ھذا القیاس۔ سب مذاہب اپنے اپنے اماموں کے ساتھ منسوب ہو کر بولے جانے لگے تھے۔ اور وہ مخالف اسلام نہیں سمجھے جاتے تھے۔ لہذا شیعیان علی نے اپنا نام مذہب جعفری رکھ لیا۔ ورنہ مذہب تو وہی ہے۔ جو پیغمبر کے بعد صحیح ہاتھوں کے ذریعہ پہنچا۔ جو خالص اسلام جناب رسول خدا کا تھا۔ اور آپ کے حقیقی جانشینوں کے ذریعہ قائم رہا۔

امام جعفر صادق ؑ کے زمانے میں شیعہ کہلانیوالے فرقوں کا مجمل بیان

جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ کہ پیغمبر کے بعد مسلمانوں کی قیادت دو حصوں میں تقسیم ہو گئی۔ دنیاوی اقتدار کی قیادت کا سلسلہ تو حضرت ابو بکر سے خلافت کے نام سے قائم ہوا۔ اور پیغمبر اکرم صلعم کے ارشادات کے مطابق دینی

قیادت کا سلسلہ حضرت علی سے امامت کے نام سے شروع ہوا۔ چنانچہ دنیاوی اقتدار پر آنے والے خلافت کے نام سے حکومت کرتے رہے۔ اور دینی اقتدار کے حامل امامت کے نام سے تبلیغ دین اور ہدایت کا کام انجام دیتے رہے۔ گو تھوڑی سی مدت کے لئے دینی رہنماؤں کے پاس بھی دنیاوی اقتدار کی قیادت حصہ میں آئی۔ لیکن پھر مستقل طور پر غلبہ پانے والے حکمرانوں کے پاس چلی گئی۔ جو بادشاہ بھی تھے۔ اور خلیفہ بھی کہلاتے تھے۔ پھر امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد انتقام خون حسین کی تحریک چلی۔ اور بنی امیہ اور بنی عباس کے ظلم و جور کے خلاف بغاوتیں منظم ہوئیں۔ اور انقلابی تحریکیں چلیں۔ اور ہر تحریک کا قائد بھی امام کہلانے لگ گیا۔ اور ایسے اماموں کا ساتھ دینے والے ان کے شیعہ کہلانے لگ گئے۔ جیسے کیسان کو امام ماننے والے کیسانیہ شیعہ۔ زید شہید کو امام ماننے والے زیدیہ شیعہ۔ محمد نفس ذکیہ کو امام ماننے والے نفیسہ شیعہ محمد بن نفس ذکیہ کے بھائی۔ ادریس کو امام ماننے والے ادریسیہ شیعہ۔ پس اگرچہ ہر انقلابی تحریک کے قائد کو امام کہا گیا۔ اور ہر امام کے پیروکاروں کو اور ان کا ساتھ دینے والوں کو انکا شیعہ کہا گیا۔ لیکن فی الحقیقت یہ بھی دنیاوی اقتدار کی قیادت کا ہی سلسلہ تھا۔ اس طرح دنیاوی اقتدار کی قیادت کے بھی دو سلسلہ ہو گئے۔ ایک سلسلہ تو وہی جو خلافت کے نام سے چلا آرہا تھا۔ دوسرا سلسلہ وہ جو امامت کے نام سے تحریک چلا کر کامیاب ہو گیا۔ اس طرح دنیاوی قیادت کا جو خلافت کے نام سے سلسلہ چل رہا تھا۔ اس کا ساتھ دینے والے تو اہل سنت والجماعت ہی کہلاتے رہے۔ لیکن اس دنیاوی قیادت کا جو امامت کے نام سے تحریک چلا کر کامیاب ہوئے۔ اس کا ساتھ دینے والے شیعہ کہلاتے رہے۔ پس شیعہ کہلانے والے بھی اب دو طرح کے ہو گئے۔ ایک وہ جو دنیاوی اقتدار کی قیادت کے پیرو تھے۔ اور دوسرے وہی جو قدیم سے دینی قیادت کی پیروی کرتے چلے آرہے تھے۔

ان کے علاوہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانہ میں بھی اور ان کے بعد

آئمہ طاہرین کے تابعین میں سے ہی کچھ لوگوں نے آئمہ طاہرین کی تعلیمات سے ہٹ کر اپنی قیادت جمالی۔ اور امامت کے دعویدار بن گئے۔ ایسے اماموں کے ماننے والے بھی شیعہ ہی کہلانے لگ گئے۔ لیکن ایسے شیعہ اکثر وقت کے ساتھ ساتھ ختم ہو گئے۔

پس امام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانہ میں شیعوں کی اقسام کچھ اس طرح سے تھیں۔

اول= امام جعفر صادق علیہ السلام کو اپنا چھٹا امام ماننے والے اور ان کے بعد بارہویں امام تک انتظار کرنے والے اور ان سب کو معصوم۔ امام برحق اور ھادی خلق ماننے والے اور ان کی اطاعت و پیروی کو واجب جاننے والے۔

دوسرے= وہ شیعہ جو مذکورہ پہلی قسم کے شیعوں کے مذکورہ عقائد ہی کو مانتے تھے۔ لیکن ان عقائد کے علاوہ وہ اس بات کا عقیدہ رکھتے تھے۔ کہ خدا نے ان کو خلق کرنے کے بعد اپنے تمام کام اور اپنے تمام امور ان کو سپرد کر دیئے ہیں۔ لہذا خلق بھی کرتے ہیں۔ رزق بھی دیتے ہیں۔ مارتے بھی یہی ہیں۔ زندہ بھی یہی کرتے ہیں۔ اور سارا نظام کائنات بھی چلاتے ہیں۔ آئمہ اطہار نے مشرک قرار دے کر ان پر لعن کیا ہے۔ اور انہیں مفوضہ کے نام سے پکارا ہے۔ لیکن پہلی قسم کے شیعہ مفوضہ والا یہ عقیدہ نہیں رکھتے تھے۔

تیسرے= ہر انقلابی تحریک کے قائد کو امام ماننے والے چاہے اس کی تحریک کامیاب ہوئی یا ناکام۔ اس کا ساتھ دینے کی وجہ سے اس کا شیعہ کہلاتے تھے۔ جیسے کیسانیہ شیعہ۔ زیدیہ شیعہ۔ نفیسہ شیعہ۔ اور ادریسیہ شیعہ وغیرہ۔ ان میں سے بھی جو تحریکیں ناکام ہو گئیں۔ وہ وقت کے ساتھ مٹ گئے۔

چوتھے= امام جعفر صادق یا دوسرے آئمہ کے شاگردوں میں سے جنہوں نے اپنی علیحدہ دکان چمکانے کے لئے کچھ نئے عقائد کے ساتھ اپنی امامت کا دعویٰ کیا۔ یا

جنہوں نے پیغمبر اکرم کی امام مہدی کی پیش گوئی کا سہارا لے کر امام مہدی ہونے کا دعویٰ کیا۔ چاہے وہ کسی امام کا شاگرد یا پیرو بھی نہ تھا۔ ایسے اماموں کی پیروی کرنے والے بھی شیعہ ہی کہلاتے ہیں۔ اور انہیں شیعوں ہی کی فہرست میں شمار کیا گیا۔ لیکن ایسے شیعہ بھی اپنے امام کی موت کے بعد فوراً ہی یا کچھ عرصے بعد وقت کے ساتھ ختم ہو گئے۔

جہاں تک صوفیوں کا تعلق ہے۔ تو یہ معتزلہ۔ جبریہ۔ قدریہ اور جہلمیہ ایسے فلسفیاتی فرقوں اور حنفی۔ مالکی۔ شافعی اور حنبلی فقہی فرقوں کی طرح امام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانہ میں سنی ہی کہلاتے تھے۔ اور امام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانے میں کوئی صوفی شیعہ نہیں کہلاتا تھا۔ بلکہ شیعوں میں صوفیت اور تصوف کا مرض۔ ایران میں تقریباً شاہان صفویہ کے دور میں لاحق ہوا۔

حضرت امام جعفر صادقؑ کی شہادت کے بعد

حضرت امام صادق علیہ السلام نے 15 شوال 148 ھ کو شہادت پائی۔ اور آپ کی جگہ آپ کے فرزند حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام منصب امامت پر فائز ہوئے۔ اور شیعیان حقہ امامیہ نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو اپنا امام مان کر ان کی اطاعت و پیروی اختیار کی۔

بلال زبیری نے اسے ایک علیحدہ فرقہ شمار کر کے موسویہ فرقے کے عنوان کے تحت یوں لکھا ہے کہ:

"تاریخ اسلام میں اس فرقے کو امامیہ اور موسویہ کے نام سے منسوب کیا گیا ہے۔ جیسا کہ گذشتہ صفحات میں امام جعفر صادق کی اولاد کے درمیان مسئلہ امامت پر اختلاف کا تذکرہ آپ نے پڑھا۔ اثنا عشری عقیدہ کے مطابق مسلمانوں کے ساتویں امام جناب موسیٰ کاظم ہیں"

فرقے اور مسالک۔ بلال زبیری صفحہ 162

بلال زبیری نے موسوی فرقے کے نام سے ایک علیحدہ شیعہ فرقہ کا اضافہ کیا ہے۔ جس طرح اس سے پہلے جعفری شیعہ۔ باقری شیعہ۔ فرقہ کے نام سے شیعہ فرقوں کے نام کا اضافہ کیا ہے۔ حالانکہ اگر بارہ اماموں میں ہر امام کے نام کا علیحدہ شیعہ فرقہ قرار دیا جائے۔ تو اس طرح تو ہر امام کے وقت میں اپنے زمانے کے امام کو ماننے والا اس کے نام کا شیعہ فرقہ کہلائے گا۔ اور یوں کہا جائے گا۔ کہ علوی شیعہ۔ حسنی شیعہ۔ حسینی شیعہ۔ زین العابدینی شیعہ۔ باقری شیعہ۔ جعفری شیعہ۔ موسوی شیعہ۔ رضوی شیعہ وغیرہ وغیرہ

بہر حال موسوی شیعہ نام کا کوئی فرقہ علیحدہ شیعہ فرقہ شمار نہیں ہو سکتا۔ جب انہوں نے خود اپنی کتاب فرقے اور مسالک کے صفحہ نمبر 166 پر اثنا عشری فرقے کا بیان کیا ہے۔ اور صفحہ نمبر 169 سے سے صفحہ نمبر 170 تک بارہ کے بارہ نام تفصیل کے ساتھ تحریر کئے ہیں۔ تو پھر علیحدہ سے موسوی فرقے کا بیان خواہ مخواہ میں شیعہ فرقوں کی تعداد میں اضافہ کرنا ہے۔ کیونکہ حضرت علی علیہ السلام سے لیکر بارہویں امام تک بارہ کے بارہ اماموں کو اپنے اپنے وقت میں امام ماننے والا ایک ہی فرقہ ہے۔ جو پیغمبر اکرم صلعم کی احادیث وارشادات کی اطاعت کرتے ہوئے ہر زمانہ کے امام پر ایمان لایا۔ اور بارہویں امام تک ہر امام کے آنے کا منتظر رہا۔ یہی فرقہ اثنا عشری کہلاتا ہے۔ جس کا حال اس کے مناسب مقام پر بیان ہوگا۔

البتہ ان لوگوں کے علاوہ جو انقلابی تحریکوں کی قیادت کر کے امام کہلائے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام کے بعض تابعین اور آپ کی اولاد میں سے امام موسیٰ کاظم کے بھائی اور پھر کچھ دوسرے لوگوں نے امامت کے دعوے کئے۔ تو ان کے پیروکار بھی شیعہ ہی کہلائے۔ لیکن یہ فرقے کچھ دیر زندہ نہ رہے۔ چونکہ یہ آئمہ اطہار کے مقابلہ میں اٹھے تھے۔ لہذا انہیں ہر صورت میں عقائد میں اختلاف کر کے ہی اپنی دوکان الگ سے چکانی تھی۔ جن کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں

ہے۔ کیونکہ یہ سب وقت کے ساتھ ساتھ ختم ہو گئے۔ سوائے امام جعفر صادق علیہ السلام کے فرزند حضرت اسمعیل کے بیٹے محمد بن اسمٰعیل کی تحریک کے جو ایسی تھی۔ جو مستقل طور پر چلی۔ اور اس نے ایک مستقل فرقے کی حیثیت اختیار کر لی۔ جو اسماعلیہ فرقے کے نام سے آج بھی موجود ہے۔ اور دنیا کے بہت سے ممالک میں منظم طور پر پائے جاتے ہیں۔ جس کا مختصر حال اس طرح ہے۔

شیعہ اسماعلیہ فرقے کا بیان

بلال زبیری نے اپنی کتاب فرقے اور مسالک میں شیعہ اسماعیلیوں کے 25 فرقے لکھے ہیں۔ ان شیعہ اسماعلیہ کے ناموں سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ کہ ان کے بنیاد گذار کسی نہ کسی طرح حکومت وقت کے خلاف خروج کرتے اور انقلابی تحریکیں چلاتے رہے ہیں۔ اور ان کا ساتھ دینے والے ان کو امام مان کر ان کا شیعہ کہلاتے تھے۔ آغا سلطان مرزا کی کتاب نور المشرقین کے مطابق امام جعفر صادق علیہ السلام کے سات بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں۔ بیٹوں میں سے سب سے بڑے حضرت اسمٰعیل تھے۔ اور ان سے چھوٹے عبداللہ تھے۔ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے علاوہ باقی کے چار بیٹوں کے نام اسحٰق۔ محمد۔ عباس اور علی تھا۔ ان میں سے عبداللہ افطح کے نام سے مشہور تھے۔ امام جعفر صادقؑ کے بعد دعوائے امامت کیا۔ ان کو امام ماننے والے افطحیہ شیعہ کہلاتے تھے۔ آغا سلطان مرزا لکھتے ہیں۔ کہ

"امام جعفر علیہ السلام نے حضرت امام موسیٰ کاظم سے فرمایا تھا۔ کہ میرے بعد تمہارے مقابلہ میں عبداللہ امامت کا دعویٰ کرے گا۔ لیکن تم درگذر کرنا۔ اور معترض نہ ہونا۔ کیونکہ وہ بہت جلد فوت ہو جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جناب جعفر صادقؑ کے بعد صرف ستر دن زندہ رہے۔"

نور المشرقین صفحہ 222

آغا سلطان مرزا حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے بھائی حضرت

اسماعیل کا حال لکھتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ:

''یہ نہایت ذکی۔ ذہین۔ عابد و زاہد تھے۔ جناب امام جعفر صادق کی ساری اولاد میں سے سب سے بڑے تھے۔ اپنے والد سے تقریباً بیس سال قبل بمقام عریض وفات پائی۔ یہ مقام مدینہ سے تقریباً چار میل کے فاصلے پر ہے۔ وہاں سے ان کی لاش لوگوں کے کندھوں پر مدینہ لائی گئی۔ جناب امام جعفر صادق کو ان کی وفات کا بہت صدمہ ہوا۔ لاش کو کندھا دینے میں شریک تھے۔ راستہ میں اکثر ان کا منہ کھول کر دیکھتے تھے۔ اور لوگوں کو بھی دکھاتے تھے۔ مقام بقیع میں دفن کیے گئے۔ چونکہ اولاد اکبر تھے۔ اور ان کے والد کو ان سے بہت محبت تھی۔ لہذا ان شیعوں کا جو مدینہ سے دور رہتے تھے۔ یہ گمان ہوا کہ وہ جناب امام جعفر صادق کے مقرر کردہ جانشین تھے۔ جناب امام جعفر صادقؑ کی رحلت پر شیعہ تین گروہوں میں تقسیم ہو گئے۔ ایک تو وہ جو جناب جعفر صادق کے بعد امام موسیٰ کاظم کو ان کا جانشین اور اپنا امام مانتے تھے۔ دوسرے وہ جو حضرت اسمٰعیل کی موت کے قائل تھے۔ لیکن اس کے فرزند محمد کو جانشین جعفر صادق سمجھتے تھے۔ تیسرے وہ جو حضرت اسماعیل کی موت کے قائل نہ تھے۔ لیکن یہ فرقہ بہت جلد ختم ہو گیا۔

نور المشرقین صفحہ 222-221

بلال زبیری لکھتے ہیں: کہ اسماعیلی علماء امامت کا سلسلہ حضرت علی سے تسلیم نہیں کرتے۔ بلکہ امام حسن سے شروع کرتے ہیں۔ کیونکہ حضرت علی وصی رسول تھے۔ امامت کا سلسلہ ان کے بعد چلا اور حسن بن علی سے اسماعیل بن جعفر صادق تک ان کے چھ امام ہوئے۔ اس وجہ سے بعض علماء قدیم نے اس فرقے کو شش امامیہ بھی لکھا ہے۔ لیکن اسماعیلیوں کی سیاسی تاریخ کا آغاز محمد بن اسماعیل بن جعفر صادق سے ہوتا ہے۔

بلال زبیری فرقے و مسالک صفحہ 184

شاید اسماعیلی ایسا سمجھتے ہوں۔ یا یہ بلال زبیری کا خیال ہو۔ لیکن میرے

خیال میں چونکہ اسماعیلیہ آئمہ طاہرین میں سے جو آئمہ برحق ہیں۔ صرف چھ آئمہ برحق کو امام مانتے ہیں۔ جو حضرت علی سے امام جعفر صادق تک چھ آئمہ برحق ہوتے ہیں۔ لہذا ہمارے علماء انہیں اس بنا پر شش امامیہ کہتے ہیں۔

بہر حال پھر اسکے بعد بلال زبیری اس طرح لکھتے ہیں:

''امام زین العابدینؑ۔ امام محمد باقرؑ۔ امام جعفر صادقؑ کی طرح امام موسیٰ کاظمؑ خروج و بغاوت ایسے کاموں سے دور تھے۔ عباسی خلفاء کو ان کی بجائے اسماعیلیوں کے انتہا پسند گروہ سے زیادہ خطرہ تھا۔ اور وہ اس کوشش میں تھے۔ کہ محمد بن اسماعیل بن جعفر صادقؑ کو گرفتار کر کے قتل کر دیا جائے۔ تاکہ ان کی قیادت میں کوئی تحریک منظم نہ ہو سکے۔

فرقے اور مسالک۔ بلال زبیری صفحہ 184

محمد بن اسماعیل کچھ عرصہ روپوش رہنے کے بعد 183ھ میں وفات پا گئے۔ محمد کی وفات کے بعد ان کا بیٹا عبد اللہ امام مقرر ہوا۔ عبد اللہ کچھ عرصہ ان کی تحریک چلاتے ہوئے 210ھ میں وفات پا گئے۔ تو ان کے بعد ان کے بیٹے احمد امام مقرر ہوئے۔ بہر حال اسماعیلیوں کی تحریک دن بدن منظم ہوتی جا رہی تھی۔ اور عباسیوں کو بھی لحہ لحہ ان سے خطرہ تیز ہوتا جا رہا تھا۔ اور امام احمد بھی اپنا مستقر بدلتا رہا۔ آخر اس نے بھی عسکر مکرم میں 240ھ میں وفات پائی۔ اور اس نے اپنے بیٹے حسین کو اپنا وصی مقرر کیا۔ اور اس کے ساتھ ایک کثیر گروہ بغاوت کے لئے مسلح تیار ہو گیا۔ لیکن حسین نے خروج کا ابھی وقت نہیں کہ کر بغاوت کا سلسلہ شروع نہ کیا۔ حسین مصلحت کے تحت نص امامت اپنے آٹھ سالہ بیٹے عبد اللہ کی طرف منتقل کر کے خود امامت کی ذمہ داری سے سبکدوش ہو گیا۔ کچھ عرصہ بعد عبد اللہ بن حسین غائب ہو گیا۔ اور اس نے اعلان کرا دیا۔ کہ عبد اللہ ہی مہدی منتظر ہے۔ اور وہ اس وقت دنیا میں آئے گا۔ جب فاطمی حکومت قائم ہو جائے گی۔ اس اعلان کے ہوتے ہی اسماعیلیوں نے عباسیوں کے خلاف مختلف علاقوں میں مسلح بغاوتیں شروع کر دیں۔ سب سے پہلے یمن پر قبضہ

کیا۔اور عباسیوں کو نکال کر اپنی حکومت قائم کر لی۔ پھر مصر اور افریقہ میں بغاوتیں ہوئیں۔اور بیشتر علاقے عباسیوں سے چھین لئے گئے۔جب فاطمی حکومت قائم ہو گئی۔تو 270ھ میں عبداللہ بن الحسین المھدی منتظر کی حیثیت سے سلمیہ میں ظاہر ہوا۔اور یہاں سے پھر اپنی ظاہری دعوت کا سلسلہ شروع کر دیا۔" انتھی ملخصہ

فرقے اور مسالک۔ بلال زبیری صفحہ 185

"عبداللہ نے جو فاطمی سلطنت کا خلیفہ اول اور مھدی منتظر تھا۔322ھ میں انتقال کیا۔اس کے بعد اس کا بیٹا ابوالقاسم محمد القائم بامر اللہ تخت حکومت پر بیٹھا۔غرض 270ھ سے 567ھ تک اسماعیلیوں نے فاطمین مصر کے نام سے تقریباً 297 سال حکومت کی۔اور ان کے 18 بادشاہ خلیفہ کے نام سے حکومت کرتے رہے۔567 ھ میں صلیبی جنگوں کے دوران صلاح الدین ایوبی نے مصر پر قبضہ کر لیا۔اور اسماعیلی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔اس طرح اسماعیلی تحریک قوت و حکومت سے محروم ہو کر محض مذہبی فرقوں تک محدود ہو گئی۔انتھی ملخصہ"

فرقے اور مسالک۔ بلال زبیری صفحہ 186 تا 192

یہ فرقہ حضرت علیؑ سے حضرت امام جعفر صادق تک تو آئمہ اثنا عشر کے اماموں میں سے ہونے والے اماموں کا قائل ہے۔لیکن امام جعفر صادقؑ کے بعد انہوں نے بھی ہر انقلابی تحریک کے قائد کو اپنا امام مانا۔اور اس طرح ان کا سلسلہ امامت محمد بن اسماعیل سے شروع ہو کر آج تک جاری ہے۔اگرچہ 567ھ کے بعد مصر میں حکومت کے ختم ہو جانے کے بعد یہ لوگ بھی محض مذہبی فرقوں تک محدود ہو گئے ہیں۔

امامت کے بارے میں اگرچہ لفظی طور پر ان کا نظریہ اثنا عشری شیعوں سے ملتا جلتا ہے۔یعنی امام خدا کا مقرر کردہ اور منصوص من اللہ ہوتا ہے۔لیکن انہوں نے امام جعفر صادقؑ کے بعد عملاً انقلابی تحریک کی قیادت کرنے والوں کو ہی امام مانا۔اور محمد بن اسماعیل سے ہر انقلابی تحریک کے قائد کو اپنا امام مانا۔

بلال زبیری نے اپنی کتاب "فرقے اور مسالک" میں فرقہ اسماعیلیہ کے جو 25 فرقے لکھے ہیں۔ان میں سے دو فرقے بہت معروف ہیں۔ان دو معروف فرقوں میں ایک وہ ہے جنہیں شش امامیہ شیعہ کہا جاتا ہے۔اور جن کے موجودہ پیشوا سیدنا برہان الدین ہیں۔یہ حضرات جعفری فقہ کی پیروی کرتے ہیں۔اس لئے انہیں تارک شریعت نہیں کہا جا سکتا۔بنابریں اسماعیلیہ فرقے کے بارے میں بلال زبیری کی یہ بات کہ "یہ لوگ عملاً تارک شریعت ہیں۔ان کا سب سے بڑا عمل امام وقت کی اطاعت ہے" غلط ہے۔البتہ یہ بات آغا خانی اسماعیلیہ شیعوں کے لئے صحیح ہے۔لہذا اس کتاب میں جہاں اسماعلیہ فرقے کے بارے میں بلال زبیری کا مذکورہ فقرہ نقل ہوا ہے۔اس سے آغا خانی شیعہ مراد ہیں جن کا بیان آگے آتا ہے۔

آغا خانی شیعوں کا بیان

بلال زبیری نے اسماعیلیہ شیعوں کے جو 25 فرقے تحریر کئے ہیں۔ان میں سے ایک فرقہ نزاریہ ہے۔اس فرقے کے حالات میں بلال زبیری لکھتے ہیں: اس فرقے کا بانی حسن بن صباح تھا۔جو ایرانی النسل تھا۔یہ ایک دفعہ بیمار ہوا۔تو اسماعیلی داعی کی دعا سے شفایاب ہوا۔جس کے بعد اس کا رجحان اسماعیلیوں کی طرف ہو گیا۔اور باقاعدہ اسماعیلی تحریک میں شامل ہو گیا۔یہ 464ھ میں مصر پہنچا۔جہاں پر فاطمی خلیفہ مستنصر باللہ نے اس کا استقبال کیا۔خلیفہ مستنصر کا وزیر مستنصر کے بیٹے مستعلی کو اس کا جانشین بنانا چاہتا تھا۔اور حسن بن صباح مستنصر کے دوسرے بیٹے نزار کو مستنصر کا جانشین بنوانے کے حق میں تھا۔لہذا حسن بن صباح نے مصر چھوڑ دیا اور کرمان۔اصفہان۔طبرستان وغیرہ جا کر نزار کی امامت کا اعلان کر دیا۔اور کچھ عرصہ بعد الموت پر قبضہ کر کے حکومت قائم کر لی۔یہ وہی حسن بن صباح ہے۔جس نے الموت میں جنت بنائی تھی۔اور شراب۔حور و غلمان۔آبشاروں اور

نہروں کا ایک طلسماتی سا سلسلہ قائم کیا تھا۔ اور اپنے فدائیوں کو جنت کا لالچ دیتا تھا۔ اور اپنے حکم کی تعمیل کراتا تھا۔ نزار کی موت کے بعد اس نے خود اپنی امامت کا اعلان کردیا۔ اور یہ عقیدہ پھیلایا کہ دنیا کا نظام امام کے بغیر نہیں چل سکتا۔ پہلا امام دوسرے امام کو مقرر کرتا ہے۔ اور امام حاضر میں خداوند تعالیٰ حلول کرتا ہے۔ لہذا امام حاضر کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے۔

حسن بن صباح کے بعد اس کا بیٹا جلال الدین حسن اس فرقہ کا امام ہوا۔ جلال الدین حسن کے بعد یہ فرقہ ایران میں بکثرت پھیلا اور چھ سو سال تک امامت کا سلسلہ مرکز ایران میں ان کے پاس رہا۔ ان کے آخری حکمران خلیل اللہ علی کو دوسرے شیعوں نے قتل کردیا۔ جس پر اسماعیلی آمادہ فساد ہوئے۔ اور شیعوں کو انتقام میں قتل کرنا چاہا۔ تو فتح علی شارہ قاچار بادشاہ ایران نے ان کو روکا۔ اور خلیل اللہ علی کے قاتلوں کو پھانسی دے کر خلیل اللہ کے بیٹے حسن علی کو آغا خان کا خطاب دے دیا۔ یہ واقعہ 1283ھ مطابق 1813ء کا ہے۔

حسن علی آغا خان ایران سے ترک سکونت کرکے ہندوستان چلا آیا۔ اور یہاں آکر ہندوستان میں اپنے عقائد کی تبلیغ کی۔ اور اپنی جماعت منظم کی۔ حسن علی کے بعد اس کا بیٹا شاہ علی امام زمان ہوا۔ جو آغا خان ثانی کہلایا۔ اس کی موت 1305ھ مطابق 1885ء میں ہوئی۔ اس کے بعد اس کا بیٹا سلطان محمد خان آغا خان کے نام سے اس کا جانشین ہوا۔ سلطان محمد خان کا قیام ہندوستان میں ہوتا تھا۔ اور حکومت برطانیہ کا مخلص وفادار تھا۔ حکومت نے اسے سر کا خطاب دیا۔ اور ہندوستانی مسلمانوں کی نمائندگی کا اعزاز بخشا۔ اس کی وفات پر اس کے پوتے شہزادہ علی خان کے بیٹے سر کریم آغا خان اپنے فرقے کے امام ہوئے۔ یہ فرقہ اپنے مرشد نزار کو المصطفےٰ الدین اللہ کے نام سے پکارتا ہے۔ اس فرقے کی مقدس کتاب نور مبین حبل اللہ المتین ہے۔ اس فرقے کی مسجدیں نہیں ہوتیں۔ جماعت خانے ہوتے

ہیں۔ جہاں وہ اپنے معاملات طے کرتے ہیں۔" انتھی ملخصہ

فرقے اور مسالک۔ بلال زبیری صفحہ 216-215

اثنا عشری شیعوں کا بیان

بلال زبیری اپنی کتاب فرقے اور مسالک میں شیعوں کے فرقوں کا بیان کرتے ہوئے اثنا عشریہ کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں۔ کہ:

اثنا عشری= اہل تشیع کا یہ فرقہ افرادی قوت۔ تنظیم۔ ذرائع ابلاغ اور علمی اعتبار سے دیگر تمام شیعہ فرقوں کی نسبت زیادہ موثر ہے۔ اس فرقے کے لوگ برصغیر پاک و ہند۔ تبت۔ ایران۔ اور عراق میں ٹھوس قوت کے حامل ہیں۔ اکثر مورخین نے اس فرقے کو امامیہ لکھا ہے۔ لیکن اس سے عام شبہ محسوس ہوتا ہے۔ کہ تمام شیعہ فرقے امامت کے کسی نہ کسی اعتبار سے قائل ہیں۔ اور ان کے آپس میں بعض ایسے اختلافات پائے جاتے ہیں۔ کہ ایک دوسرے کو کافر۔ فاسق۔ گمراہ اور واجب القتل قرار دے چکے ہیں۔ شاید یہی وجہ ہے۔ کہ اس امامیہ فرقے نے حضرت امام جعفر صادق" کے بعد اپنا نام اثنا عشری موزوں سمجھا۔ چونکہ یہ لوگ بارہ اماموں کے قائل ہیں۔ اور بارھویں امام محمد مہدی جو بچپن میں سامرا کے مقام پر غائب ہوگئے تھے۔ کے دوبارہ ظہور کے منتظر ہیں۔ تاریخی اعتبار سے تمام شیعہ فرقوں کے ہاں ایک عقیدہ مشترک موجود ہے۔ کہ حضرت علی رسول اللہ کے جانشین۔ وصی اور خلیفہ بلافصل تھے۔ نص امامت علی اور خاندان علی کے لئے مخصوص ہے۔ البتہ ان کے درمیان اختلاف افراد کے انتخاب پر ہوا۔ یعنی امام حسین تک اکثر شیعہ ان ہی کی امامت پر متفق نظر آتے ہیں۔ واقعہ کربلا کے بعد عوام کی عمومی ہمدردیاں سادات علی کی حمایت اور بنی امیہ کی مخالفت میں نمایاں ہوگئی تھیں۔ یہ لوگ بنی امیہ سے خون حسین کا انتقام لینے کے آرزومند تھے۔ ان میں بعض مخلص تھے۔ جو سچے دل سے بنی امیہ کے مقابلہ میں اولاد علی کو ترجیح دیتے تھے۔ اور بعض ابن الوقت سیاسی اقتدار کیلئے خون حسین کا نعرہ

لگانے والے تھے۔ ان دونوں میں بظاہر تخصیص بڑی مشکل تھی۔ سید امام زین العابدین نے انتقام کے نام پر شورش و بغاوت کرنے والوں کی تائید وحمایت سے انکار کر دیا تھا۔ لوگوں کا رجوع حضرت علی کے دوسرے لڑکے حضرت محمد الحنفیہ کی طرف ہوا۔ جنہوں نے انتقامی کاروائی کی اجازت دی۔ بعض مورخین نے ان کی اجازت کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔ تاہم اصل صورت حال خواہ کچھ بھی تھی۔ انتقام خون حسین کی تحریک بڑے زور شور سے چلی۔ ہزاروں انسان قتل ہوئے۔ اس ہنگامے میں سادات علی کے ہم نواؤں کی آراء میں اختلاف ہوا۔ کچھ لوگوں نے امام حسینؑ کے بعد حضرت محمد الحنفیہ کو امام عصر تسلیم کیا۔ بعد میں ان کے لڑکے ہاشم کو امام تصور کیا اور آئیدہ کے لئے امامت حضرت علی کی غیر فاطمی اولاد کے لئے مخصوص سمجھی۔ اختلاف کا یہ پہلا دور تھا۔ جس کے بعد امامت کے نام پر سینکڑوں تحریکیں اٹھیں ہر تحریک نے اپنے لئے نیا امام مخصوص کیا۔ بلکہ اس امام کے انتقال یا قتل کے بعد اس کی دوبارہ آمد کا یقینی تصور اپنے متبعین میں پیدا کیا۔ چنانچہ تاریخ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کم وبیش پچاس فرقے ایسے ہیں۔ جنہوں نے امام غائب کا عقیدہ پھیلایا اور ہر فرقہ کا امام غائب بھی علیحدہ مخصوص رہا۔

اثنا عشری شیعوں کا یہ گروہ اس اعتبار سے منفرد ہے۔ کہ انہوں نے گیارہ امام حاضر اور بارھواں غائب مخصوص سمجھا۔ امام غائب کی دوبارہ آمد کا تصور مسلمانوں میں راسخ کیا۔"

اثنا عشری عقیدہ کے مطابق انبیاء کا کام خالق حقیقی کا پیغام مخلوق تک پہنچانا ہے۔ اور امام کا کام مخلوق کو خالق تک لے جانا ہے۔"

فرقے اور مسالک۔ بلال زبیری صفحہ 167+166

اس کے بعد بلال زبیری نے اپنی کتاب فرقے اور مسالک میں حجتہ الاسلام شیخ محمد حسین آل کاشف الغطاء کی اصل واصول شیعہ سے اور علامہ سید محمد دہلوی کی کتاب مسائل شرعیہ سے اور سید احمد حسین ترمذی کی کتاب بارہ امام سے شیعہ

اثنا عشری کے اصول وفروع نقل کیے ہیں۔ جو شیعہ اثنا عشری کے معتبر شیعہ علماء میں سے ہیں۔ لہذا انہیں یہاں دوہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ انہوں نے بارہ اماموں کے نام بھی مع تاریخ پیدائش و وفات نقل کیے ہیں۔ ان کے مطابق بارہ اماموں کی تاریخ پیدائش و وفات اس طرح سے ہے۔

نمبر شمار	اسماء گرامی	ولادت	وفات
1=	حضرت علیؑ	13 رجب 30 عام الفیل میں ہوئی	21 رمضان 40 ھجری
2=	امام حسن ابن علی	15 رمضان 3 ھجری	28 صفر 48 ھجری
3=	امام حسین ابن علیؑ	3 شعبان 4ھ	10 محرم 61ھ
4=	امام علی ابن الحسین	9 شعبان 38ھ	25 محرم 95ھ
5=	امام محمد باقر ابن علی	یکم رجب 57ھ	7 ذوالحجہ 114ھ
6=	امام جعفر صادق ابن محمد	17 ربیع الاول 83ھ	15 رجب 147ھ
7=	امام موسیٰ کاظم ابن جعفر صادق	7 صفر 128ھ	25 رجب 183ھ
8=	امام علی رضا ابن موسیٰ کاظم	11 ذی قعد 153ھ	13 ذیقعد 208ھ
9=	امام محمد تقی ابن علی رضاؑ	15 رمضان 195ھ	......220ھ
10=	امام علی نقی ابن محمد تقی	15 ذوالحجہ 212ھ	3 رجب 254ھ
11=	امام حسن عسکری ابن امام علی نقی	8 ربیع الثانی 232ھ	8 ربیع الاول 260ھ
12=	امام مہدی ابن امام حسن عسکری	15 شعبان 256ھ	اپنے والد کے انتقال کے دوسرے روز سے غائب ہوئے۔

بلال زبیری نے تاریخ پیدائش اور وفات جن کتابوں سے نقل کی ہے۔ اس میں سے بعض میں اختلاف ہے۔ ہم نے فرقے اور مسالک کے صفحہ نمبر 168 تا 170 سے نقل کیا ہے۔ یہ بارہ امام پیغمبر اکرم صلعم کی احادیث کے مطابق ہوئے۔ نہ ایک کم نہ ایک زیادہ۔ بارہ اماموں یا پیغمبر کے بارہ جانشینوں کے بارے میں احادیث

مسلمہ فریقین ہیں۔اور مسلمانوں کی حدیث کی ہر معتبر کتابوں میں لکھی ہوئی موجود ہیں۔چند احادیث ذیل میں بطور نمونہ درج کی جاتی ہیں۔

بارہ اماموں کی پیشین گوئی

اس عنوان کے تحت کچھ پہلے بھی لکھا جاچکا ہے۔لیکن موقعہ کی مناسبت سے یہاں پر مکرر لکھا جاتا ہے۔کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث کہ میرے بعد میرے بارہ جانشین ہونگے۔اور بارہ خلفاء۔بارہ وصی۔بارہ امام یا بارہ امیر کے مختلف الفاظ کے ساتھ اہل سنت کی جملہ صحاح ستہ اوران کی تمام مستند ومعتبر کتابوں میں درج ہے۔اوراس کی صحت پر مسلمانوں میں سے کسی بھی صاحب علم کو کوئی اختلاف نہیں ہے۔اور پیغمبر کی یہ حدیث کہ میرے بعد بارہ خلیفہ یا بارہ امام ہونگے۔اتنی معروف۔اتنی مشہور۔اتنی متواتر اور اتنی صحیح اور مستند ہے۔کہ اہل سنت کے مشہور ومعروف مورخ وسیرت نگار مولانا شبلی نعمانی جیسے محقق ونقاد نے اپنی کتاب سیرۃ النبی جلد سوم۔جس میں انہوں نے پیغمبر کی طرف منسوب اکثر احادیث وروایات پر جرح کی ہے۔اور ہر وہ حدیث جس پر انہیں انگلی رکھنے کی ذرا سی بھی گنجائش ملی ہے۔اس پر انہوں نے تنقید وجرح اور رد وقدح کی ہے۔لیکن اس حدیث کو انہوں نے بھی صحیح قرار دے کر اسے پیغمبر کی پیشین گوئیوں میں تحریر فرمایا۔چنانچہ انہوں نے اپنی کتاب سیرۃ النبی جلد 3 کے اس باب میں جو انہوں نے پیغمبر کی پیشین گوئیوں کے متعلق تحریر فرمایا ہے۔ایک عنوان ہی ''بارہ خلفاء کی پیشین گوئی'' ہے۔اس عنوان کے تحت علامہ موصوف صحیح مسلم اور ابی داؤد سے مختلف احادیث لکھنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں۔کہ:

''ابن حجر ابوداؤد کے الفاظ کی بناء پر خلفائے راشدین اور بنی امیہ میں سے ان بارہ خلفاء کو گناتے ہیں۔جن کی خلافت پر امت کا اجماع رہا۔اس کے بعد علامہ شبلی نے حضرت ابوبکر سے لیکر ہشام تک بارہ خلفاء کے نام جن میں یزید ابن معاویہ بھی شامل ہے۔تحریر کئے ہیں۔اس کے بعد علامہ شبلی نعمانی طنز کے طور پر لکھتے ہیں کہ:

''شیعہ فرقہ تو اس حدیث کی تشریح میں اپنے بارہ اماموں کو پیش کردیگا۔''

سیرۃ النبی جلد 3 صفحہ 604-605

اب ہم یہاں شیخ سلیمان قندوزی بلخی حنفی کی کتاب ینابیع المودت سے۔جنہوں نے اپنی اس کتاب میں اہل سنت کی مستند کتابوں سے احادیث جمع کی ہیں۔چند احادیث نقل کرتے ہیں:

نمبر 1 = موفق بن احمد خوارزمی کی کتاب مناقب میں سلیم بن قیس ہلالی سلیمان فارسی سے روایت کرتے ہیں۔کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔حسین ابن علیؑ آنخضرت کے زانو مبارک پر تشریف فرما تھے۔آنخضرت آپ کی دونوں آنکھوں کو بوسہ دے رہے تھے۔اور آپ کا منہ چوم رہے تھے۔اور فرماتے تھے۔تم سید ہو۔سید کے فرزند ہو۔سید کے بھائی ہو۔تم امام ہو۔امام کے فرزند ہو۔امام کے بھائی ہو۔تم خود حجت ہو۔حجت کے فرزند ہو۔حجت کے بھائی ہو۔اور تم نو حجج کے باپ ہو ان میں سے نواں ان کا قائم ہے''

اردو ترجمہ ینابیع المودت باب 77 صفحہ 698

نمبر 2 = مناقب میں ہے کہ ہمیں احمد بن محمد بن یحیٰ عطار نے حدیث بیان کی۔اس نے کہا مجھے میرے باپ محمد بن عبدالجبار نے حدیث بیان کی۔وہ ابو احمد محمد بن زیاد ازدی سے وہ ابان ابن عثمان سے وہ ثابت ابن دینار سے وہ امام زین العابدین علی ابن الحسین سے آپ اپنے باپ سید الشہداء امام حسین سے وہ اپنے باپ سید الاوصیاء امیر المومنین علی سلام اللہ علیہم سے روایت کرتے ہیں۔کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آئمہ میرے بعد بارہ ہونگے۔اے علی! پہلے ان میں تم ہوگے۔ان میں آخری قائم (عجل اللہ فرجہ) ہوگا۔آپ وہ ہیں۔کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ہاتھوں پر مشرق ومغرب کی زمین کو فتح کرے گا۔''

اردو ترجمہ ینابیع المودت باب 94 صفحہ 764

نمبر 3 = کتاب فرائد السمطین میں اصبغ بن نباتہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں۔

کہ رسول اللہ نے فرمایا۔ میں ۔علی ۔حسن ۔حسین ۔اور حسین کی اولاد سے نو فرزند پاک اور معصوم ہیں"

اردو ترجمہ ینابیع المودۃ باب 94 صفحہ 764

نمبر 4= "اسی کتاب میں عبایہ بن ربعی ابن عباس سے روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ نے فرمایا میں سید النبیین ہوں اور علی سید الوصیین ہیں۔ میرے بعد اوصیاء بارہ ہیں۔ پہلے ان میں علی ہیں اور آخری ان میں مھدی ہیں۔

اردو ترجمہ ینابیع المودۃ باب 77 صفحہ 697

نمبر 5= "سید علی ہمدانی قدس اللہ سرہ کی کتاب مودۃ القربیٰ کی دسویں مودت میں عبدالملک بن عمیر جابر ابن سمرہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ میں نے اپنے باپ کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ (و آلہ) وسلم کی خدمت میں موجود تھا۔ میں نے آنحضرت کو فرماتے ہوئے سنا۔ میرے بعد بارہ خلیفہ ہونگے۔ پھر آنحضرت نے اپنی آواز کو دھیما کر دیا۔ میں نے اپنے باپ سے دریافت کیا۔ کہ آنحضرت نے کس چیز کے ساتھ اپنی آواز کو دھیما کر دیا تھا۔ کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا تھا۔ کہ تمام کے تمام بنی ہاشم میں سے ہونگے۔"

اردو ترجمہ ینابیع المودۃ باب 77 صفحہ 697

نمبر 6= ابن عباس سے روایت ہے۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ میں خود ۔علی ۔حسن ۔حسین ۔اور حسین کے فرزندوں میں سے نو حضرات پاک و پاکیزہ اور معصوم ہیں ۔حموینی نے بھی اس کو بیان کیا ہے۔

اردو ترجمہ ینابیع المودۃ باب 77 صفحہ 698

نمبر 7= "علی کرم اللہ وجہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: امام میرے فرزندوں میں سے ہونگے۔ جس شخص نے ان کی اطاعت کی۔ اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ جس نے ان کی نافرمانی کی۔ اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔ یہ حضرات مضبوط رسی اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ ہیں"

اردو ترجمہ ینابیع المودۃ باب 77 صفحہ 698

حدیث میرے بعد بارہ خلفاء بارہ امام ہونگے
پر شیخ سلیمان قندوزی بلخی حنفی کا تبصرہ

شیخ سلیمان قندوزی بلخی حنفی اپنی کتاب ینابیع المودت میں پیغمبر کے بعد ہونے والے بارہ جانشینوں ۔بارہ خلفاء۔ بارہ پاک و معصوم اماموں کی احادیث اہل سنت کی مستند کتابوں سے نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:

"بعض محققین نے کہا ہے۔ کہ یہ احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں۔ کہ نبی صلی علیہ و آلہ وسلم کے بعد بارہ خلیفہ ہونگے۔ اور یہ بات کافی طریقوں سے شہرت پا چکی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی مراد اس حدیث سے وہ بارہ آئمہ مراد ہیں۔ جو آپ کے اہل بیت اور آپ کی عترت سے پیدا ہونگے۔ اور یہ بات ناممکن ہے۔ کہ اس حدیث کو ان خلفاء پر محمول کیا جائے۔ جو آپ کے بعد آپ کے اصحاب سے ہوئے تھے۔ کیونکہ ان کی تعداد بارہ سے تھوڑی ہے۔ اور یہ بھی ناممکن ہے۔ کہ اس حدیث کو اموی بادشاہوں پر محمول کیا جائے۔ کیونکہ ان کی تعداد بارہ سے زیادہ ہے۔ عمر ابن عبدالعزیز کے سوا باقی سب سے صریح ظلم کا ارتکاب ہوا ہے۔ اور یہ لوگ بنی ہاشم میں سے نہیں تھے۔ اور رسول اللہ نے فرمایا تھا۔ کہ تمام کے تمام بنی ہاشم میں سے ہونگے۔

عبدالملک جابر سے روایت کرتے ہیں اور جس میں نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنی آواز کو دھیما کر دیتے ہیں۔ یہ روایت اس بات کی طرف دلالت کرتی ہے۔ کہ لوگ بنی ہاشم کی خلافت کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ یہ بات بھی درست نہیں ہے۔ کہ اس روایت کو عباسی بادشاہوں پر محمول کریں۔ کیونکہ ان کی تعداد مذکورہ تعداد سے زیادہ ہے۔ اور وہ لوگ اس آیت: "قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ" اور حدیث کساء کا مصداق نہیں ہوئے۔ ضروری ہے کہ اس حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ان آئمہ پر محمول کیا جائے۔ جو آپ کے اہل بیت اور آپ کے عترت

میں سے ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ اپنے اپنے زمانے میں تمام لوگوں سے زیادہ عالم۔ زیادہ بزرگ۔ زیادہ پرہیز گار۔ اور زیادہ متقی ہیں۔ یہ لوگ نسب کے لحاظ سے سب سے افضل ہیں۔ اور اللہ کے نزدیک زیادہ عزت والے ہیں۔ ان حضرات کے علوم بطور وارثت اور امانت کے طور پر اپنے آباء سے منتقل ہوکر ان کے جد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آکر مل جاتے ہیں۔ اس بات کو اہل علم۔ اہل تحقیق۔ اہل کشف وتوفیق جانتے ہیں۔ اور اس مطلب کی تائید کرتے ہیں۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مراد بارہ آئمہ سے وہ بارہ آئمہ ہیں۔ جو آپ کے اہل بیت میں سے ہیں۔ اور اس بات پر گواہ اور دلیل حدیث ثقلین اور وہ احادیث ہیں۔ جو اس کتاب اور دیگر کتب میں بار بار مذکور ہوچکی ہیں"

اردو ترجمہ ینابیع المودت باب 77 صفحہ 599-598

کسی پیغمبر کی پیشن گوئی کا سچا ہونا۔ اس پیغمبر کی صداقت کی دلیل ہوتا ہے

کوئی صاحب علم مسلمان خواہ وہ سنی ہو یا شیعہ اس بات سے انکار نہیں کرسکتا۔ کہ پیغمبر نے اپنے بعد اپنے بارہ جانشینوں بارہ خلفاء بارہ آئمہ اور بارہ اوصیاء کے ہونے کی بشارت دی تھی۔ اور اپنے بعد آنے والے زمانے کے لئے پیشن گوئی کی تھی۔ اور یہ بات بھی مسلمہ ہے۔ کہ کسی پیغمبر کی پیشین گوئی کا سچا ہونا۔ اس پیغمبر کی صداقت کی دلیل ہوا کرتا ہے۔ اور اگر کسی نبی کی پیشین گوئی سچی ثابت نہ ہو تو اس کے دعوے نبوت کو جھوٹا سمجھا جاتا ہے۔ اور معمولی سی عقل کا آدمی یہ جانتا ہے۔ کہ بارہ تو ہر صورت میں بارہ ہی ہوتے ہیں۔ نہ ایک کم اور نہ ایک زیادہ۔ پس نہ چار کو بارہ کہا جاسکتا ہے۔ نہ 28 کو بارہ کہا جاسکتا ہے۔ نہ 18 کو بارہ کہا جاسکتا ہے۔ نہ 37 کو بارہ کہا جاسکتا ہے۔ جو مختلف قبیلوں میں دنیاوی اقتدار کے طور پر سریر آرائے سلطنت ہوئے۔ جب کہ پیغمبرؐ کے بعد پیغمبر صلعم نے جن بارہ خلفاء اور اماموں کی پیشین گوئی کی تھی۔ وہ پیغمبرؐ کی پیشین گوئی کے مطابق بارہ ہی ہوئے۔ یہ بارہ کے بارہ پیغمبر کے

جانشین ہیں۔ اور پیغمبر کی طرف سے لوگوں کو ہدایت کرنے والے ہیں۔

پس اہل بیت پیغمبر کے اماموں اور اوصیاء کا بارہ کی تعداد میں ہونا۔ ایک طرف تو پیغمبر اکرم صلعم کی صداقت کی دلیل ہے۔ اور دوسری طرف یہ ثابت کرتا ہے۔ کہ اہل بیت کے یہ بارہ پاک و معصوم امام ہی جن کی عصمت کی گواہ آیہ تطہیر ہے۔ پیغمبر کے حقیقی جانشین۔ امام برحق۔ اور ھادی خلق ہیں۔ جو پیغمبر صلعم کے نائبین کی حیثیت سے ان کی بجائے کار ہدایت انجام دیتے رہے ہیں۔

بارہ اماموں کے آنے میں کیا حکمت تھی؟

اس بات سے کسی کو بھی انکار نہیں ہوسکتا۔ کہ پیغمبرؐ گرامی اسلام آخری نبی ہیں۔ اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اور آپ کے بعد کسی نبی کے نہ آنے کا مطلب یہ ہے۔ کہ اب قیامت تک آپ ہی کی شریعت نافذ ہے۔ اور قیامت تک ہدایت خلق کا کام انجام دینا۔ آپ کی ہی ذمہ داری ہے۔ چاہے خود انجام دیں یا اپنے کسی نائب کے ذریعہ انجام دیں۔ اور یہ بات بھی سب کو معلوم ہے۔ کہ پیغمبرؐ گرامی اسلام نے قرآن کی صورت میں جو کچھ نازل ہوا تھا۔ وہ سب کا سب امت کو پہنچا دیا تھا۔ تو اس حال میں دو ہی صورتیں تھیں۔ یا تو یہ سمجھا جائے۔ کہ پیغمبر کے بعد آپ کے کسی جانشین اور کسی بھی خلیفہ یا امام و ھادی کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ اور دوسری صورت یہ تھی۔ کہ پیغمبر کے بعد آپ کے کسی ایسے جانشین اور کسی ایسے خلیفہ یا ھادی و امام کی ضرورت تھی۔ جو آپ کا قائم مقام ہوکر آپ کی طرف سے آپ کی طرح جواب دیتا۔ اور رہنمائی کرتا۔ اور اس کی رہنمائی" آپ کی طرف سے رہنمائی سمجھی جاتی۔ اور اس کی ہدایت آپ کی طرف سے ہدایت سمجھی جاتی۔ لہذا اس کی اطاعت آپ کی اطاعت" اور اس کی پیروی" آپ کی پیروی سمجھی جاتی۔ اور اس کی اطاعت و پیروی آنحضرت کی اطاعت و پیروی کی طرح موجب ہدایت ہوتی۔

پہلی صورت میں پیغمبر کی ساری محنت ضائع ہو جاتی۔ اور دین برباد ہو جاتا۔

کفار قریش کے آنحضرت کو ابتر یعنی بے اولاد ہونے پر خوش ہونے میں یہی فلسفہ کار فرما تھا۔ کہ جب آپ مر جائیں گے۔ تو اس دین کا کوئی والی و وارث نہ ہوگا۔ پس قدرت نے اس بات کا انتظام کیا۔ کہ پیغمبر کے بعد آپ کی طرف سے یہ فریضہ ادا کرنے والا کوئی نہ کوئی ضرور قیامت تک موجود رہے۔

لیکن خداوند تعالی کو علم تھا۔ کہ جس طرح بنی اسرائیل اپنے انبیاء کو قتل کرتے رہے۔ اسی طرح یہ امت بھی پیغمبر کے بعد پیغمبر کے حقیقی جانشینوں۔ ھادیان دین اور آئمہ برحق کو قتل کرتی رہے گی۔ یا زہر سے شہید کرتی رہے گی۔ لیکن خدا کی طرف سے حجت تمام کرنے کیلئے اور لوگوں کو ہدایت دینے کے لئے پیغمبر کے ان جانشینوں۔ خلفاء۔ ھادیان خلق اور آئمہ برحق کا تقرر بھی ضروری تھا۔ کیونکہ پیغمبر گرامی اسلامؐ کے زمانہ میں شرک کی نمایاں صورت صرف بت پرستی تھی۔ لہذا آپ نے بت پرستی کے خلاف بڑی شدت کے ساتھ مجاہدہ و مبارزہ کیا۔ لیکن کفر و شرک والحاد و زندقہ و بے دینی کی وہ صورتیں جو پیغمبر کے بعد پیدا ہوئیں۔ اور دین اسلام میں داخل ہوئیں۔ ان کے پیدا ہونے سے پہلے ہی امت کے افراد کو علی العموم سمجھایا نہیں جا سکتا تھا۔ ان کے لئے پیغمبر کے کسی ایسے جانشین و خلیفہ و امام و ھادی خلق کی ضرورت تھی۔ جسے پیغمبر نے اپنے نائب کی حیثیت سے تعلیم و تربیت کیا ہو اور وہ کفر و شرک والحاد و زندقہ و بے دینی کی ان نئی پیدا شدہ صورتوں کا پیغمبر کی طرح سے جواب دیتا رہے۔ اگر امت خدا کے مقرر کردہ پیغمبر کے ان حقیقی جانشینوں۔ خلفاء۔ اماموں اور ہادیوں کے آگے سر تسلیم خم کر دیتی۔ اور ان کی اطاعت و پیروی کو اپنا شیوہ بنا لیتی۔ تو خدا کی یہ نعمت قیامت تک ظاہری طور پر بھی جاری رہتی۔ اور اس میں کوئی رکاوٹ نہ ہوتی۔ لیکن اس امت نے دین کی بجائے دنیا کی طرف رخ کر لیا۔ اور جس طرح بنی اسرائیل اپنے انبیاء کو قتل کرنے میں بے باک تھے۔ یہ امت بھی پیغمبر کے ان حقیقی جانشینوں۔ خلفاء۔ اماموں اور ہادیوں کو قتل کرنے میں ان سے کم بے باک ثابت نہ ہوئی۔ اور چونکہ خداوند تعالی

کی مشیت عام طور پر مصلحت پر مبنی ہوتی ہے۔ لہذا مشیت ایزدی کا تقاضا یہ ہوا۔ کہ پیغمبر کے بعد اس وقت تک جب تک کہ کفر و شرک والحاد و زندقہ و بے دینی کی تمام صورتیں ظہور پذیر نہ ہو جائیں۔ اس وقت تک چاہے جو ظلم و ستم ہوتا رہے۔ ہر صورت میں پیغمبر کے ایسے جانشینوں۔ خلفاء۔ اماموں اور ہادیوں کا سلسلہ ظاہری طور پر بھی جاری و قائم رہے۔ تا کہ وہ اپنے اپنے زمانہ میں کفر و شرک والحاد و زندقہ و بے دینی کی ہر صورت کا جواب اپنے ماننے والوں' اپنی اطاعت کرنے والوں اور اپنی پیروی کرنے والوں کو علی الخصوص' اور ساری امت کو علی العموم اچھی طرح سے سمجھاتے رہیں۔

پس اس بہترین اندازہ کرنے والے خدا نے اپنے اندازے سے یہ قرار دیا۔ کہ بارہ اماموں تک کفر و شرک والحاد و زندقہ و بے دینی کی تمام صورتیں ظہور پذیر ہو جائیں گی۔ اور یہ بارہ کے بارہ امام اپنے اپنے زمانہ میں پیدا ہونے والی کفر و شرک والحاد و زندقہ و بے دینی کی ہر صورت کا جواب سمجھا دیں گے۔ اور ان بارہ کے زمانہ کے بعد کے زمانے میں کفر و شرک والحاد و زندقہ و بے دینی کی جتنی صورتیں ہونگی۔ ان کا سرچشمہ پیغمبر سے لے کر بارہویں امام تک ہونے والی کفر و شرک والحاد و زندقہ و بے دینی کی صورت میں ہونگی۔ لہذا خدا نے یہ ارادہ کیا کہ امت کے تمام تر ظلم و ستم اور مصائب و آلام کے برداشت کرنے اور ہادیان دین کے مسلسل قتل کئے جانے اور زہر سے شہید کئے جانے کے باوجود اس سلسلہ ہدایت کو بارہویں امام تک پہنچا کر رہے گا۔

ان حالات میں امام وقت کا ایک فرض یہ بھی تھا۔ کہ وہ خود اپنی بھی حفاظت کرے اور اپنی جان کی حفاظت کے ساتھ اپنے جانشین کی جان کی بھی حفاظت کرے۔ تا کہ ہدایت کا یہ سلسلہ اس وقت تک کیلئے جب تک کہ خدا کی مشیت ہے ظاہری طور پر جاری رہے۔ اور کفر و شرک والحاد و زندقہ و بے دینی کی وہ تمام صورتیں ظاہر ہو کر ان کا رد و ابطال لوگوں کو سمجھا دیا جائے۔

چنانچہ کفر و شرک والحاد و زندقہ و بے دینی کی جتنی صورتیں تھیں۔ وہ بارہویں

امام کے زمانے تک ظاہر ہوگئیں۔ اور آئمہ علیہم السلام نے ان کا ردو ابطال اور ان کا
جواب لوگوں کو سمجھا دیا۔ اب قیامت تک کوئی نئی صورت کفر و شرک والحاد و زندقہ و بے
دینی کی پیدا نہ ہوگی۔ اور بارہویں امام کے زمانہ تک دنیا میں کفر و شرک والحاد و زندقہ و
بے دینی کی ہر وہ صورت جو وہ اختیار کر سکتی تھی۔ کر چکی تھی۔ چنانچہ کفر و شرک والحاد و
زندقہ و بے دینی کی جو صورت بھی اختیار کرتی تھی۔ اس کے مقابلے کے لئے امام
موجود تھا۔ اور اپنے قول وعمل سے امت کو سمجھاتا تھا۔ کہ اس خاص صورت حال کا کس
طرح سے مقابلہ کرنا ہے۔ پس ہر امام کے شہید ہونے کے بعد دوسرا امام موجود تھا۔
لیکن جب گیارہویں امام حضرت حسن عسکری شہید ہوگئے۔ تو وہ اب کسی طرح سے
اپنے فرزند حضرت امام مہدی حجۃ القائم المنتظر علیہ السلام کی دنیاوی ذرائع سے
حفاظت نہیں کر سکتے تھے۔ اور حکومت وقت اس بات پر تلی ہوئی تھی۔ کہ آپ کا کوئی
جانشین زندہ نہیں چھوڑنا ہے۔ تو خدا نے خود ان کی حفاظت کی اور ان کو لوگوں کی
نظروں سے غائب کر دیا۔ اور ان کی اس طرح سے حفاظت کی' جس طرح حضرت
عیسیٰ کی حفاظت کی تھی۔ جب کہ بادشاہ وقت حضرت عیسیٰ کو قتل کر دینے کے در پے تھا۔

بہرحال جیسا کہ ہم سابقہ اوراق میں بھی ایک مقام پر حسب حال یہ بیان کر
آئے ہیں۔ کہ اب آئمہ کے بعد قیامت تک کوئی ایسی صورت اور حالت پیدا نہ ہوگی۔
جو ان بارہ اماموں میں سے کسی امام کے زمانہ میں نہ رہی ہو۔ اور دنیا پر کوئی ایسی حالت
نہ آئے گی۔ جس میں سے وہ پہلے نہ گذر چکی ہو۔ اس میں ہر ایک حالت اور صورت
کے لئے آئمہ کی تعلیم موجود ہے۔ اس کو تلاش کرو اور اس پر عمل کرو۔ اور یہی حکمت تھی
بارہ اماموں تک پہنچانے میں ورنہ دو تین اماموں پر بھی اکتفا کیا جا سکتا تھا۔ اور بارہ
سے زیادہ امام بھی مقرر کئے جا سکتے تھے۔ اور آج تک بھی یہ سلسلہ جاری رکھا جا سکتا
تھا۔ بلکہ قیامت تک جاری رہ سکتا تھا۔ لیکن قدرت نے اس کام کو بارہ اماموں تک
انجام دے دیا۔ اور بارہویں امام کو لوگوں کی نظروں سے غائب کر دیا۔ جو اس وقت ہی

ظہور کرے گا۔ جب خدا کا حکم ہوگا۔ اور غائب رہنے میں اور بالکل موجود نہ ہونے
میں یہ فرق ہے۔ کہ غائب رہنے میں خدا کی حجت قائم ہے۔ لیکن بالکل موجود نہ
ہونے کی صورت میں خدا کی حجت قائم نہیں رہ سکتی۔ جہاں تک غائب رکھنے کا تعلق
ہے۔ تو اس کے ذمہ دار خود لوگ ہیں۔ لیکن خدا نے اس وقت تک امام زمانہ کو غائب
نہیں کیا۔ جب تک کہ کفر و شرک والحاد و زندقہ و بے دینی کی تمام صورتوں کا جواب اور
احکام شریعت کے جزئیات کو ان آئمہ کے ذریعہ لوگوں کو نہ سمجھا دیا۔ اور انہیں آئندہ کا
لائحہ عمل نہ بتا دیا۔

پیغمبر کی ایک معروف حدیث کا صحیح مطلب

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کی ایک معروف حدیث ہے۔ جو مع حوالہ اوراق
سابق میں بھی بیان ہو چکی ہے۔ وہ یہ ہے کہ:

"من مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتۃ الجاھلیہ"

مسند امام احمد بن حنبل جلد 4 صفحہ 96

"یعنی جو مر گیا اور اس نے اپنے زمانہ کے امام کو نہ پہچانا۔ وہ جاہلیت کی
موت مرا"

پیغمبر اکرم صلعم کی یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ اور مسلمہ فریقین ہے۔ اور اس
حدیث کا مطلب بالکل صاف اور واضح ہے۔ اور اسکو ہر کوئی آسانی کے ساتھ سمجھ سکتا
ہے۔ مثلاً

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام ابن امام جعفر صادق علیہ السلام کے
زمانے میں جو 7 صفر 128ھ کو پیدا ہوئے اور 183ھ میں شہادت پائی۔ اور
148ھ میں امام جعفر صادق کی شہادت کے بعد منصب امامت پر فائز ہوئے۔ پس
148ھ سے لیکر 183ھ تک آپ کے زمانہ امامت میں
سفاح۔ منصور۔ مہدی۔ ہادی اور ہارون الرشید پانچ خلفاء بنی عباس کے ہوئے۔ ان

کے علاوہ پھر آپ کے زمانے امامت میں اسماعیلیہ تحریک کے اماموں میں سے محمد بن اسماعیل اور عبداللہ بن محمد امام ہوئے۔ ان کے علاوہ امام جعفر صادق کے بعد آپ کے بڑے بیٹے جو حضرت اسمعیل سے چھوٹے تھے نے دعوئے امامت کر دیا۔ ان کا نام عبداللہ افطح تھا۔ لہذا ان کے ماننے والے شیعہ افطحیہ کہلاتے ہیں۔ عبداللہ افطح کے بعد سفیان بن عینیہ نے عبداللہ افطح ابن امام جعفر صادق کے چھوٹے بھائی اسحاق بن امام جعفر صادق کو اپنا امام مان لیا۔ لہذا وہ عینیہ شیعہ کہلائے۔ ان کے علاوہ امام جعفر صادق کے پیروکاروں میں سے اور شاگردوں میں سے۔ یحیٰ بن شمیط نے 140ھ میں اور عبداللہ بن ناؤس نے بھی 140ھ میں ہی اور بزیع ابن یوسف نے 145ھ میں اور شریع بن تقاس نے 152ھ میں اور غمام ابن امیہ نے 152ھ میں اور فضل ابن دکین نے 152ھ میں اور خلف ابن عبدالصمد نے 154ھ میں اور اسطرح بعض اور دوسرے شاگردوں نے امام جعفر صادق کو آخری امام اور موعود ہونے کا عقیدہ پھیلایا اور غلو و تفویض کے عقیدہ کو رواج دیا۔ ان کی پیروی کرنے والے شیعہ شمیطیہ• ناؤسیہ۔ بزیعیہ۔ زراریہ۔ جارودیہ۔ شریعیہ۔ غمامیہ۔ دکینیہ۔ خلفیہ وغیرہ کہلاتے ہیں۔

اس صورت حال میں جب کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے بعد صرف امام موسیٰ کاظم کے زمانے میں بنی عباس کے پانچ خلفاء امامت کے دعویدار ہوئے۔ بڑے بھائیوں میں سے ایک بھائی کے دو بیٹے یکے بعد دیگر امامت کے دعویدار ہوئے ہوں۔ اور خود اپنے بڑے بھائیوں میں سے عبداللہ افطح اور اسحاق بھی امام سمجھے جاتے ہوں۔ اور دس کے قریب امام جعفر صادق کے شاگرد اپنی الگ دکان چمکائے ہوئے ہوں۔ تو پیغمبر اکرم کی اس معرفت حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے۔ کہ اس امام کی خلقت اور اس کی نوع وغیرہ کی معرفت حاصل کی جائے۔ بلکہ اس حدیث کا اصل مطلب یہ ہے۔ کہ ایک وقت میں جو بیس کے قریب امامت کے دعویدار ہیں۔

ان میں سے کونسا امام برحق اور اصل ھادی خلق ہے کیونکہ اگر وہ امام برحق اور اصل ہادی خلق کو پہچان لے گا۔ تو حق کو پہچان لے گا۔ اور راہ ہدایت پالے گا۔ ورنہ گمراہی و ضلالت اور کفر و زندقہ و بے دینی کے گڑھے میں گرنے سے نہ بچ سکے گا۔

اس وقت شیعہ فرقوں میں سے شیعہ حقہ جعفریہ اثناعشریہ کے بعد سب سے بڑا اور منظم شیعہ فرقہ شیعہ اسماعیلیہ کا ہے۔ بلال زبیری اپنی کتاب فرقے اور مسالک میں اس فرقے کے بارے میں اپنی تحقیق اس طرح سے پیش کرتے ہیں۔

''اسماعیلی قرآن مجید کے ظاہری احکام کی اطاعت ضروری نہیں سمجھتے۔ اور عملاً تارک شریعت ہیں''

بلال زبیری۔ فرقے اور مسالک صفحہ 193

کیا حقیقی امام زمانہ کو نہ پہچاننے کا نتیجہ اس کے سوا بھی کچھ اور ہو سکتا ہے؟ اور کیا پیغمبر صلعم کی اس معروف حدیث کا مطلب سمجھنے میں اب بھی کوئی دشواری ہے؟ ہم اس مقام پر اس سے زیادہ تبصرہ کرنا مناسب نہیں سمجھتے کہ پیغمبر اکرم صلعم کی یہ حدیث یہ کہتی ہے کہ ہر زمانہ میں ایک امام برحق اور ھادی خلق کا ہونا ضروری ہے۔ اور جب ایک وقت میں کئی کئی امام امامت کے دعویدار ہوں۔ تو یہی بات معلوم کرنے کی ضرورت اور یہی حقیقت پہچاننے کی ضرورت ہے۔ کہ ان میں سے کونسا امام پیغمبر کا حقیقی جانشین۔ امام برحق۔ اور ہادی خلق ہے۔ کیونکہ صرف اسی کی اطاعت و پیروی کرنے سے ہی وہ صحیح اور حقیقی ہدایت حاصل کر سکے گا۔ اس کے علاوہ اور جس کی بھی اطاعت و پیروی کرے گا۔ وہ گمراہ ہو جائے گا۔ اور پیغمبر کی حدیث کے مطابق جہالت اور کفر کی موت مریگا۔

فرقہ نصیریہ کا بیان

تعجب کی بات یہ ہے۔ کہ بعض بے انصاف لوگوں نے دوسرے بہت سے فرقوں کی طرح نصیریہ فرقے کو بھی شیعہ فرقہ میں شمار کر لیا ہے۔ حالانکہ نہ تو ان

دوسرے بہت سے فرقوں میں شیعیت کی کوئی بات ہے۔اور نہ ہی نصیریہ فرقے میں شیعہ کہلانے کی کوئی بات پائی جاتی ہے۔بلال زبیری اس فرقہ کے بارے میں اپنی کتاب فرقے اور مسالک میں اس طرح سے لکھتے ہیں۔کہ:

نصیریہ ”یہ شیعوں کا انتہا پسند متعصب ترین اور نہایت خفیہ رہنے والا فرقہ ہے۔“

فرقے اور مسالک۔بلال زبیری صفحہ 176

اس کے بعد فلپ کے حتی کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

”پروفیسر کے حتی نے تاریخ شام میں اس فرقے کا ذکر کیا ہے۔اس کے مطابق اس گروہ کی ابتداء اثنا عشریوں کے گیارہویں امام الحسن العسکری 252ھ کے عہد میں ہوئی تھی۔اس کا بانی محمد بن نصیر کوفی تھا۔اور اس کا آخری عالم اور داعی حسین ابن حمدان الخفی 957ھ میں گذرا۔جس نے اپنے فرقے کے قواعد۔حقوق۔فرائض اور عقائد مرتب کئے۔یعنی نصیریہ شریعت کی شرح کی یہ باطنی فرقوں سے ملتی جلتی ہے۔بلکہ بعض باتیں عیسائیوں سے ماخوذ معلوم ہوتی ہیں۔ان کے عقائد کا سرسری خاکہ اس طرح سے ہے:۔

نمبر 1= حضرت علی کو خدا تعالی سمجھتے ہیں۔
نمبر 2= رسالت ان کی نگاہ میں ثانوی اور سطحی حیثیت رکھتی ہے۔
نمبر 3= حضرت علی کے بت تیار کر کے گھروں میں برکت کے لئے رکھتے ہیں۔
نمبر 4= راہ چلتے اگر کسی نصیری کے کان میں حضرت علی کا نام پڑ جائے۔تو قدم روک کر رکوع کی حالت میں کچھ وقت کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔
نمبر 5= شریعت کے قطعی تارک ہیں۔صرف علی کا نام ورد زبان کر لینا ہی عبادت اولی سمجھتے ہیں۔

فرقے اور مسالک۔بلال زبیری صفحہ 176

اس کے بعد اگلے صفحہ پر لکھتے ہیں۔

”شیعوں کا یہ انتہا پسند غالی اور زیر زمین گروہ اب بھی ایران۔شام۔ترکستان۔اور لبنانی سرحدات پر آباد ہے۔پروفیسر کے حتی کے اندازے کے مطابق ان کی تعداد چار لاکھ کے قریب ہے۔ان کی عبادتیں گاہیں نہیں ہوتیں۔نہ مسجدوں میں جاتے ہیں۔عام شیعوں کو بھی کافر سمجھتے ہیں۔امامت کے قائل نہیں۔خدا اور رسول کی نسبت علی کو ترجیح وفضیلت دینے کے علاوہ علی کو حقیقی خدا سمجھنا اور اس پر کاربند رہنا ان کا سب سے اہم عقیدہ ہے۔پاکستان کے سرحدی صوبہ بلوچستان میں بھی کچھ لوگ اس عقیدہ کے آباد ہیں۔“

فرقے اور مسالک۔بلال زبیری صفحہ 177
بحوالہ فاطمی تاریخ ترجمہ رئیس احمد جعفری

یہ نصیریہ فرقہ وہ فرقہ نہیں ہے۔جس کا بانی عبداللہ بن سبا تھا۔کیونکہ نصیریہ فرقہ کا بانی محمد بن نصیر کوفی تھا۔جو امام حسن عسکری علیہ السلام کے زمانہ میں 252ھ میں ہوا ہے۔اور عبداللہ بن سبا حضرت علی کے زمانہ خلافت ظاہری یعنی 35ھ اور 40ھ کے درمیان ہوا ہے۔اور نہ ہی یہ نصیریہ فرقہ ان فرقوں سے کوئی تعلق رکھتا ہے۔جنہوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو یا دوسرے آئمہ کو اپنے اپنے زمانہ میں خدا مانا۔یا خدا کا ان میں حلول کرنا مانا۔کیونکہ بعض شیعہ کہلانے والے فرقے درمیانی مدت میں بھی ایسے گذرے ہیں۔جو حضرت علی کو یا امام جعفر صادق کو یا دوسرے دنیاوی اقتدار کی قیادت کرنے والے اماموں کو خدا مانتے تھے۔یا خدا کا ان میں حلول کرنا مانتے تھے۔اور عبداللہ بن سبا بھی حضرت علی کو خدا کہتا تھا۔اور خود اپنے آپ کو ان کا نبی کہتا تھا۔اس عبداللہ بن سبا کو حضرت علی علیہ السلام نے اس کے کفر والحاد پر توبہ کے لئے تین دن کی مہلت دیکر اسے آگ میں جلا کر موت کی سزا دے دی تھی۔اس کے بعد اس کی پیروی کرنے والوں کا کہیں نام ونشان دکھائی نہیں دیتا۔البتہ ہمارے آئمہ علیہم السلام اور بزرگ علماء شیعہ کے نزدیک اس کی اولاد میں سے ایک

شخص آئمہ علیہم السلام کے لئے تفویض کا قائل ہو گیا تھا۔ اور یہ فرقہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانہ میں پیدا ہوا تھا۔ جس کا حال ہم سابق میں بیان کر آئے ہیں۔

کیا انصاف کا اس سے بڑھ کر بھی خون کیا جا سکتا ہے؟ کہ ایسے فرقوں کو شیعہ فرقہ قرار دیا جائے۔ جو نہ امامت کے قائل ہوں۔ نہ توحید و رسالت و قیامت کا عقیدہ رکھتے ہوں۔ نہ خود کو شیعہ کہلانا پسند کرتے ہوں۔ بلکہ شیعوں کو کافر کہتے ہوں۔ ایسے فرقوں کو شیعہ فرقوں میں شمار کرنا' اہل سنت کے علماء و محدثین و مورخین کی طرف سے حیرت اور انتہائی تعجب کی بات ہے۔ جو اگر ان کی کم عقلی نہیں۔ تو شیعوں سے ان کے بغض و عناد اور شیعوں پر جھوٹی تہمتیں لگانے کا پتہ دیتی ہے۔ یہی حال تومرتیہ فرقہ کو شیعہ فرقہ کہنے کا ہے۔ جیسا کہ انہوں نے لکھا ہے۔ کہ:

شیعہ تومرتیہ فرقے کا حال

اس شیعہ فرقے کے بانی کا نام ابن تومرت ہے۔ یہ مراکش میں 450ھ میں پیدا ہوا۔ اس کے عہد میں مراکش پر شاہان فرابط کی حکومت تھی۔ جس میں ابن باجہ کے فلسفہ کو فروغ ملا۔ ابن تومرت شدید مذہبی آدمی تھا۔ مگر علم کلام سے بھی متاثر تھا۔ اس نے خود کو اولاد علی سے ظاہر کر کے مھدی ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور معصوم ہونے کا مدعی بنا۔ ابتداء میں علامہ ابن حزم کا معتقد تھا۔ پھر امام غزالی کے فلسفہ سے متاثر ہوا۔

فرقے اور مسالک۔ بلال زبیری صفحہ 177

اس کے بعد لکھتے ہیں کہ:

''حکمران خاندان کے خلاف اس نے فسق و فجور کے الزامات لگا کر بغاوت منظم کی۔ خروج کیا۔ مگر ناکام رہا۔ اس کی وفات کے بعد اس کی تحریک کو عروج نصیب ہوا۔ اور اس کے جانشین عبدالمومن نے مراکو پر قبضہ کر کے 542ھ میں اپنی حکومت قائم کی۔ یہ حکومت 667ھ تک قائم رہی۔ اس فرقے نے جن عقائد کو فروغ دیا۔ وہ

یہ ہیں۔

نمبر 1= ابن حضرت امام مھدی ہے۔ جو خدائی وعدہ کے مطابق آیا اور اسلامی حکومت کی بنیاد ڈالی۔

نمبر 2= مھدی کے بعد اب اس کے جانشین اس کی شریعت پر عمل کرائینگے۔

نمبر 3= امامت کا سلسلہ امام حسین پر ختم ہے۔

ماخوذ از فلسفہ اسلام ترجمہ احسان احمد

فرقے اور مسالک۔ بلال زبیری صفحہ 178-177

شیخیہ فرقے کا حال

بلال زبیری نے اپنی کتاب فرقے اور مسالک میں شیعہ امامیہ فرقوں کے بیان کے ضمن میں پروفیسر براؤن کی کتاب ''باب'' زیارت جامعہ' شیخ احمد احسائی۔ کتاب بہاؤ اللہ اور عصر حاضر از عباس علی بٹ اور مذاہب اسلامیہ کے صفحہ 160 کے حوالہ سے اس فرقے کا حال اور کچھ عقائد کا بیان نقل کیا ہے۔

چونکہ ہم نے شیخ احمد احسائی کے حالات زندگی مستند کتابوں سے پوری تحقیق کے ساتھ اپنی کتاب ''شیخ احمد احسائی مسلمانان پاکستان کی عدالت میں'' اور اس فرقے شیخیہ کے عقائد اور حالات اپنی کتابوں: نمبر 1= نور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ اور نوع نبی و امام ۔ اور نمبر 2۔ العقائد الحقیہ والفرق بین الشیعہ والشیخیہ اور نمبر 3= ولایت قرآن کی نظر میں اور نمبر 4= شیخیت کیا ہے؟ اور شیخی کون؟ اور نمبر 5= شیخیت کا شیعت اور شیعہ علماء سے ٹکراؤ۔ اور نمبر 6= فلسفہ تخلیق کائنات در نظر قرآن اور اس کا شیطانی فلسفوں سے مقابلہ۔ اور نمبر 7= شیعہ جنت میں جائیں گے مگر کونسے شیعہ؟ اور نمبر 8= ترجمہ تنبیہ الانام بر مفاسد ارشاد العلوام۔ اور نمبر 9= شیعہ علماء سے چند سوال۔ وغیرہ میں تفصیل کے ساتھ بیان کر دیئے ہیں۔ اور یہ کتابیں چھپ کر قارئین کے ہاتھوں میں پہنچ چکی ہیں۔ اور ایک کتاب نمبر 10= الشیخیۃ الاحسائیۃ ھم المفوضۃ المشرکون ابھی طبع نہیں ہوئی۔ لہذا قارئین کو تفصیل کے لئے ان مذکورہ

کتابوں کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ ہم طوالت سے بچنے کے لئے اتنے بیان پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔ خلاصہ ان کے عقائد کا یہ ہے۔ کہ شیخ احمد احسائی نے اپنے عقیدہ تفویض کو پہلے سے رائج فلسفہ میں ترمیم کر کے اپنے من گھڑت فلسفہ کے ذریعہ اور صوفیوں کی مثالوں اور مفوضہ کی من گھڑت روایات سے مستدل کیا ہے۔ اور مفوضہ کے بارے میں ہمارے آئمہ اطہار نے یہ فرمایا ہے۔ کہ الغلاۃ کفار والمفوضۃ مشرکون' یعنی غالی کافر ہیں۔ اور مفوضہ مشرک ہیں۔ اور ہمارے بزرگ علماء نے حد سے تجاوز کی بناء پر مفوضہ کو غالیوں میں سے ہی شمار کیا ہے۔ لہذا اس بنا پر وہ کافر بھی ہیں۔ اور مشرک بھی۔ مفوضہ کی پہلے کوئی منظم جماعت نہیں تھی۔ لیکن شیخ احمد احسائی کی طرف سے فلسفہ اور تصوف کی دلائل کے ذریعہ عقیدہ۔ تفویض کو مستدل کرنے کے بعد یہ جماعت ایک منظم شکل اختیار کر گئی۔ جس کے باقاعدہ رئیس و سربراہ ہیں۔ جو اس طرح سے ہیں:

شیخ احمد احسائی	بانی مذہب شیخیہ
سید کاظم رشتی	جانشین اول

روسائے فرقہ شیخیہ رکنیہ کرمان	روسائے فرقہ احقاقیہ کویت
نمبر 1= مرزا محمد کریم خان کرمانی	نمبر 1= مرزا حسن غراچہ داغی
نمبر 2= مرزا محمد خان کرمانی	نمبر 2= مرزا محمد باقر اسکوئی
نمبر 3= مرزا زین العابدین کرمانی	نمبر 3= مرزا موسیٰ اسکوئی
نمبر 4= مرزا ابوالقاسم خان کرمانی	نمبر 4= مرزا علی اسکوئی
نمبر 5= مرزا عبدالرضا کرمانی	نمبر 5= مرزا حسن اسکوئی الاحقاقی

شیخ احمد احسائی اور سید کاظم رشتی جانشین اول شیخ تک مذکورہ دونوں فرقوں' یعنی شیخیہ رکنیہ کرمان اور شیخیہ احقاقیہ کویت کو اتفاق ہے۔ سید کاظم رشتی کے بعد یہ جدا ہو گئے۔

شیخ احمد احسائی کی کتابوں کی فہرست میں 115۔ رسالے' 5۔ خطبے' 25۔ قاعدے اور ایک مراسلہ ہے۔

اور سید کاظم رشتی کا کتابوں کی فہرست میں 166 رسالے۔ 2 خطبے۔ 3 قائدے اور ایک مراسلہ ہے۔

اور محمد کریم خان کرمانی سے عبدالرضا ابراہیمی تک شیخیہ رکنیہ کرمان کی کتابوں کی فہرست اس طرح سے ہے۔ 564۔ رسالے۔۔ 54۔ قاعدے۔۔ 32 عائدے۔۔ 1552 موعظے۔۔ 1653 دروس۔ ۔ 16 مراسلے۔۔ 2 مقالے۔۔ اور 14 واردے ہیں۔ اس مذہب شیخیہ رکنیہ کرمان کیطرف سے کاظم علی رسانے کراچی میں مکتبہ ابراہیمیہ کرماں شاخ پاکستان کے نام سے کام شروع کیا تھا۔ لیکن ہم نے اسے کھلتے ہی پکڑ لیا۔ اس کے مقدمہ کی روداد ہماری کتاب ''پاکستان میں شیخیت کا شیعیت اور شیعہ علماء سے ٹکراؤ'' میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

جہاں تک شیخیہ احقاقیہ کویت کا تعلق ہے۔ تو مرزا حسن گوہر قراچہ داغی کی کتاب شرح حیات الارواح۔ مرزا محمد باقر اسکوئی کی کتاب اجتناب۔ مرزا موسیٰ اسکوئی کی کتاب احقاق الحق جس میں شیخ احمد احسائی کا بھرپور دفاع کیا گیا ہے۔ اور مرزا علی اسکوئی کی عقیدہ الشیعہ اور شیخ احمد احسائی کی شرح زیارت سے پاکستان کے مبلغین شیخیہ خود کو ظاہر کیے بغیر مجالس میں اس مذہب کی تبلغ کرتے رہے ہیں۔

شیعہ امامیہ اور دوسرے اسلامی فرقوں کا اجمالی بیان

بلال زبیری نے اپنی کتاب فرقے اور مسالک میں پانچ فقہی مذاہب۔ حنفی۔ مالکی۔ شافعی۔ حنبلی اور جعفری بیان کیے ہیں۔ اور اہل سنت میں سے معتزلہ کے 31 صوفیہ کے 33 مرجیہ کے 14 خوارج کے 31۔ اور متفرقات 58 لکھے ہیں۔ اور شیعہ امامیہ کے 73 فرقے بیان کیے ہیں۔ اور پھر شیعہ امامیہ کے ان 73 فرقوں میں سے شیعہ اسماعیلیہ کے علیحدہ سے 25 فرقے تحریر کیے ہیں۔ اس طرح سے

مسلمان کہلانے والے فرقوں کی کل تعداد 265 بنتی ہے۔ جب کہ مقدس اردبیلی نے اپنی کتاب حدیقۃ الشیعہ میں یہ لکھا ہے۔ کہ بنیادی فرقے 73 ہی ہیں۔ اور آگے 700 کے قریب ان کی ذیلی شاخیں ہیں۔ اور حال ہی میں ہائی کورٹ کے ایک ریٹائرڈ جج کا یہ بیان اخبارات میں چھپا ہے۔ کہ میری تحقیق کے مطابق مسلمانوں کے ایک ہزار فرقے ہیں۔ ان سب کی پیدائش کا اجمالی بیان اس طرح سے ہے۔ کہ پیغمبر اکرم صلعم کے زمانہ میں تمام کلمہ گو۔ اپنی ان چاروں اقسام کے ساتھ جن کا تفصیلی بیان اس کتاب کے سابقہ صفحات میں گذر چکا ہے۔ مسلمان ہی کہلاتے تھے۔

پیغمبر اکرم صلعم کی وفات کے بعد مسلمانوں کی قیادت دو حصوں میں تقسیم ہو گئی۔ نمبر 1 = دنیاوی اقتدار کی قیادت پر حضرت ابوبکر فائز ہو گئے۔ اور پیغمبر صلعم کی احادیث کے مطابق دینی قیادت کا فریضہ حضرت علی انجام دیتے رہے۔ اگر چہ اسلام میں دنیاوی اقتدار کی قیادت' دینی قیادت کے ہی ماتحت تھی۔ مگر جب یہ دونوں قیادتیں علیحدہ علیحدہ کر دی گئیں۔ تو مسلمانوں کی اکثریت تو دنیاوی اقتدار کی قیادت کی طرف دار ہو گئی اور صرف تھوڑے سے مسلمان دینی قیادت کے ساتھ وابستہ رہے۔ لیکن حضرت عثمان کے زمانے تک دنیاوی اقتدار کے طرفدار بھی اور دینی قیادت کی پیروی کرنے والے بھی۔ دونوں مسلمان ہی کہلاتے تھے۔

حضرت عثمان کے قتل ہو جانے کے بعد' جب حضرت علی کے پاس دنیاوی اقتدار کی قیادت بھی آ گئی۔ تو مسلمانوں کی ایک اچھی خاصی تعداد نے حضرت علی سے بغاوت کر دی۔ اور شیعیان عثمان کے نام سے میدان میں آ گئے۔ تو حضرت علی کو امام اول مان کر ان کی پیروی کرنے والے' اور ان کو چوتھا خلیفہ مان کر ان کا ساتھ دینے والے شیعیان علی کہلائے اور حضرت علی کو چوتھا خلیفہ مان کر شیعیان علی کہلانے والوں کی شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے دو قسمیں لکھی ہیں۔ ایک شیعہ اولیٰ یا شیعہ مخلصین جنہیں وہ اہل سنت کے اسلاف یا پیشینان بتلاتے ہیں۔ جو ترتیب خلافت کے لحاظ

سے فضیلت کے قائل تھے۔ اور حضرت علی کو چوتھے نمبر پر سب سے افضل سمجھتے تھے۔
دوسرے تفضیلیہ شیعہ جو حضرت علی کو چوتھے نمبر پر خلیفہ ماننے کے باوجود انہیں تمام مخلوق سے افضل سمجھتے تھے۔ لیکن وہ یہ سمجھتے تھے۔ کہ اگر افضل کی موجودگی میں مفضول کی بیعت ہو جائے۔ تو اس کی خلافت جائز ہوتی ہے۔ بلال زبیری نے اپنی کتاب فرقے اور مسالک میں اور شہرستانی نے اپنی کتاب ملل ونحل میں اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اپنی کتاب تحفہ اثنا عشریہ میں ان تفضیلیہ شیعوں کے بارے میں یہ لکھا ہے کہ: یہ عبداللہ ابن سبا کے تھوڑا سے بہکائے میں آ گئے۔ یعنی صرف اتنا سا کہ وہ حضرت علی کو سب مخلوق سے بھی اور پہلے کے تینوں خلفاء سے بھی افضل سمجھنے لگ گئے۔
لیکن انصاف کی بات یہ ہے۔ کہ تفضیلیہ شیعہ عبداللہ بن سبا کے بہکائے میں آ کر حضرت علی کی تمام مخلوق پر فضیلت کے قائل نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ وہ پیغمبر اکرم صلعم کی احادیث وارشادات وفرمودات کے مطابق ان کو تمام مخلوق سے افضل سمجھتے تھے۔ جیسا کہ ہم نے اس کتاب کے متن میں ثابت کیا ہے۔ اور جب انہوں نے اپنے ان بھائیوں کو نہیں بخشا۔ جنہوں نے حضرت علی کے ساری مخلوق سے افضل ہونے کے باوجود مفضول ہونے پر بھی پہلے حضرت ابوبکر کو پھر حضرت عمر کو پھر حضرت عثمان کو اور پھر ان کی طرح ہی حضرت علی کو چوتھے نمبر پر خلیفہ مانا تھا۔ تو ان شیعوں کو کب بخشنے والے تھے۔ جنہوں نے ایک لحہ کے لئے بھی پیغمبر اکرم صلعم کے ارشادات وفرمودات سے انحراف نہیں کیا۔ اور حضرت علی کو ہی پیغمبر کا حقیقی جانشین۔ خلیفہ بلافصل۔ امام برحق اور ھادی خلق مانا۔ اور ان کے سوا اور کسی کو پیغمبر کا جانشین نہ سمجھا۔ لہذا ان کو رافضی کا لقب دیا گیا۔ اور انہیں عبداللہ بن سبا کے اوسط تلامذہ میں سے گردانا۔

بہر حال یہ پیروان علی تو حضرت علی کی دینی قیادت کی پیروی کرتے رہے۔ اور انہوں نے دنیاوی اقتدار کی کسی قیادت کی پیروی نہیں کی۔ لہذا رافضی کہلاتے رہے۔ لیکن شیعیان علی کی دوسری دونوں قسمیں جو حضرت علی کو چوتھا خلیفہ مان کر

شیعیان علی کہلانے لگے تھے۔اور جنہوں نے خود کو شیعہ مخلصین اور شیعہ تفضیلیہ کے نام سے موسوم کیا تھا۔معاویہ کی بیعت کے بعد شیعیان علی کہلانے سے دستبردار ہو گئے۔ اور 40ھ میں معاویہ کے اوپر اجماع کی نسبت سے اور سَنَۃُ الْجَمَاعَتُ یعنی جماعت کا سن کی مناسبت سے سنت والجماعت کہلانے لگ گئے۔

معاویہ کی بیعت کے بعد دینی اقتدار کی قیادت کی پیروی کرنے والوں کو انہوں نے رافضی تو کہہ دیا۔مگر دل میں یہ خلش رہی۔کہ اس طرح وہ دنیاوی اقتدار کا ساتھ دینے والے بن گئے۔ یہ وقت تھا۔وہ جب دنیاوی اقتدار کی قیادت کو دینی قیادت کا درجہ دے کر دنیاوی اقتدار کا ساتھ دینے والوں کیلئے علیحدہ مذہب کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔اور معاویہ کی بیعت کے بعد مذہبی فرقوں کی جو صورت بنی۔وہ ہم نے اس کتاب کے متن میں بیان کر دی ہے۔

پھر امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد انتقام خون حسین کے نام سے تحریکیں چلیں۔پھر بنی امیہ اور بنی عباس کے خلاف علوی سادات نے انقلابی تحریکیں شروع کیں۔ان میں بہت سی تحریکیں ناکام ہو گئیں اور کچھ تحریکیں کامیاب بھی ہوئیں۔ان میں سے ہر تحریک کے قائد کو لوگوں نے امام مانا۔اور ہر تحریک کے قائد کو امام ماننے والے اس کے شیعہ کہلائے۔

حضرت زید شہید اگرچہ قتل ہو گئے۔لیکن ان کی منظم کی ہوئی تحریک چلتی رہی۔بالآخر وہ کامیاب ہو گئے۔اور یمن میں آج تک زیدی شیعوں کی حکومت ہے۔ چونکہ امام ابوحنیفہ نے زید شہید کی تائید وحمایت کی تھی۔اور اپنے پیروکاروں کو زید شہید کا ساتھ دینے کا فتویٰ دیا تھا۔اور وہ زیدیہ شیعہ تھے۔لہذا شیعہ کہلانے کے باوجود زیدیہ فرقے کی فقہ پر امام ابوحنیفہ کا غلبہ ہے۔اس کی تفصیل بھی اس کتاب کے متن میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

دوسری تحریک محمد نفس زکیہ کی تھی۔جو خود تو قتل ہو گئے۔ان کے دوسرے

بھائی ابراہیم بھی مارے گئے۔لیکن ان کے چھوٹے بھائی ادریس افریقہ چلے گئے۔ جہاں پر لیبیا میں بربر قوم نے ان کا ساتھ دیا۔اور وہاں انہوں نے حکومت قائم کر لی۔سادات حسنی کی اس حکومت کا معمر قذافی نے 1970ء میں تختہ الٹا اور اس خاندان کے آخری بادشاہ ادریس السنوسی کو لیبیا سے جلاوطن کر دیا گیا۔اس خاندان نے تقریباً ایک ہزار سال سے زیادہ عرصہ لیبیا پر حکومت کی۔چونکہ اس تحریک کے بانی محمد نفس زکیہ کا امام مالک نے ساتھ دیا تھا۔لہذا ان کی فقہ پر مالکیوں کا غلبہ ہے۔اس کی تفصیل بھی اس کتاب کے متن میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

تیسری تحریک جو کامیاب ہوئی۔وہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے فرزند اسمٰعیل کے بیٹے محمد بن اسماعیل کی تھی۔جو اسماعیلیہ تحریک کے نام سے مشہور ہوئی ہے۔انہوں نے مصر میں حکومت قائم کی۔اور ان کے یکے بعد دیگرے 18 بادشاہ ہوئے اور تقریباً 297 سال حکومت کی۔جسے صلاح الدین ایوبی نے صلیبی جنگ کے دوران ختم کر دیا۔حکومت کے خاتمہ کے بعد اسماعیلی تحریک بھی مذہبی فرقوں تک محدود ہو گئی۔اور ان کے 25 فرقے ہوئے۔اور جیسا کہ بلال زبیری نے لکھا ہے۔"یہ لوگ عملاً تارک شریعت ہیں۔مگر یہ شیعہ اسماعیلیہ کہلاتے ہیں۔اور اکثر ممالک میں ان کی اچھی خاصی تعداد موجود ہے۔

چوتھی تحریک تومرت کی ہے۔جو مراکش کا رہنے والا تھا۔اس نے خود کو علوی ظاہر کیا۔اور خود امام مہدی ہونے کا دعویٰ کر دیا۔اگرچہ یہ خود تو کامیاب نہیں ہوا۔مگر اس کے جانشینوں نے مراکش میں حکومت قائم کر لی۔اور اس کے جانشینوں کی 542ھ سے 667ھ تک 125 سال تک مراکش میں حکومت رہی۔چونکہ ابن تومرت نے امام مہدی ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔لہذا اس کی پیروی کرنے والوں کو بھی شیعوں میں شمار کیا گیا ہے۔

شیعہ تومرتیہ:۔"اس نے اپنی نئی شریعت نافذ کی۔اور اس فرقے کا عقیدہ یہ ہے کہ

مہدی کے بعد اس کے جانشین اس کی شریعت پر عمل کرائینگے۔"

فرقے اور مسالک۔ بلال زبیری صفحہ 178

اس فرقے کو شیعہ اس وجہ سے کہا گیا ہے۔ کیونکہ ابن تومرت نے امام مہدی ہونے کا دعویٰ کیا۔

پس جتنے لوگوں نے بنی امیہ اور بنی عباس کے خلاف خروج کیا۔ بغاوتیں کیں۔ اور انقلابی تحریکیں منظم کیں۔ خواہ وہ کامیاب ہوئے یا ناکام۔ خواہ امام مہدی بن کر میدان میں آئے۔ اپنی تحریک کے قائد کی حیثیت سے امام بن کر ایسی تحریکوں کی قیادت کرنے والوں کو لوگوں نے امام مانا۔ اور ان کو امام ماننے والے ان کے شیعہ کہلائے۔

لیکن انصاف کی بات یہ ہے۔ کہ یہ انقلابی تحریکیں منظم کرنے والے بھی عبداللہ بن سبا کے بہکائے میں آکر خروج نہیں کرتے تھے۔ اور اس کے ورغلانے سے شیعہ نہیں کہلانے لگے تھے۔ بلکہ یہ لوگ بنی امیہ اور بنی عباس کے ظلم و جور سے تنگ آئے ہوئے بغاوت کرتے تھے۔ اور اسی وجہ سے بنی امیہ نے اپنے لوگوں کو ایسے شیعوں سے متنفر کرنے کے لئے عبداللہ بن سباء کا فسانہ گھڑا۔

پس جتنے لوگوں نے امام ہونے کا یا امام مہدی ہونے کا دعویٰ کیا۔ ان میں سے ہر ایک کا ساتھ دینے والوں کو علیحدہ شیعہ فرقہ شمار کیا گیا۔ مگر بلال زبیری نے شیعوں پر ایک مہربانی کی ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ جتنے لوگوں نے امام مہدی ہونے کا دعویٰ کیا۔ ان سب کے ماننے والوں کو اس نے شیعہ قرار دیا۔ لیکن مرزا غلام احمد قادیانی نے بھی امام مہدی ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ اس کے ماننے والوں کو اس نے شیعہ نہیں کہا' شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ پہلے کے امام مہدی ہونے کے دعویداروں کے ساتھ دینے والے خود ہی اپنے کو شیعہ کہلاتے ہوں۔ لیکن مرزا غلام احمد قادیانی کو امام مہدی ماننے والے خود کو سنی مسلمان کہلاتے ہیں۔ لیکن بلال زبیری نے کمال احتیاط یہ کی

ہے۔ کہ باوجود اس کے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے پیرو خود کو سنی مسلمان کہتے ہیں۔ اسے اہل سنت نہیں کہا۔ بلکہ اس فرقے کا بیان متفرقات میں کیا ہے۔ اگرچہ باب ہفتم متفرقات میں جن فرقوں کا بیان کیا ہے۔ ان میں پاکستان کے معروف اہل سنت کے فرقے بھی لکھ دیئے ہیں۔ جن میں بخدی تحریک۔ احمدی لاہوری اور قادیانی کے علاوہ اہل قرآن۔ اہل حدیث۔ بریلوی۔ دیوبندی۔ مودودیت اور پرویزیت وغیرہ بھی لکھے ہیں۔ لیکن ان کا شمار ہر صورت میں اہل سنت میں ہی ہوتا ہے۔ یا کم از کم یہ فرقے شیعہ نہیں کہلاتے۔ انہوں نے اتنے امام مہدی کے دعویداروں کو' باوجود اس کے کہ انہوں نے شریعت کو سرے سے بدل دیا۔ ماننے کی بنا پر شیعہ کہا۔ مگر ایک امام مہدی کے دعویدار کے ماننے والوں کو سنی مسلمان کہلانا' انہیں نہیں کھپا۔ حالانکہ ظاہری صورت شکل اور دوسرے عقائد و عمل کے لحاظ سے ان میں اور سنیوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اور وہ خود کو کہلاتے بھی سنی مسلمان ہی ہیں۔

بہر حال اہل سنت کے فرقوں میں سے معتزلہ۔ صوفیہ۔ اور مرجیہ کے اکثر فرقے بھی فلسفیاتی ہیں اور مسلمانوں میں فلسفہ کے داخلہ کے بعد پیدا ہوئے۔

اسی طرح شیعوں کی ایک قسم وہ کہی گئی ہے۔ جو حضرت علی کو خدا کہتے تھے۔ حالانکہ ان میں شیعوں کی کوئی بات نہیں ہے۔ شیعوں کی بہت سی اقسام وہ ہیں۔ جنہوں نے بنی امیہ اور بنی عباس کے خلاف خروج کیا۔ لیکن ناکام ہونے کی وجہ سے مٹ گئے۔ اور ان کا کوئی وجود نہیں ہے۔ صرف ان کا کتابوں میں نام ہے۔

شیعوں کی کچھ اقسام وہ ہیں۔ جنہوں نے امام محمد باقر علیہ السلام کے بعد کسی کو امام نہیں مانا۔ بلکہ ان کے زندہ غائب ہونے کے قائل ہو گئے۔ کچھ وہ ہیں۔ جنہوں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو امام مانا۔ لیکن ان کے بعد کسی کو امام نہ مانا۔ اور ان کے زندہ غائب ہو جانے کے قائل ہو گئے۔ کچھ وہ ہیں جنہوں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے بڑے بھائی عبداللہ افطح کو امام مانا۔ یہ افطحیہ شیعہ کہلاتے ہیں۔ کچھ وہ

ہیں۔ جنہوں نے عبد اللہ افطح ابن امام جعفر صادق کے بعد حضرت اسحٰق ابن امام جعفر صادق کو امام مانا۔ چونکہ اسحٰق کی امامت کا پروپیگنڈہ کرنے والا سفیان بن عیہ تھا۔ لہذا یہ فرقہ شیعہ عیہ کہلایا۔ کچھ لوگوں نے امام رضاؑ کی امامت کو تو تسلیم کیا۔ مگر بعد میں کسی کو امام نہ مانا۔ اور حضرت امام رضا کی زندگی اور غیبت کے قائل ہو گئے۔

کچھ لوگوں نے امام رضا کی امامت کو تسلیم نہیں کیا۔ بلکہ ان کے بھائی احمد بن موسیٰ کاظم کو امام مانا اور احمد یہ شیعہ کہلائے۔

کچھ لوگ وہ ہیں، جنہوں نے امام محمد تقی علیہ السلام کو بچپنے کی وجہ سے امام تسلیم نہیں کیا۔ یہ وہی ہیں جنہوں نے امام رضا علیہ السلام کی وفات کو نہیں مانا۔ بلکہ ان کے زندہ رہنے اور غائب ہونے کے قائل ہو گئے۔ امام علی نقی علیہ السلام اور امام حسن عسکری علیہ السلام کے بعد کچھ لوگ جعفر ابن امام حسن عسکری کی امامت کے قائل ہو گئے۔ کچھ لوگ انہیں امامت کا دعویدار ہونے کی بنا پر جعفر کذاب کہتے ہیں۔ کچھ لوگ یہ کہتے ہیں۔ کہ انہوں نے بعد میں توبہ کر لی تھی۔ لہذا کچھ لوگ انہیں جعفر تواب کہتے ہیں۔ مذکورہ تمام اقسام کے شیعوں کا ظاہراً کہیں موجود ہونا ثابت نہیں ہے۔ یا تو یہ ختم ہو گئے۔ یا یہ اثنا عشری شیعوں میں ضم ہو گئے ہیں۔

بلال زبیری کے مذکورہ شیعوں کے 73 فرقوں میں ایک اچھی خاصی تعداد امام محمد باقر علیہ السلام اور امام جعفر صادق علیہ السلام کے ان تابعین کی ہے۔ جنہوں نے امام محمد باقر علیہ السلام کے بارے میں اور پھر امام جعفر صادق علیہ السلام کے بارے میں خود ان ہی کے زمانے میں غلو کیا۔ کسی نے انہیں خدا کہا۔ کسی نے انہیں خدا کا بیٹا کہا۔ کسی نے یہ کہا کہ خدا نے ان کے اندر حلول کیا ہے۔ کسی نے یہ کہا کہ خدا نے اپنے تمام کام ان آئمہ کو سپرد کر دیے ہیں۔ ان کے پیدا کرنے کے بعد خدا نے کچھ نہیں کیا۔ پھر جو کچھ کیا، وہ انہوں نے کیا۔ اور ان کے عقیدہ تفویض پھیلانے کی وجہ سے آئمہ علیہ السلام نے انہیں کاذب و مفتری و ملعون اور کافر قرار دیا۔ اس قسم کے

شیعوں کا بھی علیحدہ سے کوئی وجود نظر نہیں آتا۔ بلکہ یہ بھی سب کے سب اثنا عشری شیعوں میں ضم ہو گئے ہیں۔ اور اپنے مذکورہ عقائد کے ساتھ اثنا عشری شیعہ کہلاتے ہیں۔

پس آج انقلابی تحریکیں چلانے والے شیعوں میں جو فرقے کامیاب ہوئے۔ اور آج تک باقی ہیں وہ یا تو زیدیہ شیعہ ہیں۔ جو اچھی خاصی تعداد میں کئی ممالک میں پائے جاتے ہیں۔ خصوصاً یمن میں ان کی اکثریت ہے۔ یا اسماعیلیہ شیعہ ہیں۔ جو ایک منظم فرقہ ہیں۔ ان کے بھی بلال زبیری نے آگے 25 فرقے لکھے ہیں۔ اور یہ کئی ممالک میں پائے جاتے ہیں۔ جن کے بارے میں بلال زبیری نے یہ لکھا ہے۔ کہ ”یہ لوگ عملاً تارک شریعت ہیں۔“

خلاصہ الکلام یہ ہے۔ کہ شیعوں کے تمام مذکورہ فرقے جو ہر امام کے زمانے میں پیدا ہوئے۔ یا تو وہ بنی امیہ اور بنی عباس کے ظلم کے خلاف انقلابی تحریکیں چلانے کی صورت میں پیدا ہوئے۔ یا آئمہ کے حق میں غلو کا عقیدہ رکھنے کی وجہ سے اور آئمہ اطہار کی طرف سے دھتکارے جانے پر پیدا ہوئے۔ یا آئمہ اطہار کے مقابلہ میں جنہوں نے امامت کا دعویٰ کیا۔ ان کو امام ماننے کی وجہ سے ان کے شیعہ کہلائے۔ غرض ان میں سے کوئی بھی شیعہ فرقہ چاہے وہ بنی امیہ اور بنی عباس کے خلاف خروج کے نتیجہ میں پیدا ہوا۔ یا آئمہ اطہار کے مقابلہ میں دوسرے دعویداران امامت کو امام مان کر شیعہ کہلایا ہو۔ یا آئمہ اطہار کے تابعین میں سے ان کو خدا یا خدا کا بیٹا یا خدا کا ان میں حلول کرنے کا عقیدہ مان کر یا تفویض کا عقیدہ اختیار کر کے شیعہ کہلایا ہو۔ ان میں سے کوئی سا بھی شیعہ عبد اللہ بن سبا کا پیدا کردہ نہیں ہے۔ اور انصاف کی بات یہ ہے۔ کہ وہ مسلمان جو حضرت علی کو چوتھا خلیفہ مان کر شیعان عثمان کے مقابلہ میں شیعیان علی کہلائے۔ وہ بھی عبد اللہ بن سبا کے پیدا کردہ نہیں ہیں۔

بلکہ اولاً جب بنی امیہ کی سلطنت کے آخری ایام میں اور بنی عباس کی

سلطنت کے آغاز میں جب کہ ان کی حکومتوں کے خلاف انقلابی تحریکیں منظم ہو رہی تھیں۔

دوسرے جب امام محمد باقر علیہ السلام اور امام جعفر صادق علیہ السلام کے علوم آل محمد پھیلانے سے شیعہ حقہ جعفریہ اثنا عشریہ کی تعداد بڑھتی جا رہی تھی۔

تیسرے جب دنیاوی اقتدار کی قیادت کی پیروی کرنے والوں نے دنیاوی اقتدار کی قیادت کو دینی قیادت کی شکل دے کر دنیاوی اقتدار کی پیروی کرنے والوں کو ایک مذہب اور دین کی شکل دیدی تھی۔

ایسے وقت میں سیف ابن عمر تمیمی متوفی 170ھ نے عبداللہ بن سبا کا ایک فرضی افسانہ گھڑا۔ تاکہ ایک طرف تو بنی امیہ اور بنی عباس کے طرفداروں کے دلوں میں شیعوں کے خلاف نفرت پیدا کر سکے۔ دوسرے چونکہ دنیاوی اقتدار کی قیادت کے ماننے والوں نے مذہب اور دین کی صورت اختیار کر لی تھی۔ لہذا اپنے مقابلہ میں شیعوں کو جھوٹا مذہب قرار دے سکیں۔ تیسرے حضرت عثمان۔ حضرت عائشہ اور معاویہ کی لغزشوں اور بغاوتوں کو اجتہاد کا نام دے کر انہیں ایک ثواب کا مستحق قرار دے سکیں۔ اور حضرت علی کو بھی جن کو وہ ان کی جنگوں کی وجہ سے قصوروار ٹھہراتے تھے۔ بے قصور بنا سکیں۔ اور سیف ابن عمر تمیمی متوفی 170ھ کے سوا اور کوئی راوی اس افسانہ کا نہیں ہے۔ اور یہی اس افسانے کے جھوٹا ہونے کی صریح اور واضح دلیل ہے۔

لیکن آج اہل سنت کے بڑے سے بڑے مقررین اور بڑے سے بڑے مصنفین یہ کہتے اور لکھتے نہیں تھکتے۔ کہ شیعہ فرقہ پیدا کردہ عبداللہ ابن سبا یہودی کا ہے۔ حضرت عثمان کے خلاف جن باتوں کا شور تھا۔ وہ بھی عبداللہ بن سبا کی سازش تھی۔ حضرت عثمان کو قتل کرانے میں بھی عبداللہ بن سبا کی سازش تھی۔ حضرت عائشہ کا جنگ جمل میں اور معاویہ کو جنگ صفین میں حضرت علی سے لڑوا دینے میں بھی اسی عبداللہ بن سبا کی سازش تھی۔ اور ان کا لڑنا اجتہاد تھا۔ اور مجتہد اگر غلطی کرے تو ایک

ثواب کا پھر بھی مستحق ہوتا ہے۔ ان کی غلطی سے لاکھوں مسلمان مارے گئے۔ مگر انہیں مجتہد قرار دے کر ایک ثواب کا مستحق بنا دیا گیا۔

جہاں تک شیعہ حقہ امامیہ اثنا عشریہ کا تعلق ہے۔ تو یہ وہ مذہب ہے۔ جس نے پیغمبر اکرم صلعم کی احادیث اور ارشادات و فرمودات کے مطابق حضرت علی علیہ السلام کو اپنا پہلا امام مانا۔ اور آنحضرت کی احادیث کے مطابق ہی حضرت علی کے بعد بارہویں امام تک ہر امام برحق اور ھادی خلق کو اپنا امام مانا۔ اور ان کی اطاعت و پیروی کو واجب اور فرض عین جانا۔ لہذا اس فرقے کو عبداللہ بن سبا کا پیدا کردہ کہنا تو سراسر تہمت ہے۔ سراسر الزام ہے۔ سراسر جھوٹا اتہام ہے۔ اور خود پیغمبر اکرم صلعم کی احادیث سے انکار کرنے کے مترادف ہے۔ یہ وہ شیعہ ہیں۔ جو قرآنی آیت = ''ان من شیعتہ لابراھیم'' کی طرح حضرت علی کے احکام کی اطاعت اور ان کے عمل کی پیروی کرنے کی وجہ سے شیعہ کہلائے جاتے ہیں۔ یہ وہ شیعہ ہیں۔ جن کا نام عبداللہ بن سبا نے نہیں۔ بلکہ خود پیغمبر اکرم نے رکھا ہے۔ پس پیغمبر اکرم ہی وہ پہلی ہستی ہیں۔ جنہوں نے حضرت علی کی پیروی کرنے والوں کا نام شیعہ رکھا۔

البتہ ابلیس نے 'جس نے خدا کے سامنے صاف الفاظ میں یہ اعلان کر دیا تھا۔ کہ میں صراط مستقیم پر بیٹھ جاؤں گا۔ میں لوگوں کی نظروں میں باطل کو اور بری باتوں کو زینت دے دوں گا۔ میں ان سب کو گمراہ کر کے چھوڑوں گا۔ سوائے قدرے قلیل کے۔ سو اس نے اپنا یہ کام بخوبی انجام دیا۔ جس کی خدا نے بھی قرآن میں تصدیق کی ہے۔ کہ: ابلیس نے اپنے گمان کو سچ کر دکھایا۔ اور اس نے سب ہی کو گمراہ کر دیا' سوائے قدرے قلیل کے۔

اس شیطان نے سب سے پہلے کچھ شیعیان جعفریہ اثنا عشریہ میں بھی تفویض کے عقیدہ کو رواج دیا۔ اور ان کے دلوں میں یہ وسوسہ ڈالا۔ کہ خدا نے آئمہ کو پیدا کر کے اور کوئی کام نہیں کیا۔ پھر جو کچھ کیا' وہ آئمہ نے کیا۔

پھر جب فلسفہ یونان مسلمانوں میں داخل ہوا۔ تو اس شیطان نے سب سے پہلے اہل سنت کے بہت سے فرقوں کو اس فلسفہ کے ذریعہ گمراہ کیا۔ اور کئی فلسفیانی فرقے ان میں پیدا کردیئے۔ جن کا ذکر بلال زبیری نے اپنی کتاب فرقے اور مسالک میں مرجیہ کے فرقوں کی اقسام میں کیا ہے۔

پھر یہی شیطان اسی فلسفہ یونان کو لے کر ایران میں داخل ہوا۔ تو ایران کے بہت سے شیعیان جعفریہ اثناعشریہ بھی اس کے دلدادہ و شیدا ہو گئے۔ فلسفہ پر کتابیں لکھی جانے لگیں۔ قرآنی اور حدیثی نصوص کو فلسفہ کے نظریات پر چپکایا جانے لگا۔ فلسفہ کی تعلیم کے لئے مدرسے کھل گئے اور فلسفہ کی تعلیم کا عام رواج ہوا۔ اور فلسفہ کی کتابوں میں ملا صدرا کی کتاب مشاعر۔ کتاب عرشیہ اور کتاب اسفار اربعہ نے بڑی شہرت عام حاصل کی۔ لیکن شیعیان حقہ جعفریہ اثناعشریہ کے بزرگ علماء نے ان کے شائع کردہ فلسفیانہ افکار و نظریات کو کفر و زندقہ قرار دیا۔

پھر اسی شیطان نے اس فلسفہ کے ذریعہ اہل سنت میں صوفیہ کا ایک فرقہ پیدا کیا۔ اور ان میں حلول و اتحاد و وحدت وجود کے عقیدہ کو رواج دیا۔

پھر یہی شیطان صوفیت کو لیکر ایران کے شیعیان جعفریہ اثناعشریہ میں داخل ہو گیا۔ اور بہت سے شیعیان جعفریہ اثناعشریہ نے بھی صوفیت کو اختیار کر لیا۔ اہل سنت کے صوفی تو صوفیت۔ صوفیا اور تصوف کی اصطلاح استعمال کرتے تھے۔ ایران کے شیعیان جعفریہ اثناعشریہ نے اسی تصوف کو دوسرا نام دیا۔ اور اس کا نام عرفان و عارف و عرفا رکھا۔ چونکہ تصوف فلسفہ کی پیداوار تھا۔ لہذا ایران کے ان شیعیان جعفریہ اثنا عشریہ کے ان عرفاء اور صاحبان عرفان نے تصوف کے ساتھ فلسفہ کو بھی گلے لگایا۔ یہاں تک کہ ایران میں فلسفہ و تصوف کا غلبہ ہو گیا۔ اس زمانے میں شیخ احمد احسائی ایران میں داخل ہوا۔ اور اس نے مروجہ فلسفہ کو ایک نئی شکل دی۔ اور شیخ اربعہ کا فلسفہ ایجاد کیا۔ فلسفہ پر پہلے کتاب فوائد لکھی۔ پھر خود ہی اس کی شرح کی اور شرح فوائد لکھی۔ پھر

ملا صدرا کی کتاب مشاعر کی شرح لکھی اور ملا صدرا ہی کی دوسری کتاب عرشیہ کی شرح لکھی۔ پھر زیارت جامعہ کی اپنے فلسفہ کل اربعہ کے مطابق شرح لکھی۔ اور ایک نئے مذہب کی داغ بیل ڈالی۔ جسے اس کے زمانے کے بزرگ ترین مجتہدین عظام اور مراجع عالیقدر شیعیان جہان نے شیخیت کا نام دیا۔ اور مذہب شیخیہ کو کفر و ضلالت و گمراہی قرار دیا ہے۔

ملا صدرا کی ایک کتاب اسفار اربعہ کی اس آخری زمانہ میں امام خمینی نے شرح لکھ کر ایران کے فلسفہ کے شائقین کے دل جیت لئے۔ اور انہوں نے نہ صرف ملا صدرا کے اسفار اربعہ کی شرح لکھی۔ بلکہ فلسفہ یونان کی پیداوار محی الدین ابن عربی صوفی کے جس کے کفر و شرک و الحاد و زندقہ و بے دینی پر نہ صرف تمام شیعیان حقہ جعفریہ اثناعشریہ کے بزرگ علماء متفق ہیں۔ بلکہ اہل سنت کے بزرگ علماء نے بھی اس کی مذمت کی ہے۔ اور اہل سنت کے معروف عالم۔ فاضل موکف۔ شرح مواقف نے بھی اپنی کتاب عقائد شرح مواقف میں اس محی الدین ابن عربی صوفی کے کفر و زندقہ کی تائید کی ہے۔

امام خمینی نے اس محی الدین ابن عربی صوفی کی کتاب فصوص الحکم کی شرح کے حاشیہ پر تعلقات لکھے ہیں۔ اور اس کے ایک شاگرد کی کتاب مصباح الانس کی شرح پر بھی حاشیہ تحریر کیا ہے۔ اور ساری عمر اپنے مدرسے میں اسی تصوف و عرفان کا درس دیتے رہے ہیں۔ اور اسی وجہ سے انہوں نے روس کے صدر گورباچوف کو محی الدین ابن عربی صوفی کا فلسفہ پڑھانے کے لئے روس سے قم مقدس طلبہ کے بھیجنے کی دعوت دی تھی۔ لہذا ان کے مکتب سے نکلنے والے سارے حجتہ الاسلام اور سارے آیت اللہ ان کے فلسفہ و عرفان کے ہی معتقد ہیں۔

پس شیطان نے شیعیان جعفریہ اثناعشریہ کو بھی ایک ایسا معجون مرکب بنا دیا ہے۔ جس میں مفوضہ کی جعلیات بھی رائج ہیں۔ فلاسفہ کے خیالی و قیاسی افکار و

نظریات بھی رائج ہیں۔ صوفی شیعوں کی بدعات بھی رائج ہیں اور شیخیوں کی خرافات نے بھی ان میں اس کثرت سے رواج پالیا ہے۔ اور شیعیان حقیقی و معنوی حقہ جعفریہ اثنا عشریہ ان سے اتنے دب گئے ہیں۔ کہ کالمعدوم ہو گئے ہیں۔ اور اسی طرح خاموش و روپوش ہیں۔ جس طرح حضرت علی کو چوتھا خلیفہ ماننے والے قرون میں رہ رہے تھے۔ اور وہ مجالس عزا جن سے ثواب کے حصول کی امید کی جاتی ہے۔ سامعین کو خوش کرنے کے لئے۔ ایسے جاہل ذاکرین اور عمامہ و عبا میں ملبوس ایسے مقررین کے قبضہ میں ہیں۔ جن کے پاس سوائے مفوضہ کی جعلیات فلاسفہ کے قیاسی و خیالی افکار اور صوفیوں کی بدعات اور شیخیوں کی خرافات کے اور کچھ نہیں ہے۔

لیکن ہر چند کہ فلسفہ ہو یا تصوف' عرفان ہو یا شیخیت و تفویض یہ سب کے سب اگرچہ کفر ہیں۔ شرک ہیں۔ الحاد ہیں۔ زندقہ ہیں۔ اور بے دینی ہیں۔ مگر اس کے باوجود ان میں سے کوئی بھی عبداللہ بن سبا کی پیداوار نہیں ہے۔ بلکہ یہ ابلیس لعین کا کارنامہ ہے۔ اور شیعیان حقہ جعفریہ اثنا عشریہ ان سے مغلوب ہیں۔ کالمعدوم ہیں۔ اور خاموش ہیں۔

اور وہ ان شیعیان جعفریہ اثنا عشریہ میں اسی طرح ہیں۔ جس طرح خلفائے ثلاثہ کے زمانہ میں حضرت علی کی پیروی کرنے والے معنوی شیعہ خاموش اور خانہ نشین تھے۔

نجات آخرت کا قرآنی وحدیثی نسخہ

خدا تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ:

"ہر گروہ اور ہر فرقہ جو بھی عقیدہ رکھتا ہے۔ وہ اسی کو صحیح سمجھتا ہے۔ اور اسی پر خوش ہے۔"

روم۔32 المومنون۔53

چنانچہ خداوند تعالیٰ یہود و نصاریٰ کی مثال دیکر فرماتا ہے۔ کہ:

"یہودی تو یہ کہتے ہیں۔ کہ عیسائیوں کا کچھ بھی دین و مذہب نہیں ہے۔ اور عیسائی یہ کہتے ہیں کہ یہودیوں کا کچھ دین و مذہب نہیں ہے۔ یہ دونوں مذہب تو وہ ہیں۔ جو آسمانی کتابوں یعنی توریت و انجیل کی تلاوت کرتے ہیں۔ لیکن جو کچھ یہ دونوں مذاہب ایک دوسرے کو کہتے ہیں۔ ان کی ہی طرح دوسرے مذاہب والے بھی۔ جن کے پاس کسی آسمانی کتاب کا بھی علم نہیں ہے۔ یہی کہتے ہیں کہ ان کے سوا سب مذاہب باطل ہیں۔"

البقرہ۔113

اور چونکہ ہر فرقہ خود کو حق پر سمجھتا ہے۔ لہذا۔ ہر فرقہ اس بات کا مدعی ہے۔ کہ بس وہی جنت میں جائے گا۔ اس کے سوا اور کوئی بھی جنت میں جانے کا مستحق اور حقدار نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ نے اسے بھی یہود و نصاریٰ کی مثال کے ذریعہ بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ کہ:

"یہودی تو یہ کہتے ہیں۔ کہ کوئی شخص ہرگز ہرگز جنت میں نہ جائے گا۔ سوائے یہودیوں کے اور عیسائی یہ کہتے ہیں کہ کوئی بھی شخص جنت میں نہ جائے گا۔ سوائے عیسائیوں کے۔ یہ ان کی آرزوئیں ہیں۔ اے پیغمبر ان سے کہہ دو کہ اگر تم سچے ہو تو اس کے لئے اپنی دلیل پیش کرو"

البقرہ۔111

بے شک ہر گروہ اور ہر فرقہ یہی کہتا ہے۔ کہ جنت میں جانے کا بس صرف وہی حقدار ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ نے اس کو صرف ان کی آرزوئیں قرار دیا ہے۔ اور خود اپنی طرف سے نجات آخرت کا یہ نسخہ تعلیم کیا ہے۔ کہ مجھ سے اجر پانے کا حقیقتاً حقدار کون ہے؟ چنانچہ ارشاد فرماتا ہے کہ:

"بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں۔ (یعنی مسلمان) اور جو یہودی ہوئے اور نصاریٰ اور صابئین۔ ان میں سے جو بھی خدا اور روز قیامت پر ایمان لائیں

گے۔ اور نیک عمل کریں گے۔ بس صرف ان ہی کا اجر ان کے خدا کے پاس ہے۔ ان کو نہ کوئی خوف ہوگا۔ اور نہ ہی کوئی حزن وملال ہوگا۔" البقرہ۔62

یہ آیت چاروں بڑے بڑے آسمانی مذاہب کے ماننے والوں سے خطاب کرتے ہوئے یہ کہتی ہے۔ کہ چاہے کوئی مسلمان کہلاتا ہے۔ یا کوئی یہودی کہلاتا ہے۔ یا وہ عیسائی کہلاتا ہے۔ یا وہ صابی کہلاتا ہے۔ ان میں سے کوئی بھی کسی بھی فرقہ کا یا کسی بھی مذہب کا یا کسی بھی گروہ کا فرد کہلانے کی وجہ سے اللہ کے نزدیک کسی اجر کا مستحق نہیں بنتا۔ بلکہ جو بھی اللہ پر اور روز قیامت پر صحیح صحیح ایمان رکھتا ہوگا۔ اور نیک عمل بجا لائے گا۔ بس ان کے رب کے پاس صرف ان کے لئے ان کا اجر ہے۔ انہیں نہ تو کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی کوئی حزن وملال ہوگا۔

خدا تعالی نے جتنے بھی انبیاء ورسل اور ہادیان دین بھیجے۔ وہ ان ہی تین مذکورہ باتوں کی تبلیغ کیلئے دنیا میں آئے۔ ایک خدا کی توحید کا عقیدہ۔ دوسرے آخرت پر ایمان یعنی معاد جسمانی کا عقیدہ اور تیسرے یہ کہ عمل صالح کیا ہے؟ اور وہ کس طرح بجالاتا ہے؟

پس خدا تعالی نے صحیح عقائد کی تعلیم کرنے والوں کے ساتھ ساتھ یہ بتلانے والے ہادی بھی بھیجے کہ صحیح عمل کیا ہے؟ اور وہ کس طرح سے بجالانا چاہیے؟

پیغمبر گرامی اسلام کے اس دار فانی سے رخصت ہوجانے کے بعد اگر امت ان ہادیان دین کے ساتھ وابستہ رہتی۔ جنہیں خدا نے صحیح عقائد بتانے اور صحیح عمل کر کے دکھانے پر مامور کیا تھا۔ تو امت ہر گز ہر گز اتنے فرقوں میں نہ بٹتی۔ جتنے فرقوں میں اب بٹ چکی ہے۔ چنانچہ اس کتاب کے سابقہ صفحات میں پیغمبر صلعم کی یہ حدیث بیان ہو چکی ہے۔ کہ: "جو مر گیا اور اس نے اپنے زمانے کے امام کو نہ پہچانا وہ جاہلیت کی موت مرا" مسند احمد حنبل الجزء الرابع صفحہ 96

اور اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم کیا جا سکتا ہے۔ کہ ایک ایک وقت میں

کتنے کتنے امام ہو گذرے ہیں۔ پیغمبر اکرم کی مذکورہ حدیث شریف یہ کہتی ہے۔ کہ ان سارے اماموں میں حق کے امام اور ہادی خلق اور خدا کی طرف سے صحیح عقائد بتانے اور صحیح صحیح اور صالح اعمال بجالانے کا طریقہ بتانے والا ہر زمانہ میں صرف ایک ہی ہوا ہے۔ اور پہچاننے کا مطلب یہی ہے۔ اور یہ بات ظاہر ہے۔ کہ اگر اسے نہ پہچانا۔ تو دوسروں کے ساتھ چل کر گمراہ ہونے اور جاہلیت اور کفر کی موت مرنے کے سوا اور کیا نتیجہ ہو سکتا ہے؟

دوسری حدیث جو پیغمبر نے اپنے بعد گمراہ نہ ہونے کے سلسلہ میں بیان فرمائی وہ یہ ہے۔ کہ: "بے شک میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ ایک کتاب خدا اور دوسرے میری عترت میرے اہل بیت اگر تم ان دونوں سے متمسک رہو گے تو ہر گز ہر گز گمراہ نہ ہو گے۔" مسند امام احمد حنبل الجزء الثالث صفحہ 26-17-14

تیسری حدیث جس میں پیغمبر اکرم صلعم نے اپنے بعد کے لئے امت کو نجات کا نسخہ بتلایا۔ وہ یہ تھی کہ: "میرے اہل بیت کی مثال نوح کی کشتی کے مانند ہے کہ جو اس میں سوار ہو گیا۔ وہ نجات پا گیا اور جس نے اس سے تخلف کیا۔ وہ ڈوب گیا اور ہلاک ہو گیا۔" ینابیع المودۃ شیخ سلیمان حنفی صفحہ 560

چوتھی حدیث جس میں پیغمبر صلعم نے اپنی امت کو جنت کا مستحق بننے کا نسخہ بتلایا وہ یہ تھا۔ کہ: "جو شخص یہ چاہتا ہو کہ میرا جینا جئے اور میری موت مرے اور اس جنت میں داخل ہو جس کا وعدہ مجھ سے میرے پروردگار نے مجھ سے کیا ہے۔ یعنی جنت الخلد علی کو اور علی کے بعد ان کی اولاد کو اپنا ولی و حاکم مانے۔ کیونکہ وہ ہر گز ہر گز ہدایت کے دروازے سے تمہیں باہر کرنے والے نہیں ہیں۔ اور نہ گمراہی کے دروازے میں داخل کرنے والے ہیں۔" کنز العمال جلد 6 صفحہ 217

پس قرآن نے اور پیغمبر گرامی اسلام نے مسلمانوں کو نجات کی راہ دکھا دی تھی۔ اور جنت میں جانے کا نسخہ بھی واضح الفاظ میں علی الاعلان کھول کر بیان کر دیا تھا۔ اب یہ امت کے افراد کی اپنی اپنی قسمت ہے۔ کہ وہ اس نسخہ پر عمل کرے یا نہ کرے۔ لیکن ایک بات طے ہے کہ کوئی بھی انسان محض کسی خاص گروہ، طائفہ اور

فرقے کا فرد کہلانے کی وجہ سے جنت کا مستحق نہیں ہوگا۔اور میری انسان سے مراد۔ ہر مذہب اور ہر ملت کا آدمی ہے۔یعنی خواہ وہ مسلمان کہلاتا ہو (یعنی مسلمانوں کے 265 فرقوں میں سے کسی بھی فرقے سے تعلق رکھتا ہو) یا وہ عیسائی کہلاتا ہو (اور عیسائیوں کے کسی بھی فرقے سے تعلق رکھتا ہو) یا وہ یہودی کہلاتا ہو (اور یہودیوں کے کسی بھی فرقے سے تعلق رکھتا ہو) یا وہ صابی کہلاتا ہو (اور وہ صابیوں کے کسی بھی فرقے سے تعلق رکھتا ہو) یا وہ ہندو۔بدھ۔جینی۔یا سکھ کہلاتا ہو (اور ان کے کسی بھی فرقے سے تعلق رکھتا ہو) غرض کسی بھی گروہ کسی بھی طائفہ کسی بھی مذہب اور کسی بھی ملت میں پیدا ہوکر۔اس گروہ۔اس طائفہ۔اس مذہب اور اس ملت کا فرد کہلانے کی وجہ سے کوئی بھی شخص جنت میں جانے کا حقدار نہ ہوگا۔

کیونکہ شیطان نے ہر مذہب۔ہر ملت۔ہر قوم۔ہر گروہ۔اور ہر طائفہ میں یکساں طور پر گمراہی پھیلائی ہوئی ہے۔لہذا کوئی ہندو کوئی جینی۔کوئی بدھ۔کوئی سکھ اور مسلمانوں۔عیسائیوں۔یہودیوں اور صابیوں کا کوئی فرقہ یہ نہ کہہ سکے گا۔کہ خدا وندا تو نے مجھے ایسے ماں باپ کے یہاں پیدا کیا۔جو مذکورہ مذاہب رکھتے تھے۔لہذا میں مذکورہ مذہب پر رہا۔شیطان نے نہ کسی الہامی مذہب کو چھوڑا۔نہ کسی غیر الہامی مذہب کو۔اس نے سب کو گمراہ کر کے رکھ دیا ہے۔لہذا ہر انسان پر یہ لازم ہو گیا ہے۔کہ وہ تحقیق کرے اور جدوجہد کر کے صحیح عقیدہ معلوم کر کے اپنائے اور صحیح عقیدہ اپنا کر نیک اور صحیح عمل کر کے جنت کا حقدار بنے۔(وما علینا الا البلاغ)

احقر

سید محمد حسین زیدی برستی

مورخہ =24-07-2000

کمپوٹر کمپوزنگ = خالد انٹرنیشنل پبلک کال آفس ریلوے کوارٹرز سرگودھا روڈ۔چنیوٹ

☎ = 0466 - 332910

مولف کی تالیفات ایک نظر میں

نمبر	نام کتاب	کیفیت
1	شیخ احمد احسائی مسلمانان پاکستان کی عدالت میں	مطبوعہ
2	ترجمہ تنبیہ الانام بر مفاسد ارشاد العوام	مطبوعہ
3	نور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ اور نوع نبی وامام	مطبوعہ
4	شیخیت کیا ہے؟ اور شیخی کون؟	مطبوعہ
5	حکومت الٰہیہ اور دنیاوی حکومتیں	مطبوعہ
6	تبصرۃ الھموم علی اصلاح الرسوم وایضاح الموھوم	مطبوعہ
7	خلافت قرآن کی نظر میں	مطبوعہ
8	العقائد الحقیہ والفرق بین الشیعہ والشیخیہ	مطبوعہ
9	شیعہ علماء سے چند سوال	مطبوعہ
10	ولایت قرآن کی نظر میں	مطبوعہ
11	شیعہ جنت میں جائینگے مگر کون سے شیعہ؟	مطبوعہ
12	فلسفہ تخلیق کائنات در نظر قرآن	مطبوعہ
13	سراب آزادی یا غلامی کی پرفریب زنجیریں	مطبوعہ
14	ملت جعفریہ پاکستان کا سیاسی کردار	مطبوعہ
15	شیعہ اور دوسرے اسلامی فرقے قرآن وحدیث وتاریخ کی نظر میں	مطبوعہ
16	امامت قرآن کی نظر میں	غیر مطبوعہ
17	پاکستان میں شیخیت کا شیعیت اور شیعہ علماء سے ٹکراؤ	غیر مطبوعہ
18	شیوہ حکومت اسلامی	غیر مطبوعہ
19	عظمت ناموس رسالت	غیر مطبوعہ
20	عظمت ناموس صحابہ	غیر مطبوعہ
21	شیعہ عقائد کا خلاصہ اور ان کا مفوضہ و صوفیہ و شیخیہ کے عقائد سے مقابلہ	غیر مطبوعہ
22	الشیخیۃ الاحقاقیۃ ھم المفوضۃ المشرکون	غیر مطبوعہ

سید محمد حسین زیدی برستی

ادارہ انتشارات حقائق الاسلام چنیوٹ ضلع جھنگ